کال چکر

یعنی

صوبۂ بنگال کے مشہور ناولسٹ شری شیلیندر موہن بھٹاچاریہ کے نہایت
ہی ہر دلعزیز مقبول عام لمن منڈ نامی بنگالی ناول کا پُر لطف اردو ترجمہ

از

منشی چوہدری شنکر لال صاحب اختر رئیس زادہ ایڈیٹر رسالہ جات مان سرور
و داستان لاہور

حسب فرمائش

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز تاجران کتب
چوک متی لاہور

قیمت غیر مجلد ۱۲ آنہ

مشہور عالم پریس لاہور بیرون دروازہ شیرانوالہ باہتمام پنڈت رگھناتھ داس مینیجر چھپا

اعتراف احسان

دیوتاؤں کے مندر میں بیل - پتر پھل - پھول - پان - سپاری - ہلدی - اچھت چڑھانے کا رواج ہے - راجاؤں کے دربار میں نذر و نیاز پیش کرنے کا دستور ہے - برہمنوں کی سبھا میں روپیہ پیسہ دان دکشنا بھینٹ کرنے کا عام قاعدہ ہے - میں حیران ہوں - کہ کرمی بابو امر ناتھ رینہ آنریبل ڈپٹی اگزامنر ملٹری اکونٹس لاہور کی خدمت میں کیا نذر کروں - جو میری خلوص محبت سچی تعظیم اور اصلی احسان مندی کا ثبوت ہو - انہوں نے مجھ پر بڑی بڑی مہربانیاں کی ہیں - مجھے بنگالی بھاشا کی لذت چکھی ہے - جسکی حلاوت ملاحت اور ذائقوں سے زبان دل نا آشنا تھی - آخر سوچتے سوچتے ایک بات سمجھ میں آئی وہ کائستھ ہیں - میں نے بھی کائستھ کل میں جنم لیا ہے کائستھ کائستھ ایک ہیں بنگالیت اور ہندوستانیت کیوجہ سے انکی قومیت کے درمیان اختلافات کے خندق و خلیج میں پڑنا نادانی ہے - وہ بڑے ہیں چھوٹا - وہ بزرگ ہیں لڑکا - لڑکوں پر بزرگوں کے پاس اور تعظیم کا لحاظ فرض ہے - اس خیال سے ملن مندر نامی بنگالی ناول کو ہندوستانی جامہ پہنا کر تعظیمانہ - مودبانہ - اور عقیدتمندانہ نظر سے صاحب ممدوح کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون کرنے کی جرات کرتا ہوں - امید ہے وہ اسی طرح خلوص دل سے اسے اعزاز قبولیت بخشینگے جس نقطہ نگاہ سے میں اسے پیش کر رہا ہوں ۔

گوری شنکر لال اختر

ایڈیٹر رسالہ حیات کائستھ و رسالہ ہندوستان وغیرہ لاہور

دیباچہ

ناول نویسی آسان نہیں - اس فن کا میدان بہت وسیع ہے - دائرہ کے محیط پر گھومتے ہوئے نقطہ کی طرح کوئی اشہبِ خامہ اس کو آغاز و انجام نہیں پا سکا بعض بعض طبیعتوں نے جولانئ طبع کے جوہر دکھائے ہیں - لیکن حدود و صفات ہیں - تمام نشیب و فراز سے کسی کو کماحقہ واقفیت نہیں ہو سکی -

ناول عموماً دو قسم کے ہیں - (۱) معراجی (۲) تحصیلی یا معاشرتی -

معراجی ناول وہ ہیں - جو کسی خاص آئیڈیل کو پیش نظر رکھ کر لکھے جاتے ہیں - ان میں سوائے مذہبی مبحث کے اور کچھ نہیں ہوتا - طرز تحریر بیشک نہایت مرغوب ہوتا ہے لیکن پڑھنے والے پند و نصائح کی تکرار سے عاجز آ جاتے ہیں - ان میں روحانی زندگی بسر کرنے کی تلقین ہوتی ہے جسے عوام الناس کی عقل نارسا سمجھ بھی نہیں سکتی - اگر ناول نویسی سے نصیحت ہی مقصود ہوتی - تو قرآن اور پوران کیا کم تھے - ان سے اس قسم کا بہت سا مسالہ مل سکتا ہے - اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ناول بد اخلاق ہوں - یا اس قسم کی باتیں ناولوں میں آنی ہی نہ چاہئیں ناول نصیحت آموز ضرور ہوں لیکن یہ تعلیم اس طرح مخفی ہو جیسے مہندی کے پتوں میں لالی - یا درج صدف میں گوہر آبدار -

ایسی تعلیم پردہ میں ہی خوشنما معلوم ہوتی ہے - مریض کو جو فائدہ سینکے ہوئے پانی سے ہوتا ہے وہ گرم لوہے سے نہیں ہو سکتا - جو دوا پانی میں ملا کر دی جاتی ہے وہی زود اثر ثابت ہوتی ہے ۔

فصلتی یا معاشرتی ناول وہ ہیں۔ جو مذہبی اصولوں کی بجائے امور خانہ داری اور انسانی زندگی پر بحث کرتے ہیں۔ ان میں اقوال و افعال۔ اور جذبات و محسوسات کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ جن سے کیرکٹروں کی جیتی جاگتی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو جذبات ہی ناول کی جان ہیں مختلف جذبات مختلف اقسام کے رنگ ہیں۔ جن سے خیالی تصویر کے خاکے میں رنگینی اور دلکشی پیدا ہوتی ہے۔ آواز کے ساتھ کسی اچھے سے گیت کا ہونا ضروری ہے

جذبات کے اظہار میں ہی مصنف کی قابلیت کھلتی ہے۔ جذبات کیرکٹر کے حسب حیثیت ہوں ان میں تصنع بالکل نہ ہونا چاہیئے۔ اگر کہیں ہلکے پایہ کے جذبات آجائیں تو کوئی ہرج نہیں کیونکہ ناول لکھنے کا مطلب صرف انسان کے دل کی کیفیت بیان کرنا ہے۔ ہر انسان کا دل نیک خیالات سے مملو نہیں ہوتا۔ یہ تو صرف رشیوں کا ہی حصہ ہے۔ بُرے جذبات بھی انسان کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں

اس قسم کے ناول سوسائٹی کو قعر جہالت سے اوج معرفت پر پہنچا دیتے ہیں بنگالیوں نے اس میں بہت قابلیت اور جدت دکھائی ہے۔ ایسے ناولوں کی اُردو زبان کو اشد ضرورت ہے۔ مخدومی منشی گوری شنکر لال صاحب اختر نے اس کمی کو پورا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُردو زبان میں بھی کافی ناول ہو جائیں۔ کیونکہ لوگ اب اس طرف متوجہ ہوتے جا رہے ہیں

ناول لٹریچر اور زبان کی خدمت کرنے کا اچھا ذریعہ ہیں کیونکہ ان میں ہر قسم کی باتیں ملتی ہیں۔ اختر صاحب نے ناول سنتان کے شاندار سلسلہ کا افتتاح کرکے زبان اُردو پر بہت بھاری احسان کیا ہے۔ اس سلسلہ کے جتنے ناول

کال چکر

آج تک شائع ہو چکے ہیں سب پُر لطف اور جدت سے معمور ہیں۔ کال چکر بھی
اپنے ڈھنگ کا لاثانی ناول ہے۔ اصل زبان میں یہ ملن بسندر کے نام سے موسوم کیا
گیا ہے۔ اور اس قدر مقبول ہوا ہے۔ کہ چند سال میں ہی اس کے پندرہ ایڈیشن ہو
چکے ہیں جو جو خوبیاں ناول میں ہونی چاہئیں۔ اُن میں سے زیادہ تر اس میں پائی
جاتی ہیں۔ شر کرانت بابو سریندر موہن بھٹاچاریہ کے قلم کی موشگافی نے
وہ وہ رنگ آمیزیاں دکھائی ہیں کہ بغیر داد دیئے رہا ہی نہیں جاتا۔ مکرمی جناب
اختر صاحب نے ترجمہ میں بھی کسی قسم کی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ ان کے ترجمہ
کی بابت تو روایت کیطرح مشہور ہے کہ اگر اُن پر ترجمہ کا لفظ نہ لکھا ہو تو
کسی کو اس کا شک و گمان بھی نہ ہو سکے۔ میں نے ملن بسندر کا ہندی ترجمہ بھی دیکھا
ہے لیکن اس میں بیشتر کہاں اور قیمتی تشبیہیں اصل میں تھیں۔ ان میں سے زیادہ
نظر انداز کر دی گئی ہیں۔ اختر صاحب نے اس کمی کو بھی پورا کر دیا ہے۔ اصل کتاب
سے کسی تشبیہ کا خون نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ بعض بعض مقامات پر اُنکا
ترجمہ اصل سے بھی بڑھ گیا ہے۔ کال چکر کے ترجمہ میں اُنہوں نے ناول نویسی
کے مرتبہ پر قائم ہو کر دکھا دیا اور حالی سیکھ [illegible] کرکے جن الفاظ کو
واکر کے اور نقد مول کا لیا ہے پہنایا ہے۔ ان میں سے ایک بھی بے معنی اور بے
نقطہ نہیں۔

میں نے اختر صاحب بابو سریندر موہن بھٹاچاریہ کے دیگر عمدہ ترین
ناولوں کے ترجمہ کی بابت بھی درخواست کی ہے۔ خوش قسمتی سے اُنہوں نے منظور
بھی کر لیا ہے اور عنقریب ہی ان کے ناول آپ کی نذر کرنے کی کوشش کرینگے
ناظرین شوق سے انتظار کریں

اختر صاحب نے کال چکر کا دیباچہ لکھنے کی فرمائش کی تھی گو میں اس اعزاز کے

کے قابل نہیں ہوں تاہم الامر فوق الادب پر نظر رکھتے ہوئے اپنے ناچیز قیمت کو دایرہ محبت کے گرد طواف کرکے ان کے قدموں میں رکھ دیتا ہوں۔ خدا کرے کہ قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

اس سلسلہ کا نواں ناول بہت جلد بن باسی کے دلفریب نام سے شائع ہوگا۔ جو بنگالی زبان کا ایک نہایت مقبول وقت انگیز اور نتیجہ خیز ناول ہے خریداران ناول میگزین کو بدستور نصف قیمت پر ملیگا۔ دسویں قسط میں ملک الشعرا سر رابندر ناتھ ٹیگور کے مشہور ناول نوکا ڈوبی کا اردو ترجمہ نذر کیا جائے گا۔ یہ ٹیگور کے تمام ناولوں میں ممتاز خیال کیا جاتا ہے۔

شنکر سروپ مقتون

کال چکر

پہلا حصّہ

پہلا باب

آؤ بیٹا! تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ اسی لیئے بُلایا ہے۔ اتنا کہکر ماں نے پاس کھڑے ہوئے نوجوان بیٹے جینتش چند رکے سر پہ نہائیت محبت سے ہاتھ پھیرا۔

اس مکان میں کوئی اور نہیں تھا۔ رات ایک پہر سے زیادہ جا چکی تھی پینل کے فتیل سوز پر مٹی کا چھوٹا سا دیا ٹمٹما رہا تھا۔ اور ایک چھوٹی سی گھڑی ٹِک ٹِک کر رہی تھی

جینتش چند ر نے ماں کے چہرہ کیطرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا:۔ کیا؟

بیٹے نے جس لاپرواہی سے جواب دیا۔ ماں کو ایسی اُمید کبھی نہ تھی۔ بیٹے کے لہجہ سے اُنہوں نے سمجھ لیا کہ جس غرض سے بیٹے کو بُلایا ہے اس نے پہلے ہی اس کے خلاف کچھ سونچ رکھا ہے۔ تاہم ماں نے کچھ خیال نہیں کیا اور نہ رنجیدہ ہوئی بولی۔

جب تم بالکل بچہ ہی تھے۔ ناگہاں تمہارے باپ نے ہمیشہ کے لیئے اس

دُنیائے فانی کو خیر باد کہا۔ اِس وقت کتنا دُکھ اُٹھا کر لوگوں کی خدمتیں کر کے کتنے دنوں تک بغیر کھائے پیئے اور کتنی راتیں جاگ جاگ کر تمہیں پال پوس کر بڑا کیا۔ اسے سوائے اس ایشور کے اور کون جانتا ہے مگر مکان تیار ہونے سے پہلے ہی ناگہاں دیوار گر پڑی۔

نوین ۔ ہمیں دھوکا دیکر اس دنیا سے چل بسا۔ اب تم تین چار آدمی ہو ایشور کرے تم جگ جگ جیو۔ تم سے میری ایک درخواست ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تم آپس میں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونا۔ میں خزاں کے درخت کی مرجھائی ہوئی پتی ہوں۔ ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی برداشت نہ کر سکونگی۔

چنتش چندر نے کہا۔ کون علیحدہ ہونا چاہتا ہے؟ تمہارے بیٹے بیٹھے بیٹھے کھائینگے اور اگر بھائی بھائی میں کسی نے کسی کو ایک بات کہی تو ہوئیں تیل کے بینگن کیطرح آپس میں جل مریں گی۔ یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے

ماں ۔ نے کانپتے ہوئے لہجہ میں کہا۔ بیٹا۔ دیکھو اب سب میں بڑے تم ہی ہو۔ تم ہی سب کے سردار ہو تمہارے ٹھیک نہ ہونے سے کوئی ٹھیک نہ ہوگا۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ خرچ بہت ہے ایک آدمی پر گھر بھر کا بوجھ ڈالنا اچھا نہیں ہوتا۔ اور اسی وجہ سے میں نے سنتش سے کھیتی باڑی کرنے کے لئے کہہ دیا ہے۔ میں خوش ہوں کہ اس نے میری بات مان لی ہے اور کام شروع کر دیا ہے۔ اگر ایشور نے چاہا تو اس سے ضرور کچھ مدد ملے گی دانیش ابھی لکھنا پڑھتا ہے۔ رہا پانچ کوڑی وہ سب سے چھوٹا ہے تمہیں نے لاڈ پیار کیوجہ سے اب تک اُسے کچھ لکھایا پڑھایا بھی نہیں۔ اور نہ کبھی کوئی کام کاج ہی کرنے دیا ہے۔ وہ یونہی گھومتا پھرتا رہتا ہے جیسے اب

ملک تم برداشت کرتے آئے ہو۔ اور تھوڑے دنوں تکلیف اٹھاؤ وہ لوگ جلدی تمہارا ناطہ بٹا بیٹھیں گے۔"

جینتش چندر نے ذرا تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔ نہیں ماں! میں روپے پیسے کے لیے فکر نہیں کرتا ہوں جتنی آمدن ہو گی اتنا خرچ ہو گا۔ مگر لڑائی جھگڑا کیوں ہوتا ہے۔ کسی کا دل اس قدر دکھانا مناسب نہیں۔"

"کسی سے مراد جینتش چندر کی اپنی بیوی شرمتی شوتیا لگنی دیوی سے تھی ماں کے یہ بات بآسانی ذہن نشین ہو گئی۔

ماں :۔ بڑی بہو کا مزاج بھی چڑچڑا ہے۔ جو جی میں آتا ہے۔ کہہ ڈالتی ہے پرائی بہو بیٹیاں کیا اتنی بات برداشت کر سکتی ہیں

جینتش :۔ برداشت نہ کریں گی تو کام کس طرح چلے گا جس کا مزاج چڑچڑا ہے اس کی مرضی سے کام کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔

ماں بیٹا! پانچ آدمی اور پانچ منہ۔ پھر بھلا ایک شخص انہیں کیسے کر سمجھا سکتا۔ جو ہو تم ناراض نہ ہونا عورتیں نا معلوم کیا کیا کہتی ہیں۔ اگر تم بگاڑ لو گے تو گھر کا گھر رسا تل پہنچ جائے گا تباہی آ جائے گی۔

جینتش :۔ ماں میں تو گھر ہی نہیں رہتا۔ اور نہ تم لوگوں کے لڑائی جھگڑے سے کچھ واسطہ رکھتا ہوں۔ مگر جب گھر آکر طرح طرح کی باتیں سنتا ہوں تو طبیعت کو نہایت بے چینی ہوتی ہے۔"

ماں :۔ یہ میں جانتی ہوں۔ مگر جب تک میں جیتی جاگتی ہوں۔ کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں ہو گی۔ گھر کا کام بھار ہے۔ اور پڑھا لکھ کر تم کما کھاؤ۔"

جینتش :۔ اگر بھلی ہوتے کچھ جھگڑا اٹھا یا۔

ماں :۔ تو میں نپٹ لوں گی۔ تمہیں ان جھگڑوں سے کوئی سروکار نہیں

جینتش: "مگر سننے سے غصہ آتا ہے۔"
ماں: "عورتوں کی باتوں پر سمجھدار آدمی توجہ نہیں دیتے۔ کیونکہ ان کی گفتگو سچائی سے خالی ہوتی ہے۔ اس لیے غصہ کرنا مناسب نہیں۔"
جینتش۔ "کیا میں یہ نہیں جانتا؟ میں بھی انسان ہوں۔ انسانی جذبات اور محسوسات کو خوب سمجھتا ہوں۔"
ماں۔ "بیٹا! ایسا کام کر جس سے بنی بنائی بات عزت و بزرگی پر حرف نہ آئے چار آدمی بُرا نہ کہیں اور کوئی اس گھر کی ہنسی نہ اُڑائے۔ تم تو خود بھی بہت دانشمند ہو۔"
جینتش: "میں یونہی بغیر سمجھے سوچے کسی کی بات نہیں مانتا۔ اب میں کل ہی علی الصباح جاؤنگا۔ دیکھو شیجینتش کو کسی طرح تکلیف نہ ہونے پائے۔ سُنا ہے کہ لوگوں کے کام کاج میں لگے رہنے سے وہ مارا مارا گھومتا ہے"
ماں: "بھلا یہ بھی کوئی بات ہے شیجینتش مارا مارا پھرے گا۔ میرے جیتے اس کی ایسی بیقدری ہو سکتی ہے؟ نہ بیٹا! تم ایسی باتیں نہ کہو۔ ایک تو بڑی بہو ایسا کچھ کام کاج ہی نہیں کرنیں دوسرے شیجینتش سب کا منظور نظر ہے۔ اور پانچ کوڑی کی تو وہ جان ہے۔ لوگ اُسے پیار کرنے کے لیے ترستے ہیں کیونکہ پانچ کوڑی کسی وقت اپنی گود سے اُسے علیحدہ نہیں کرتا ہاں بیٹا! اکیلا کل گئے ہوئے بغیر نہ بنے گا؟"
جینتش۔ "نہ ماں! پرائی نوکری میں آزادی کہاں؟ مالک کی مرضی سے ہی کام کرنے پڑتے ہیں۔ بالخصوص اس وقت قسط کی وصولی کے موقع پر۔"
عین اسی وقت شوبنا گنی دبے پاؤں کمرے میں داخل ہو کر سکھ کی نیند سوئے بچے کو کھاٹ پر سُلا کر چراغ کی مدھم روشنی کو تیز کر کے چلی گئیں۔ انہوں نے

ہیں پردہ چھپ کر ساس اور شوہر کا مکالمہ سنتا ہے اور سن کر کچھ غصہ بھی آیا ہے۔ اس کا اظہار اپنی چال سے ماں بیٹے دونوں پر کر دیا

دوسرا باب

نیند

نیند سے جاگ کر نچیتش چندر نے مچل کر کہا۔ چھوٹے کاکا[1] کے پاس جاؤنگا اسوقت رات بہت گذر چکی تھی۔ چاند کی صاف شفاف ساکن روشنی کو رُک رُک کر چلنے والی ہوا نے اور بھی پُرلطف بنا دیا تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں پڑے خراٹے لے رہے تھے۔ چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا صرف آم کی شاخ پر بیٹھا ہُوا پپیہا کبھی کبھی اپنی حسرت بھری ہُوک سے اس سناٹے کو دم بھر کے لیئے توڑ دیتا تھا +

نچیتش چپ نہیں ہُوا وہ برابر رٹ لگائے ہی رہا کہ میں چھوٹے کاکا کے پاس جاؤنگا شوہر وبیوی نے ہر چند بہلانے کی کوشش کی مٹھائی کھانے کو دی کھیلنے کے لیے کھلونے سامنے رکھ دیئے۔ مگر اس نے ایک نہ مانی برابر اپنی ضد پر قائم رہا یا آخر رونے چلانے لگا۔

چیتش چندر ناراض ہوگئی ایسا نٹ کھٹ لڑکا تو دیکھا ہی نہیں۔ کیا اکثر یہ اسی قسم کی ضد کرتا ہے۔

شونیا نگنی۔ کبھی کبھی کیا۔ روز ہی ایسا کرتا ہے کبھی کبھی اُن کے پاس ہی سو رہتا ہے۔

نچیتش تو پھر اب کیا کیا جائے۔

[1] یعنی چچا

شونتیا نگنی ۔ بلا کر دے دو۔
جیتش ۔ پانچ کوڑی کیا دیوی مندر میں ہی سوتا ہے
شونتیا نگنی۔ ہاں

جیتش چندر دروازہ کھول کر باہر گئے۔ اور پانچ کوڑی کو بلایا۔ وہ اس وقت گہری نیند میں تھا۔ بھائی کی آواز سنکر گھبرا کر فوراً اٹھ بیٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا جیتش کے ساتھ آیا۔ گھر میں چراغ جل رہا تھا۔ اسی کی روشنی میں شچیش نے کاکا کو دیکھ لیا اور کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ دوڑ کر ٹھمک کر فوراً بات کی بات میں وہ ہنستا ہوا بچہ پانچ کوڑی کی گود سے لپٹ گیا پانچ کوڑی اسے شوق سے گود میں لے باہر چلا آیا۔

جیتش چندر پلنگ پر بیٹھ کر مسکراتے ہوئے بولے "کیا اب شچیش یہاں نہیں آئیگا۔"
شونتیا نگنی ۔ نہیں
جیتش "چلو اچھا ہوا۔ پانچ کوڑی بھی شچیش کو خوب چاہتا ہے"
شونتیا نگنی "ہاں چاہتا ہے"
جیتش ۔ اب پانچ کوڑی کی شادی کر دینی چاہیئے ۔ اٹھارہ انیس برس کا ہو گیا"
شونتیا نگنی ۔ نے طعن آمیز لہجے میں کہا کرو"
جیتش چندر سے شونتیا نگنی کی یہ سنجیدگی مخفی نہ رہی ۔ بولے "کیوں؟ روکھے پن سے منہ بنا کر کیوں کہتی ہو؟"
شونتیا نگنی "پھر اور کیونکر کہوں؟ تمہارے پاس روپیہ پیسہ ہے۔ بھائی کی شادی کر دگے میں اس میں کیا کہوں سنوں گی؟"

جینتش ۔ روپیہ کہاں ہے ۔
شونیا نگنی ۔ تو پھر قرض لو۔
جینتش ۔ یہی کرنا پڑیگا ۔ کم از کم چار سو روپے تو زیور کے لیئے چاہئیں ۔ اور جو کچھ جہیز میں ملے گا ۔ اُسی سے کسی طرح کام نکال لیا جائے گا۔

شونیا نگنی نے کچھ جواب نہیں دیا ۔ جیسے اساڑھ کے مہینے میں کالے کالے بادلوں سے آسمان پر گھٹا ٹوپ گھور تاریکی چھا جاتی ہے ۔ اسی طرح ان کے مُنہ پر فکر کے نتیجہ چکر کا ہالہ دکھائی پڑا گال پچکے کیطرح پچک گئے ۔

جینتش ۔ جو کام طبیعت اور مزاج کے برخلاف ہے ۔ وہ بھی وقت پر کرنا پڑے گا ۔

شونیا نگنی نے نہایت ہی متین اور سنجیدہ شکل بنا کر اسی لہجے میں کہا تم ڈرکے سے تو کچھ بھی نہیں بنتا ۔ مگر یہ جو لڑکا ہوا ہے ۔ اس کے لیئے بھی کچھ سوچا ہے

جینتش ۔ اس کے لیئے کیا سوچنا ہے ۔ آٹھ پیسے کا دودھ اور دو پیسے کی مٹھائی کافی ہے ۔

شونیا نگنی وہ سب تو میں بھی جانتی ہوں ۔ اس جیٹھ کے مہینے میں وہ تیسرے برس میں پڑا ہے ۔ اس کے لیئے آج سے کچھ جوڑ جوڑ کر رکھنا ہو گا اس کے لیئے تم چاہے بُرا کہو ۔ چاہے بھلا ۔ موت و زندگی انسان کے ہاتھ میں نہیں ۔ نہ معلوم کیسا وقت پڑے ۔ تو کیا میرا شچیش بھیک مانگ کر کھائیگا

جینتش ۔ بھیک کیوں مانگے گا ۔ اگر ہم زندہ نہ رہے تو اس کے چچا اس کی پرورش و پرداخت کریں گے ۔

شونیا نگنی نے نتھنے چکر گھما کر منہ بنا کر کہا ۔ ہُو نہہ ! کریں گے ۔ چچا جیسا کرتے ہیں وہ سب کو معلوم ہے ۔ تمہارے پاؤں پڑتی ہوں ۔ میں نے آج تک

تم سے کسی زیور کی درخواست نہیں کی اچھے کپڑوں کی فرمائش جھوٹوں نہ کی مگر اب اپنے لیئے نہیں۔ تمہارے پیارے شچیش کے لیئے کہتی ہوں کہ اب سے تمہیں اس کی خاطر کچھ نہ کچھ بچا کر رکھنا ہوگا۔ میرے سر پہ ہاتھ رکھکر قسم کھاؤ۔ کہ میری یہ درخواست رد نہ کروگے ؟"

جتیش چند رکچھ دیر تک سوچتے رہے۔ اس کے بعد یہ پکا عہد کیا کہ جو کچھ مہینے میں ملتا ہے۔ اس کا آدھا حصہ شچیش کے لیئے رکھیں گے۔

شوتیاگنی :۔ ایک درخواست اور ہے "

جتیش :۔ وہ کیا ؟"

شوتیاگنی :۔ قرض کبھی نہ لینا۔ قرض لینے والے کا باپ دشمن ہوتا ہے میرے شچیش کے دشمن نہ بننا۔

جتیش :۔ نہیں کبھی نہ لیں گے۔

آسمان بادلوں کے پنجہ سے آزاد ہوا۔ شوتیاگنی دیوی کے منہ پر خوشی کی جھلک نمایاں ہوئی۔ مسکراتے ہوئے محبت آمیز نگاہوں سے شوہر کے چہرے پر نظر ڈالی۔

تیسرا باب

مکان کے قریب ہی ریلوے سٹیشن تھا۔ آٹھ بجے صبح جتیش چندر کھانا وغیرہ کھا پی کر جانے کے لیئے تیار ہوئے اُن کے ساتھ ایک گھڑا گڑوا دو کمبل اور ایک بیگ۔ یہ اسباب تھا یا تھکو ٹی کے ذمہ یہ بار تھا کہ وہ مزدور اگر کھانی کو سٹیشن تک پہنچا دے اور ایسی لیئے وہ کل شام کو ہی مزدور

سے پہلے یہ تھا کہ گاڑی جانے سے ایک گھنٹہ پیشتر ہی ہم آ جاتا۔ مگر گاڑی کا وقت قریب آ گیا۔ اور مزدور نہیں آیا۔ جنیش چندر نے پانچ کوڑی سے کہا کہ اب زیادہ وقت نہیں قلی کہاں ہے۔

پانچ کوڑی۔ معلوم نہیں اب تک کیوں نہیں آیا۔ میں تو بار بار تاکید کر آیا تھا۔ یقیناً آتا ہوگا۔

جنیش۔ (گھبرا کر) اب کب آئے گا؟ معلوم ہوتا ہے۔ گاڑی سٹیشن پر آگئی۔

پانچ کوڑی۔ نہیں وہ مال گاڑی ہے۔

جنیش۔ اس وقت مال گاڑی کہاں

شو تیا گمنی یعنی منجھلی بہو ناک بھوں چڑھا کر بولیں۔ جب پرائی نوکری کرنے جانا ہے تو خود ہی جا کر قلی بلا لاتے۔ دوسروں کے بھروسوں پر کہیں کام ہوتا ہے جنیش چندر یہ سوچ کر کہیں گاڑی نہ ملی تو بڑی مشکل ہوگی۔ بہت گھبرا گئے منجھلی بہو کی یہ بات ان کے ذہن نشین ہو گئی۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی اس معاملہ میں میری سراسر غلطی اور پانچ کوڑی کا قصور ہے۔ جھلا کر بولے تو میں کیا جانتا تھا کہ اتنے بڑے پنجوڑے سے ایک قلی بھی نہ بلایا جائے گا۔ کیا کروں۔ بڑی مشکل ہوئی۔ اور تو کچھ نہیں مگر یہ چیزیں ساتھ نہ جا سکیں گی نوکری کر کے نہ معلوم کس قدر خوشامد کرنی پڑتی ہے منیجر صاحب نے کہا تھا۔ اگر ساتھ چلا جاتا تو اچھا ہی تھا۔

عین اسی وقت ان کا تیسرا بھائی ستیش چندر بھی آ گیا۔ انہوں نے سب باتیں سن کر کہا۔ پانچ کوڑی کیا قلی بلائے گا۔ مجھ سے کیوں نہ کہا۔

پانچ کوڑی دل ہی دل میں بہت رنجیدہ ہوا۔ قلی نہیں آیا تو اس میں اس کا کیا قصور ہے قلی کچھ اس کا نوکر تو تھا ہی نہیں۔ پریشان ہو کر سمجھنے

جھجکتے بولا "چلئے - میں گڑ پہنچا دونگا"

جینتش نے غضب ناک ہو کر کہا "کیا صرف گڑ ہی ہے جو تم پہنچا دو گے"

پانچ کوڑی نے جینتش سے مخاطب ہو کر کہا "دادا جی! آپ بھی چلئے میں گڑ کا گھڑا اور کٹھل لیتا ہوں - ایک کٹھل آپ لے لیجئے سنبھلے دادا بیکار پیچھے جنبش - مجبوراً اب یہی کرنا پڑیگا - گاڑی آگئی - پانچ کوڑی نے گڑ کی کلسی بائیں کندھے پر رکھی اور دائیں ہاتھ میں ایک کٹھل لے کر چلنے کو تیار ہوا عین اسی وقت شچیش دوڑتا ہوا آیا - اور کاکا کے گلے سے لپٹ کر بولا میں بھی جاؤنگا" اس کی ماں نے آکر اسے گود میں لینا چاہا مگر وہ چلا کر زمین پر لوٹ گیا"

پانچ کوڑی سے شچیش کا رونا نہ دیکھا گیا - اس نے کٹھل زمین پر رکھ دیا اور بچہ کو گود میں اٹھا لیا"

پانچ کوڑی (جینتش سے) "سنبھلے دادا کٹھل رہنے دیجئے آپ کے گاڑی پر سوار ہوتے ہی میں اسے دور کر لے جاؤنگا -

جینتش چند رنے ہنس کر اس کٹھل کو بھی اٹھا لیا - اس کے بعد تینوں بھائی سٹیشن کی طرف چلے -

پانچ کوڑی نے جو کہا تھا - وہی ٹھیک نکلا - پلیٹ فارم پر ایک مال گاڑی کھڑی تھی جس گاڑی پر سٹیشن جانے والے تھے اس کے آنے میں ابھی پورے تیس منٹ تھے -

" اسباب رکھ کر وہ لوگ بیٹھے ہی تھے اتنے میں ایک قلی آیا اور پانچ کوڑی کو نمسکار کر کے بولا "بابو کیا اسباب آگیا؟ میں گھاٹ گیا تھا ابھی آپ کے گھر پر جانے کو تھا گاڑی آنے میں تو دیر ہے"

پانچ کوڑی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جواب دینے کی ہمت ہی نہ تھی جیسی سیر گڑھ کی مشکی، ورشیش کو گود میں لے کر آنے سے اس کا بُرا حال ہو گیا تھا کام۔ بدن سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ چہرہ سرخ اور آنکھیں لال ہو گئی تھیں اب بھی شیش چندر اس کی گود میں تھا۔"

پانچ کوڑی کی حالت دیکھکر جتیش چندر کے دل میں برادرانہ محبت جوش زن ہوئی رنجیدہ ہو کر بولے "وقت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہم نے اس قدر گول مال مچایا۔ پانچکوڑی بیچارہ تو کہتا تھا کہ گاڑی آنے میں ابھی دیر ہے"

ستیش چندر بھائی کیطرف ہو کر بولے۔ ریل گاڑی کا کام ہی ایسا ہے"

جتیش چندر پانچ کوڑی سے مخاطب ہو کر بولے۔ دیکھو۔ اب تم بڑے ہوئے۔ دنیا کا کام دیکھ کر سوچ کر کرنا چاہیئے۔ مگر تم ایسا کیوں نہیں کرتے ہو

پانچکوڑی نے سر کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ منجھلے دادا (یعنی ستیش چندر) جو کہتے ہیں۔ وہ تو برابر کرتا ہوں۔

جتیش چندر نے ستیش کیطرف دیکھا۔ ستیش کو ہنسی آگئی۔ جتیش نے کہا کچھ عرصہ اور ٹھہر کر اسے کام کاج میں لگا دینا۔ ابھی اس سے کسی خاص کام کے انجام دینے کے لیئے اصرار نہ کرنا ہو۔

ستیش۔ کون کہتا ہے۔ ہمارے گاؤں میں جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو یہ اس کے لیئے وید۔ سادھو سنت ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ پرانایام سیکھتا ہے۔ ممکن ہے سانس روکنے سے کوئی مہلک مرض دامنگیر ہو جائے۔ کیونکہ یوگ کا یہ طریقہ خطرہ سے خالی نہیں۔ انہیں باتوں کے پیچھے میں روکتا ہوں۔

اتنے میں گاڑی آگئی۔ دونوں بھائیوں نے اسباب گاڑی میں رکھ دیا۔ اور جتیش آرام سے سوار ہو گئے۔

سوار ہو گئے۔"
پانچ کوڑی نے بڑے بھائی سے کہا "کچھ پیسے ہیں"
جتیش چندر "ہیں کیوں"
پانچ کوڑی "دو پیسے دیدیجئے"
جتیش چندر "کیا کرو گے"
پانچ کوڑی "دیکھئے تو!"
جتیش چندر نے جیب سے دو پیسے نکال کر دئے۔ عین اسی وقت گھنٹی بجی گاڑی نے سیٹی دی۔ اس کے بعد بھک بھک دھواں اڑاتی چل دی۔
پانچ کوڑی نے دو پیسے کی مٹھائی لے کر جتیش کو دی اور اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا گھر کی طرف چل دیا۔

چوتھا باب

جسّوھر ضلع میں سون پور نامی ایک چھوٹا قصبہ تھا۔ اس قصبہ میں رائے لوگوں کا ایک نہایت قدیم اور نامی گرامی خاندان تھا جن دنوں کی بات ہے بنگال کے بہت سے قدیم دولتمند خاندان مفلسی اور عسرت کے شکار ہوئے۔ انہیں اثرات کے زیر اثر رائے لوگوں کا یہ خاندان بھی غربت و نکبت سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اور وہ سبب مقدمہ بازی ہے۔ تھوڑی سی زمین کے لئے زمینداروں کے ساتھ ہائی کورٹ تک لڑتے لڑتے چدو ناتھ رائے بہت مقروض ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ زمین تھی وہ تمام کی تمام

نیلام ہوگئی بالآخر تھوڑی سی زمین لگان پر لے کر کاشتکاری کر کے
کسی طرح اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔ سکھ دکھ چکر کی طرح بدلتے رہتے ہیں۔ مگر
کتنے افسوس اور ذلت کی بات ہوتی ہے جب ایک اہل دول اور با حکومت
شخص کو نکبت و ذلت کی زندگی بسر کرتے اپنی آنکھوں دیکھنا پڑتا ہے۔ ایک
فارغ البال شخص کا وقت کے اثر سے فقیروں کی طرح دربدر بھیک مانگنا
کتنا رقت انگیز مضمون ہے۔ پانی میں کھلنے والے پھول پانی سے باہر آنے پر
سورج کی ہلکی سی شعاعوں سے بھی کملا جاتے ہیں۔

پہلے جدو ناتھ رائے کا جو اعزاز و احترام تھا۔ اس سے گھر میں بارہ
مہینوں میں تیرتھ تہوار ہوتے تھے۔ اور نہایت معقول طور پر مہمان نوازی
کی جاتی تھی۔ تیرتھ یاترا کی جاتی تھی۔ آمد و رفت کے لیے مختلف آرام
دہ سواریاں تھیں نوکر چاکروں کی بھی کمی نہ تھی مگر مقدمہ بازی میں شیشی
کے کافور کی طرح یا ہاتھی کے نگلے ہوئے کیتھے کی طرح وہ تمام دولت و عزت
کہاں جاتی رہی؟ اب معمولی آدمیوں کی طرح ان کی گذر بسر ہوتی تھی
اور وہ بھی مشکل و تنگی کے ساتھ! انہیں رنج و الم میں جدو ناتھ بابو نے
ایک دن بستر علالت پر ڈیرا جمایا۔ تقریباً سال بھر تک وہ بیمار رہے
طرح طرح کی تکالیف اٹھائیں۔ جب علاج معالجہ کی وجہ سے اخراجات
بھی زیادہ ہو گئے۔ تو مجبوراً بیچاروں کو قرض لینا پڑا۔ رفتہ رفتہ رقم کثیر
ہو گئی۔ اتنا سب کچھ ہوتے پر بھی جدو ناتھ بابو کو صحت نہ ہوئی موت کے
پنجہ سے کون بچا ہے جب پیمانۂ حیات لبریز ہو جاتا ہے تو پھر کچھ پیش نہیں جاتی
یہی ہوا۔ پانچ بچوں کو حالت کس مپرسی میں چھوڑ کر انہوں نے اس جہانِ
فانی کو خیر باد کہا۔

جدو ناتھ کی بیوی کی آنکھوں میں دُنیا ماتم کدہ ہوگئی ۔ اُنہیں ہر چہار طرف سوائے گھٹا ٹوپ تاریکی کے روشنی کا کہیں نام و نشان بھی نہ نظر آیا تسنے پر بھی سود خوار مہاجنوں کو اس کی حالت زار پر رحم نہ آیا ۔ اُف ! دُنیا کتنی بے رحم ہے ۔ غریب نے اناتھنی کی طرح زندگی بسر کرنی شروع کی کمبخت اور ظالم مہاجنوں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کی طرف بھی نظر ترحم سے نہ دیکھا ۔ نالش کرکے رہا سہا اثاثہ بھی نیلام کروا دیا۔

دُنیا میں مکار صلاح کاروں کی نسبت سچے ہمدرد ۔ مددگار اور بہی خواہ بہت کم ہیں جدو ناتھ کی بیوی مدد کے لیئے در بدر ہاتھ پھیلا کر روتی رہیں مگر اس بیچاری بدنصیب کے آنسو پونچھنے کے لیئے کوئی بھی تیار نہ ہوا اور نہ کسی نے جھوٹوں بات پوچھی ۔ خاندان کے تمام لوگ آنسوؤں کی دھارا بہانے لگے ۔

نوین بڑا لڑکا تھا ۔ رائے گرام کے مادھو گھوش کی لڑکی جینتی کے ساتھ اس کی شادی بہت کم سنی میں ہو گئی تھی ۔

نوین کے سسر موت کی خبر پا کر آئے ۔ لڑکی کی حالت دیکھکر اُنہیں بہت صدمہ پہنچا مگر کیا کرتے موت سے کوئی بچا ہے ؟ بہت گریہ وزاری کی ۔ بدنصیبی سے کچھ ان کی حالت بھی اچھی نہ تھی ۔ تاہم جہاں تک ہو سکا مدد سے گریز نہیں کیا ۔ کچھ زمین مہاجن سے لگان پر دلوا دی ۔ جو تنے بونے کے لیئے تھوڑے سے روپے بھی دیدیئے اس کے علاوہ کچھ ماہوار بھی دیتے رہے ۔

نوین کی عمر اسوقت پندرہ برس سے زیادہ نہ تھی جتینش یتینش دانش اور بھی چھوٹے تھے ۔ پانچ کوڑی صرف تین مہینہ کا شیر خوار بچہ تھا کلیفنی کا تمام کام نوین ہی انجام دیتا تھا جتینش بھی رفتہ رفتہ اس کی مدد کرنے لگا یتینش اور دانش بہت چھوٹے ہونے کی وجہ سے کھیلنے

پھرتے تھے۔ اگر کبھی کبھی بھائی کے لیئے کھیت میں کچھ کھانے پینے کے لیئے لے جاتا۔ اسوقت باپ کے سایہ سے محروم پانچ کوڑی بھائی کے محبت کے سایہ میں اپنی طفلانہ چالوں سے کھیلتا پھرتا تھا۔

اس طرح چند سال گذر گئے۔ مگر وقت نے پھر کروٹ بدلی۔ گاؤں میں ملیریا بخار نے زور پکڑا۔ بہت ہی ہستیوں کا پیمانۂ حیات لبریز ہوا۔ اسی ناطہ موت کے ساتھ ہی نوین نے بھی سب کو ہمیشہ کے لیئے روتا چھوڑ کر اپنے باپ سے ملنے کے لیئے اس سرایہ کو خیرباد کہا۔ نوین کی ناگہانی موت سے مظلوم و بیکس خاندان میں بڑا واویلا مچا۔ ان کی حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ نوین کے سسر جو کچھ ماہوار دیتے تھے وہ بھی بند کر دیا۔ اور اپنی لڑکی کو گھر لے گئے

پانچواں باب

اب گھر کا تمام بار جنیش چندر پر پڑا۔ مگر روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے صرف جسمانی محنت اور کوششوں سے کام نہ چلا۔ نوین کے سسر جو کچھ دیتے تھے اس سے کھیتی باڑی کا کام چلایا جاتا تھا۔ اب انہوں نے لینا دینا بند کر دیا تھا۔ اسوجہ سے کھیتی کا کام نہیں چل سکتا تھا۔ مایوس اور سراسیمہ ہوکر جنیش چندر نے اپنی ماں سے مشورہ کیا۔ بالآخر ایک دن اچھی ساعت دیکھ نوکری کے لیئے پردیس چلے گئے۔

دنیش۔ اسوقت بارہ برس کا ہو چکا تھا۔ وہ گنگا پوجا کی چھٹی میں گاؤں کے کچہری کی دنت جو کلکتہ میں ایک سوداگر کے یہاں ملازم تھے گھر آئے۔ جنیش کی ماں ان کے پاس گئیں اور لجاجت آمیز لہجہ میں کہا کہ آپ کا ان

نہ معلوم کتنے گنتے یتی کھانے ہونگے۔ دانیش کو بھی آپ ہی لے جائیے اور وہاں اس
اس کے لکھنے پڑھنے کا کوئی بندوبست کر دیجئے۔ سبھی ہری اُس دن دانیش کو
اپنے ساتھ کلکتہ لے گئے اور ایک سکول میں داخل کرا دیا۔ فیس معاف کرا
دی۔ ستیش گھر کا کام کاج دیکھنے لگا۔ پانچ کوڑی کبھی گاؤں کے سکول میں
پڑھنے جایا کرتا اور کبھی پرندوں کے پکڑنے کی کوشش میں سرگرمی دکھاتا مچھلیں
پکڑتا۔ اور اُسے دھاگے میں باندھکر لوگوں کو ڈراتا۔

جنتیش چندر ایک زمیندار کے یہاں کچھ دنوں تک تعلیم پاتے رہے اس
کے بعد انہی کے یہاں چھ روپے ماہوار پر ملازم ہو گئے۔

اب جنتیش چندر پانچ روپیہ ماہوار گھر بھیجنے لگے۔ انہی پانچ میں کھیتی باڑی
کا کام چلانے لگے اس طرح چند سال اور گذر گئے۔

جنتیش چندر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے پچاس روپے ماہوار تک ترقی پا گئے
اس کے بعد کچھ عرصہ گذرنے پر انہوں نے اپنی شادی کی۔ پھر ستیش کی شادی سے
فراغت حاصل کی۔ دانیش کی شادی کے لیئے انہیں زیادہ تکلیف نہیں
اُٹھانی پڑی۔ دانیش اسوقت ایف اے پاس کرکے میڈیکل کالج میں داخل
ہو چکا تھا اسوجہ سے ایک وہوانے اپنی لڑکی شانتی کی شادی دانیش کے
ساتھ بخوشی کر دی۔

جنتیش چندر کی دُنیا اب بالکل مفلس دُنیا نہیں تھی کھیتی باڑی میں معقول اناج
پیدا ہوتا تھا باغ میں پھل پھول اور مختلف ترکاریاں بافراط پیدا ہوتی تھیں
تالاب کی مچھلی اور پچاس روپیہ۔ اس طرح سب ملا جلا کر ان کی آمدنی گذارے
کے لیئے کافی تھی۔ اسی درمیان میں نوین کی بیوی۔ جنتی بھی سسرال جانے
پر تیار ہوئیں۔ لیکن جینتی کے باپ اُسے سسرال بھیجنے پر راضی نہ ہوئے

مگر جینتی نے باپ کی باتوں پر توجہ نہ دی۔ اُس نے کہا۔ انسانی زندگی یوں ہی جا رہی ہے۔ سانس جب تک چلتی ہے اس وقت تک مجھے ان کی خدمت سے محروم نہ رکھو۔ میں ان کی خدمت کرکے اپنی عاقبت سدھاروں گی جینتی نے آکر تمام بار اپنے سر لے لیا۔

مفلسی کے دیوتا ایک طرح پر جینتی چندر کے گھر سے رخصت ہی ہو چکے تھے مگر افسوس ان کی جگہ زیادہ عرصہ تک خالی نہ رہ سکی۔ بہت جلد ہی وہ جگہ اخلاس کی دیوی کے قبضۂ اقتدار میں آگئی کھیت کی پیداوار کم ہو گئی۔ اور وہ گھبرا اُٹھے۔

کپڑا جب ایک جگہ سے پھٹ جاتا ہے تو وہاں پیوند لگانے سے وہ دوسری طرف سے پھٹ کر تار تار ہو جاتا ہے۔ کھانے پینے کی تکلیف رفع نہ ہو ئی۔ لڑکے بچے دنیاوی ذلت و نکبت کی آگ میں پڑ کر چلانے لگے۔

پچاس روپے ماہوار کمانے والے شوہر کی بیوی شری متی شو نیا نگنی دیوی سمجھتی تھیں۔ کہاں سے زیادہ خوش نصیب عورت دنیا میں چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بمشکل ملے گی۔ اسی لیئے وہ زعم میں آکر اپنی ناک کی نتھ کو جو ولایتی موتی اور سرخ آویزے سے مزین تھی جس میں ولایتی پونڈ کا نصف سونا تھا وقتاً فوقتاً گھر کے تمام لوگوں کے ارد گرد بہت جوش و خروش سے گھماتی تھیں۔

منجھلی بہو جینتی چندر کی بیوی تھیں۔ ابھی تک اُن کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ وہ سوچتی تھیں کہ وہ صرف دو آدمی۔ اُن کے کھانے پینے میں خرچ ہی کتنا ہوتا ہے اس وجہ سے دوسرے کے ماتحت کیوں ہوں۔ مگر ان کے شوہر ناتجربہ کار شخص ہیں۔ اتنا کام کرتے ہیں جب وہ اس قدر محنت شاقہ سے کام لیتے ہیں تو ان کی بیوی کی عزت کیوں نہیں کیجاتی۔ کیوں گھر کے لوگ ان کی بیوی

کا حکم نہیں مانتے۔ اگر علیحدہ ہو کر ان کے شوہر اپنی کوششوں سے کام لیتے تو ان کے جسم پر زیور ہی زیور دکھائی پڑتا۔

دانیش کی بیوی کو ابھی دنیاوی جھگڑوں کی ہوا نہیں لگی تھی۔ وہ جوبن اور جوانی کے سحر پیکر اس میں ہلکورے لے رہی تھی۔ سولہ کلاؤں سے سمپورن تھی۔ پانچ کوڑی کی ابھی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ گھر کے جھگڑوں سے وہ بھی آزاد تھا۔ جہاں روگ سوگ و ردیلن اور دردمند دل کی صدائیں اور موت کا ہنگامہ یا شور و شر بپا ہوتا ہے وہاں لوک دھرم کا خیال نہ کرتے ہوئے بغیر کھائے پیئے اپنی تمام طاقت صرف کر دیتا ہے۔ گاؤں میں جب سادھو مہنت آتے ہیں تو وہ ان کے پاس جا کر بیٹھا رہتا ہے علی الصباح بدما من لگا کر وہ پرانایام سیکھتا ہے۔ جب ان تمام کاموں سے فرصت ملتی ہے تو ششپیش کو گود میں لے کر طرح طرح کے کھیل کرتا ہے جہاں انہیں پھول ملتے تھے ششپیش کی محبت میں پاگل بنا ہوا وہ وہاں ہی جاتا تھا۔ اور دل کھول کر پاک محبت کی بہاریں لوٹتا تھا۔ اس کا یہ سب کام اگرچہ قابل اطمینان تھا تاہم گھر کے لوگ زیادہ تر اس سے ناراض رہتے تھے۔

جو گھر بار والی ہیں جن کے بیٹے اور بہوئیں گھر میں ہیں ہمیشہ اشانتی میں بے اطمینان کی آگ جلاتی ہیں وہ سب جان بوجھ کر بھی اس آگ کو نہیں نکال سکتیں۔ اس کے دو سبب ہیں اوّل تو وہ کچھ مغرور ہیں۔ دوسرے دنیا کا اونچ نیچ نہیں سمجھتی کون کیا کہتا ہے؟ کون کسے بُری تعلیم دیتا ہے؟ کون کس طرف جا رہا ہے؟ ان باتوں کو وہ نہیں جان سکتیں تھیں۔ اس وجہ سے معقول اور مناسب انتظام نہیں کر سکتیں تھیں۔ رام کا عیب شام پر رکھ کر اسے دھمکیاں دیتی تھیں۔ جس کے اوپر وہ مہربان ہو جاتی ہیں۔ اسے وہ آسمان پر چڑھا دیتی ہیں

اور جس سے ناراض ہوتی ہیں اسے رساتل پہنچائے بغیر نہیں رہتیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ گھر کے لوگوں کو انتقام کے زنجیروں سے نہیں چھڑا سکتیں۔ جس گھر کی عورت منتظم نہیں ہے اس گھر کی حالت اس شوخ دیدہ نازنین سے مشابہ ہے۔ جو جوشِ جوانی میں اندھی ہو کر اپنا اور دوسروں کا ستیاناس کرتی ہے

چھٹا باب

کنوار کا مہینہ تھا۔ درگا پوجا کے دن تھے۔ موسم سرما کے شگفتہ پھولوں کی خوشبو ہوائی جہاز پر سوار ہو کر درگا پوجا کی آمد کے رقعے تقسیم کر رہی تھی اور قدرت شفالی کے پھولوں کا ہار زیبِ گلو کئے ہوئے خوشی کے پیار سے پھٹی پڑتی تھی۔ پانی سے خالی بادل بے فائدہ گرج گرج کر جوشِ مسرت سے چکر کاٹ رہے تھے۔ شبنم سے تر پنیر نسیم موجِ تبسم اٹھلاتی ہوئی پتوں سے گلے مل مل کر زبردستی موسم کے راگ الاپ رہی تھی۔ جنگل اور باغیچہ میں پھول۔ کھیتوں میں دھان اور تالاب میں کنول وکوکا بیلی کی لطیف خوشبو سے تمام گاؤں معطر و معنبر ہو رہا تھا۔

بنگال کے گاؤں جھگونتی کے آنسو کے جوش میں سرمست ہو کر سال بھر میں ایک بار فرحت افزا زیبائش سے آراستہ ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی وہی ہوا چھٹ کے دن پردیسی مسافر اپنے گھر آ رہے تھے۔ اُن کے نئے نئے لباس سفید ہستی کے ایک نئے باب کا آغاز کر رہی تھی۔ گاؤں کے در و دیوار مسرت کی بلائیں لے رہے تھے*

چھٹ کے دن داینش شام کو گھر آئے ہمیش چندر دو پہر ہی کو آ گئے تھے

دانیش میڈیکل کالج کی آخری جماعت پاس کر چکے تھے اور مظفر پور کے سرکاری شفاخانہ میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر مامور ہو چکے تھے۔ پُوجا کی چھٹیوں کے بعد وہ مُظفر پور جانے والے تھے۔

کلکتہ سے آتے وقت پردیس میں جو جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ بھی ساتھ ہی لے آئے تھے۔ طبیعت خوش کرنے اور دل بہلانے کی خاطر ایک دوست سے ہارمونیم باجہ بھی عاریتًا لے آئے تھے۔

شام ہونے والی تھی گاؤں کے پُوجا گھر میں باجے بجنے لگے تھے۔ دانیش کا اسباب ابھی تک گھر نہیں گیا تھا وہ بیٹھے ہوئے ہاتھ مُنہ دھو رہے تھے ماں فرطِ محبّت سے بیتاب ہوکر بار بار بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد جنیش چندر ستیش چندر اور شجیش کو گود میں لئے ہوئے پانچکوڑی بھی آگیا۔ دانیش نے بڑے بھائیوں کے قدموں کو بوسہ دیا پانچ کوڑی نے چھوٹے دادا کو پرنام کیا۔

دانیش نے شجیش کو گود میں لے لیا اور پیار کرنے کے بعد ایک گٹھڑی کھولکر اس میں سے شجیش کے کپڑے جُوتے اور کھلونے وغیرہ نکالے۔ لڑکا سب چیزیں ہاتھ میں لے کر چھوٹے کاکا کے پاس جانے کی کوشش کرنے لگا دانیش نے ہرچند اُسے اپنی گود میں بٹھانا چاہا۔ مگر شجیش نے چھوٹے کاکا کے پاس ہی آکر دم لیا۔ تب پانچ کوڑی شجیش کو وہی کپڑے پہنانے لگا۔

جنیش چندر نے دانیش سے کہا "تم اچھے تو ہو"

دانیش "ہاں اچھا ہوں مجھے ملازمت مل گئی ہے۔"

جنیش "کہاں"

دانیش "مظفر پور میں"

جتیش چندر "اتنی دور؟"

دانیش۔ "میں اپنی مرضی سے ہی اتنی دور جا رہا ہوں"

جتیش "کیوں؟"

دانیش۔ وہاں کی آب و ہوا نہایت صحت بخش ہے

ستیش "پچھم میں ہمارے یہاں کی طرح ملیریا وغیرہ کا خوف نہیں"

پانچ کوڑی ستیش کو جوتا پہنا رہا تھا تسمے باندھتے باندھتے بولا۔ آپ کب وہاں جائیں گے؟

دانیش پوجا کے بعد ہی۔ کیوں؟

پانچ کوڑی "میں بھی چلونگا"

ستیش۔ (ہنس کر) اچھی بات ہے۔ وہاں سادھو سنیاسی بکثرت ملیں گے

پانچ کوڑی نے شرمندہ ہو کر گردن نیچے جھکا لی۔

جتیش۔ تو اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ نوکری کا سب ٹھیک ٹھکانہ ہو جائے تو پانچکوڑی کو لے جانا۔

ستیش۔ وہاں جاکر یہ کیا کرے گا؟

جتیش دانیش کے پاس کچھ عرصہ رہنے سے اگر کسی قدر ڈاکٹری سیکھ جائے تو چار پیسے کھانے کمانے کے لائق ہو جائے گا"

ستیش جتنے کام ہیں۔ اُن میں سے ڈاکٹری بہت مشکل ہے"

جتیش۔ یہ تو صحیح ہے۔ مگر بہت سے حکیم۔ ڈاکٹر جنہوں نے نہ تو کچھ مطالعہ کیا ہے نہ قاعدہ طور پر ڈاکٹروں کے پاس ہی کچھ سیکھا ہے خوب پیدا کرتے ہیں اور مریضوں کو بھی ان کی دوا سے صحت ہوتی ہے

اس مضمون پر پھر کسی نے اور کوئی بات نہیں کی اتنے میں پانچکوڑی

کی نگاہ کپڑے سے ڈھکے ہوئے ہارمونیم پر پڑی۔ دانیش سے پوچھنے لگا۔
چھوٹے دادا کیا وہ ہارمونیم ہے؟
ستیش۔ (قہقہہ مار کر) ہاں ہارمونیم ہے۔ ڈاکٹری کرنے جاتے ہیں نا باجہ بجا کر مریضوں کو سنائیں گے۔
دانیش (ہنس کر) ہارمونیم ہی ہے۔
پانچکوڑی نے اسی وقت وہاں سے باجہ اٹھایا۔ اور چراغ کی روشنی میں اچھی طرح دیکھ کر کہا واہ! یہ تو نہایت عمدہ ہارمونیم ہے۔
شچیش بول اٹھا چھوٹے کاکا ہارمونی باجہ!
پانچکوڑی نے بائیں گود میں شچیش کو لے کر دائیں ہاتھ سے باجہ کو دبا لیا اور وہاں سے باہر کیطرف چلا۔
دانیش لا رکھ دے۔ پرائی چیز ہے۔ کہیں ٹوٹ نہ جائے
"ابھی لیے آتا ہوں" یہ کہتے ہوئے پانچکوڑی باہر نکل گیا۔ ماں بھی اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ بولی یہ اتنا بڑا ہو گیا۔ مگر ابھی تک اسے بھلے برے کی تمیز نہ آئی مجھے اب یہی سوچ رہتا ہے۔
جتیش چندر پانچکوڑی کو فی الحقیقت بہت پیار کرتے تھے۔ بولے وہ سب سے چھوٹا ہے اسی وجہ سے سب کا دلارا ہے۔ بڑا ہو گا۔ تو سب جان جائیگا تمیز و عقل آجائے گی۔ دانیش ذرا مظفرپور میں جم جائیں تو اسی کے ساتھ بھیج دینگے
ماں۔ مظفرپور کیا بنگال میں نہیں ہے؟
جتیش (مسکرا کر) نہیں
ماں۔ پھر کہاں ہے؟ ولایت میں ہے کیا؟ بھلا وہاں جانے سے ذات پات اور دھرم میں تو کوئی فرق نہیں آتا؟

جنیش نہیں ماں! مظفر پور بنگال میں ہی ہے پچھم کیطرف بہت دور بھی نہیں ہے
پانچ روپیہ کرایہ پڑتا ہے۔ دو دن کا راستہ ہے۔
ماں۔ کیا تنخواہ ملے گی ؟
دانیش چندر نے جواب دیا۔ ابھی تو ڈیڑھ سو ملیں گے۔ مگر جلد ہی ترقی ہو جائیگی
ماں۔ ڈیڑھ سو! تو تو ابھی لڑکا ہے پتھے ڈیڑھ سو کون دیگا۔
دانیش کو ماں کی اس بات پر بے ساختہ ہنسی آگئی۔ مگر کچھ بولے نہیں
جنیش نے کہا۔ پڑھا لکھا ہے ہوشیار ہے۔ دیگا کیوں نہیں ؟
ماں۔ (خوش ہوکر) بھگوان تم لوگوں کی عمر دراز کرے۔ کماؤ کھاؤ۔ مل جل کر رہو
یہی دیکھ کر میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوگا۔ کل ست نارائن کا پرشاد تقسیم کرنا ہوگا ٹھاکر جی
ہم سب کی رکھشا کریں۔

ساتواں باب

رات کا وقت تھا۔ مشکل پکش کی چھٹہ کا چاند غروب ہوگیا تھا پوجا کی چہل
پہل اور دھوم دھام سب کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ لوگوں کے شور و شر سے
بھر پور گانوں میں خموشی کا تخت تھا۔ سب شکم کی نیند سو رہے تھے۔ مسافر اور
راستہ دونوں رات کے امن پر سکون سناٹے میں خموشی کی گود میں آرام کر
رہے تھے۔ صرف بینو کے درخت پر بیٹھے ہوئے چند پرندے رہ رہ کر بول اٹھتے
تھے کبھی کبھی آم کی شاخ پر بیٹھا ہوا پپیہا بھو بات کہو کہہ کہہ کر اپنی مشتاق
آواز سے اسی پرانے افسانہ کی یاد کر رہا تھا۔ اور کوئل کا مان توڑنے کی کوشش
میں سرگرمی دکھا رہا تھا۔ چونکہ روز اوّل سے جمع شدہ اثرات میں بھری کی

ہوئی تھی۔ اِدھر دانیش کی بے ترتیب خواب گاہ میں ہارمونیم کے سُروں میں بھاگ کا نغمہ نکل رہا تھا +

کمرے کے اندر شیشہ کا لیمپ جل رہا تھا۔ اور ہوا کے جھونکے اپنے ساتھ شفالکا کی بوئے خوش اُڑاتے ہوئے مشام جان کو معطر کر رہے تھے +

دانیش بستر پر پڑے ہوئے ہارمونیم کے سُروں میں "چتون ناہیں بدل گئیں انکھیاں" گے بجا رہے تھے اِن کے پاس ہی شانتی ایک خوبصورت و باریک چادر میں گلاب کی نوخیز کلی کی طرح مُنہ لپیٹے ہوئے پڑی تھی +

دانیش چندر نے بجاتے بجاتے جب بیوی کے منہ سے اپنے بجانے کی تعریف نہ سُنی اور واد نہ پائی۔ تو بجانا بند کر دیا اور شانتی کے منہ سے وہ چادر کھینچ لی شانتی مسکرا کر اُٹھ بیٹھی باد مخالف کے ایک جھونکے سے نیلگوں بادل ہٹ گئے بسنت کی پُورنماشی کا چاند بادلوں کی قید سے آزاد ہو گیا۔ تو بھی دانیش کی گستاخی کم نہ ہوئی۔ شانتی ذرا مسکرا کر اُٹھ بیٹھی۔ اِس مسکراہٹ میں بے مثل نزاکت اور ملاحت تھی۔ وہ معجون حسُن جو دل کے لیئے نہایت طراوت بخش تھا۔ دم بھر کے لیئے شباب کی آنچ پا کر جوش زن ہو گیا شانتی کے سادہ لباس میں نوخیز شباب کی ملاحت تم سکے اردگرد بڑی تمکنت کے ساتھ جسم کے تمام اعضا میں خوبصورتی کے رس سے بھرپور ہو کر طرح طرح کے جوش دکھا رہی تھی +

دانیش چندر کو مُسکراہٹ کی اِس دلفریب جھلک نے متوالا بنا دیا۔ مگر وہ حسُن دلآویز اُن کے دل کے اندرونی حصّوں کو تیر کی طرح نہ چھید سکا۔ اُس حسُن کو دیکھ کر وہ ذرا دیر کے لیئے بیخود ہو جاتے تھے۔ مگر دل کے اندر جو غیر آسودہ روح پوشیدہ ہے وہ خشک کلی کی طرح مُرجھا جاتی تھی وہ دل ہی دل میں کہتے۔ اتنا حسُن۔ اتنی آب و تاب۔ ایسی دلفریب ملاحت!!

مگر اُسے افسوس ... [illegible] ہنر اور ناز و انداز کا نام نہیں ٭

دانیش [illegible] کا معیار صرف یہی تھا۔ ناول پڑھنا۔ شعر کہنا کو یربٹ گِنّا اور ہارمونیم بجانا۔ محبت کے رس میں ڈوبا ہوا خط لکھنا۔ غرضیکہ سینے جاگتے ہر وقت محبت کے خواب دیکھنا گاؤں کی ہٹ وخیالات میں پرورش پائی ہوئی لڑکی نے یہ سب سیکھا نہیں اور نہ شرم وحیا سے کبھی سیکھنے کی ہمت ہی کی ٭

شانتی ۔ اُٹھ کر بیٹھ گئی دانیش نے اس کا جوڑا پکڑ کر کھینچا۔ وہ کھل گیا۔ اور چوٹی کالی ناگن کی طرح پیٹھ پر لہرا لہرا کر بل کھانے لگی ۔ ریشم کے پھول ذرا سی حرکت سے بکھر گئے ۔

شانتی نے پھر اسی دلفریب مسکراہٹ کی جھلک دکھا کر کہا "یہ کھینچا کھانچی کیوں ؟"

دانیش چندر بھی ہنسے ۔ اور کہا "تم ہمارا باجہ کیوں نہیں سُنتی تھی تو کیا کان بند کئے تھی ؟"

دانیش چندر نے سنجیدگی سے کہا "تم تو گانا سمجھتی ہی نہیں "

شانتی ہنسی ہنسی کی شعاع اس مرتبہ کسی قدر زیادہ تھی ہنستے ہنستے بولی " اسی وجہ سے تو سنتی نہیں ۔"

دانیش ۔ یہی تو مجھے دُکھ ہے انسان کو تھوڑی تھوڑی سی دسترس ہر فن میں ہونی چاہیئے ۔

شانتی ۔ کیوں ؟ اس سے کیا ہوتا ہے ۔

دانیش طبیعت خوش رہتی ہے ۔

شانتی کیوں

دانیش اب یہ تمہیں کیونکر سمجھاؤں ۔ موسیقی ۔ شاعری اور سائینس یہ سب

کسقدر مسرت بخش چیزیں ہیں۔ یہ تم کیسے سمجھ سکتی ہو۔ کیونکہ تم بالکل جاہل ہو!
مکان دھونا۔ اُسے آراستہ کرنا۔ کھانا پکانا۔ ٹھاکر جی کی پوجا کرنا
آپ کے لیئے پان بنانا۔ اور پھر آپ کی خدمت کرنا۔ یہ سب عورتوں کے لیئے
کسقدر مسرت بخش ہیں اسے آپ کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں اگر آپ نے بھی عورت
کا جنم پایا ہوتا۔ تو سمجھتے!

تم قطعی جاہل ہو۔ اسی وجہ سے ایسی باتیں کہتی ہو

شریمان بڑے پنڈت ہیں۔ اس وجہ سے ایسا فرماتے ہیں+

عورتیں کیا انسان نہیں ہیں۔ مرد و عورت کی عقل یکساں ہوتی ہے
اگر عورتیں تعلیم پائیں۔ تو وہ بھی مردوں کے ہمسر ہو سکتی ہیں

شانتی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی روکے نہ رکی۔ تعلیم کی روشنی
سے منور دانیش کو یہ بے محل ہنسی نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ شانتی نے ہنستے ہوئے
کہا۔ نہیں نہیں۔ جس عقل سے عیش و عشرت کا لطف بڑھتا ہے وہ خاصیت
عورتوں میں نہیں ہوتی

دانیش نے چیں بہ جبیں ہو کر پوچھا "تمہاری سمجھ میں وہ خواص کیا ہے؟ شانتی کی ہنسی
اب تک نہیں رکی تھی۔ ہنستے ہوئے بولی "مونچھ"

دانیش کو خوب غصہ آگیا۔ غضب ناک لہجہ میں بولے "تعلیم نہ پانے کا پھل
مونچھ کو نپ" بھی کیا کوئی خاصہ ہے"

شانتی نے اسی خندہ پیشانی سے ہنستے ہنستے جواب دیا۔ تم لوگوں کے
شاستر کے مطابق جب یہ ایک خاصہ نہ ہونے ہوئے بھی عورتوں کے لیئے نہیں
اُن لوگوں کے دلوں میں تمہاری طرح عیش و عشرت کی خواہش بھی نہیں ہے"

دانیش تمہاری باتیں بے سر پیر کی ہوتی ہیں۔ سب مرد بھی تو تعلیم یافتہ نہیں ہوتے

دیکھونا ہمارے دیس کے برہمن اور پنڈت وغیرہ بلاس یا سنا کو دُور کرنے کی خواہش کرتے ہیں +

دانیش بہت پڑھے - بات بدلنے کے لیئے بولے - ہیں پُوجا ختم ہونے کے بعد کیمپ چلا جاؤنگا تم کیا کرو گی؟

بہتے ہوئے پانی کی روانی جس طرح یکایک باندھ باندھ دینے سے رُک جاتی ہے - اسی طرح شانتی کی ہنسی کا سوتا بھی یکایک رُک گیا - شوہر کے منہ کیطرف ساکن نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی "پُوجا کے بعد ہی جاؤ گے ؟"

دانیش - ہاں ؟

شانتی - اور مرتبہ تو پُوجا کے بعد بھی بہت دنوں تک رہتے تھے +

دانیش پہلے جب تک کالج بند رہتا تھا - مگر اب تو نوکری ہے - اب کیسے رہ سکتا ہوں تم میرے ساتھ چلو گی ؟

شانتی - ہرج کیا ہے ؟ اگر لے چلو گے تو کیوں نہ جاؤں گی +

دانیش اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے - انہیں اُمید تھی کہ اس سفر کے موقعہ پر درد و ہجر کا رقت اثر اور پُرسوز ناٹک ہوگا کتنی ہی سرد آہیں بھری جائیں گی سوز و گداز کی کتنی ہی باتیں سننے میں آئینگی - یہ دیس میں ساتھ لے چلنے کے لیئے کتنی ہی خوشامدانہ تقاریر ہونگی ساتھ نہ لے چلنے کے لیئے خودکشی کا خوف دکھایا جائے گا مگر اس جواب سے ان کی تمام آرزوؤں پر جیسے اوس پڑ گئی شانتی نے ذرا سی بات کہکر اتنے بڑے افسانہ کا خاتمہ کر دیا - دانیش کے لیئے یہ جواب کسی طرح تسلی بخش ثابت نہ ہوا - بھلا یہ بھی کوئی جواب ہے ؟ لے چلو گے تو چلوں گی - چھوڑ جاؤ گے تو یہیں رہوں گی - جو تمہاری مرضی اسی میں میں خوش ہوں - تمہیں جس میں سہولیت ہو میں بھی وہی چاہتی ہوں گی

افسوس! داینش نے اُس سیدھے سادے دل اور اس لافانی ولامحدود محبت کی قدر و قیمت نہیں جانی وہ چھوٹی سی ندی کا بہتا ہوا پانی نہیں تھا بلکہ بے پایاں سمندر کا تسکین بخش اور حیات بخش آب رواں تھا جو معمولی سورج کی گرمی سے خشک نہیں ہوتا۔ جسکو معمولی ہوا کا جھونکا ہلا نہیں سکتا

شانتی۔ جانتی تھی کہ شوہر دیوتا ہیں وہ اپنے فرائض کی تکمیل میں جو کچھ مناسب سمجھتے ہیں اسکو اچھا سمجھنا عورت کا دھرم ہے۔ شوہر کی محبت کوئی بازاری سودا نہیں۔ جو ہر شخص کو دکھائی جا سکے شوہر کی محبت محض جسمانی میل ملاپ کا نام نہیں میٹھی میٹھی باتیں کرنے کے لئے نہیں ہے۔ مگر داینش یہ نہیں سمجھ سکے۔ انہوں نے سمجھا کہ یہی گنوار۔ غیر تعلیم یافتہ کو سمجھنا اُن کے جیسے تعلیم یافتہ کے خیالات ہرگز نہیں اس غلطی میں پڑھکر بہتوں نے اپنے پاؤں آپ کلہاڑی ماری دنیا ناس ہو گیا۔ داینش کا بھی ہوگا یا نہیں یا یہ اندیشہ رہ جاتے!

داینش اگر سمجھ سکتے پہچان سکتے۔ تو انہیں معلوم ہوتا کہ جیسے شروع موسم بسنت کے دنوں میں شام کے جھٹپٹے میں ہوا سایہ دار جنگل میں متوالی ہو کر بہتی ہے اسی طرح شانتی کا دل محبت کے بوجھ سے آہستہ آہستہ کانپ رہا ہے اور اس کی نیم باز آنکھوں میں ایک لطف آمیز شیرینی موجود ہے۔

آٹھواں باب

پنچمی۔ کے دن علی الصباح باجوں کی شہنائی اور دلکش جھنکاروں سے تمام گاؤں گونج اٹھا تھا نئے نئے دلفریب کپڑے پہنے لڑکی لڑکوں کی جماعت ٹھاکر جی کے درشن کے لئے پوجا مندر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ شیخیش

کر اچھی طرح کپڑوں لتّوں سے سجا کر پانچ کوڑی اپنی گود میں لے کر مندر کی طرف چلا۔ جگدیش چندر نے بیوی سے کہا؟ اگر زندہ رہا۔ تو لڑکا نہایت صاحب اقبال ہوگا بڑی بہو مسکرا کر بولیں۔ لڑکے ہی صاحب اقبال اور انسان ہوتے ہیں۔ کہیں گھوڑے گدھے تو ہوتے نہیں ۔

جگدیش چندر کو بھی ہنسی آگئی ہنستے ہنستے بولے وہ بات نہیں۔ انسانوں کی طرح انسان ہوگا۔ لکھنا پڑھنا سیکھ کر چار پیسے کما سکے گا ۔

شو نیا مگنی دیوی منہ چڑھا کر بولیں۔ اپنے لڑکے کو دیکھکر سب ایسی ہی امیدوں کے قلعے بناتے ہیں۔ مگر بہت کم لوگوں کی امیدیں اور جتنے پورے ہوتے ہیں پھر جو ہو اس مرتبہ جیسے جگدیش کے لئے روپیہ رکھا ہے اسی طرح ہر مہینے رکھنا۔ کہیں بھول نہ جانا میرے ستیش کا خیال رکھنا۔ آج کل جیسے بُرے دن آگئے ہیں اور زمانہ کی حالت جیسی نظر آرہی ہے اس سے کسی سے کوئی امید رکھنا سراسر نادانی ہے۔

سر جھکا کر جگدیش چندر نے کہا۔ میں جو کچھ لایا تھا۔ وہ سب تمہارے حوالے کرچکا۔ اب میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔

شو نیا مگنی! تمہیں ضرورت ہی کیا ہے۔

جگدیش کیوں ضرورت کیوں نہیں؟ ابھی کپڑے وغیرہ خریدنے ہیں۔

شو نیا مگنی کپڑا تو ایک جوڑا ہے ۔

جگدیش۔ ایک سے کیا ہوتا ہے؟ اس کے علاوہ ابھی کسی کو کچھ دیا لیا نہیں۔ ہرا کا کی ماں کو ہر سال ایک کپڑا دیا جاتا ہے اس سال بھی دینا ہوگا۔ وہ بھی ابھی تک نہیں خرید اگیا ۔

شو نیا مگنی تمہیں کیا کروں؟ مجھے جو کچھ دیا ہے اس میں سے ایک پیسہ بھی باقی دو مہینہ کے جگدیش کے کھانے میں جمع ہو گیا ۔

جنیش۔ اس کہنے سے کام نہیں چلے گا۔ تین سو روپے ہیں ان میں سے دو سو تم رکھو نشیا مجھے دیدو۔

شو نیا نگنی۔ ایک پیسہ بھی نہیں

جنیش۔ تو یہ کام کیونکر چلیں گے؟ دوکان دار کو دینا ہے۔ کلو کے تیل کی قیمت دینی ہے۔ زمینداری کا لگان ابھی تک باقی ہے۔ یہ سب کہاں سے دیا جائیگا اسکے علاوہ پوجا کے دن ہیں۔ خرچ کے پیسے بھی کچھ چاہیئے۔ اگر سو روپے دیدو تو اسی میں یہ کام کام نپٹ جائیں گے۔

شو نیا نگنی۔ تو آپ روپے مجھے کیوں دیدیئے؟

جنیش۔ یہ تو کوئی بڑا قصور نہیں کیا؟

شو نیا نگنی۔ تو مجھے اب زیادہ نہ جلاؤ۔ میں ایک پیسہ بھی نہیں دونگی۔ نہیں دونگی

جنیش۔ اور یہ کام خرچ؟

شو نیا نگنی۔ کیسا خرچ؟ کھیت میں دھان ہوا ہے اسے بیچ ڈالو۔

جنیش۔ کھانے پینے کا خرچ کیونکر چلے گا

شو نیا نگنی۔ نیا دھان ہوگا۔

جنیش۔ نئے دھان سے سال بھر کا کام کیونکر چلے گا؟

شو نیا نگنی۔ تمہاری سمجھ پر پتھر پڑے ہیں سب کا خرچ تمہیں اکیلے برداشت کرو گے دھان بیچ کر کام چلاؤ۔ تمہارے چھوٹے بھائی ڈیڑھ سو کے نوکر ہوئے ہیں نہ ہو تو انہیں کے روپے سے چاول خرید لینا۔

جنیش چند رکچھ اور کہنے والے تھے۔ مگر بیوی کے غصّے کا پارہ حدِ اعتدال سے زیادہ دیکھ کر کہنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ چپ چاپ باہر چلے گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ بیوی کے ہاتھ سے ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے۔

نواں باب

باہر جا کر دیکھا۔ تو کلّو تیلی بیٹھا ہُوا تھا۔ اِدھر مالکن نے کہلا بھیجا۔ کہ کلّو کا حساب بے باق کر دیا جائے۔ جتیش چند رنے کلّو کا حساب کیا تو گیارہ روپے نو آنے نکلے۔ "اچھا کل لے جانا"۔ کہہ کر جتیش چند رنے اُسے ٹال دیا اُسکے جانے کے کچھ دیر بعد ہی گوالن دودھ کا حساب لیکر آئی۔ اُس کے بائیس روپے آٹھ آنے نکلتے تھے۔ "اُس کو بھی کل لے جانا"، کہہ کر ٹالا تھوڑی دیر بعد بنیا آیا۔ اُس کا روپیہ سو کے لگ بھگ تھا مچھلی والی آئی۔ دھوبی آیا۔ کہار آیا۔ مگر جتیش چند رنے سب کو اسی طرح ٹال دیا۔ ٹال تو دیا۔ مگر پُوجا کا موقع تھا اسوقت سب کو دئے بغیر کام نہیں چلتا۔ جو کچھ لائے تھے وہ شونتیا گنی دیوی کی نذر ہو گئیں۔ اب کیا تدبیر کیجائے اِسی غور و فکر میں جتیش چند را اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی بیوی پر بہت غصّہ آتا تھا۔ مگر جیسے شونتیا گنی دیوی کی مایا موہ کا خیال آتا۔ تو تمام غصّہ کافور ہو جاتا تھا۔

عین اِسی وقت ستیش نے کسی کام سے اُس کمرے میں قدم رکھا ایسے بھائی کو اِس طرح مغمُوم و متفکر دیکھ کر بولے۔ کیا آپ کی کچھ طبیعت خراب ہے ایک روکھی پھیکی ہنسی ہنس کر جتیش چند رنے کہا "نہیں تو"

ستیش۔ تو پھر آپ اسقدر متفکر کیوں نظر آ رہے ہیں

جتیش۔ کیا کہوں بڑی فکر میں ہوں۔ اِس مرتبہ ایک پیسہ بھی نہیں لا سکا اور لوگوں کو یہ کہکر ٹال دیا ہے۔ کہ کل دونگا۔ اب یہ فکر ہے کہ کل وہ آئینگے تو کہاں سے دیا جائیگا

ستیش ہاں فکر کی بات تو ضرور ہے۔ مگر تدبیر

جنیش۔ پُوجا کے دن ہیں۔ کہیں سے قرض بھی نہ ملیگا۔

ستیش۔ ہاں قرض نہیں مل سکتا +

جنیش۔ دھان کسقدر رہا ہے؟

ستیش۔ بیچئے گا کیا؟

جنیش۔ مجبوری اور بے بسی کی حالت میں یہی کرنا پڑیگا دوسری کوئی تدبیر ہی نہیں ہے +

ستیش۔ تقریباً سو روپے کے ہونگے +

جنیش۔ نیا دھان ہوگا؟

ستیش۔ اگر کاتک میں بارش ہوگئی تو چار پانچ مہینوں کا خرچ چل جائیگا

جنیش۔ جو نصیب میں ہے وہی ہوگا۔ اب کل صبح ہی دھان بیچ ڈالنا چاہیے

ستیش اگر آج شام تک ہی کوئی لینے والا مل گیا تو آج ہی بیچ دونگا +

جنیش۔ ٹھیک ہے کل اُن لوگوں کا روپیہ دے ہی دینا چاہیے +

دسواں باب

اشٹمی کے دن بوڑھا مندر کے نیوتے میں عورتیں بلائی گئیں۔ بڑی بہو چھوٹی بہو کپڑے پہن کر تیار ہوگئیں۔ منجھلی بہو نہیں جائینگی + نہ جانے کا سبب کسی کو معلوم نہیں ساس نے جا کر بہت سمجھایا۔ سہاگن عورتوں تک اشٹمی کا مہاپرشاد نہ کھانے سے پرائشچت ہونے کا خوف بھی دکھایا مگر بہو کسی طرح جانے پر راضی نہیں ہوئیں۔ تب جینتی نے کوشش کی مگر وہ بھی بے سود

ثابت ہوئی۔ اتنے میں گھر کی خادمہ نستارا آئی۔ اس نے بھی منجھلی بہو کو سمجھایا بجھایا۔ مگر کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ وہ بھی ہار مان کر الگ ہوئی۔ مگر نہ جانے کی اصلی وجہ جان گئی۔ اس نے کہا:- کہ اچھے زیور اچھے کپڑے نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے بہو رانی نہیں جائینگی۔

جینتی۔ ہائے بھگوان! یہ کیسی بات ہے جس کے پاس اچھا کپڑا۔ اور اچھا زیور نہیں ہوتا وہ کیا نیوتے نہیں جاتی۔ جاؤ بہن! سدا ایسے دن نہ رہیں گے۔ زیور بھی ہوگا کپڑے بھی ہونگے اور کپڑے زیور کس کسی کے پاس ہوتے ہیں یہ سال بھر کا نیوتا رہے۔ ایسا نہیں کرتے چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح جھپٹ کر منجھلی بہو نستارا سے بولیں کیوں ری تجھ سے یہ بات کس نے کہی دن دونی سر پہ چڑھتی جاتی ہے

نستارا نے خاموش رہنے ہی میں مصلحت سمجھی۔ اس لیے سناٹا کھینچ لیا

بڑی بہو نے کہا۔ تو پھر کیوں نہیں چلتی ؟

منجھلی بہو نے منہ بنا کر جواب دیا۔ میری مرضی!

بڑی بہو۔ تیری مرضی! بھلے گھر کی بہو اگر اپنی مرضی پر چلے گی تو کیسے نبھے گی؟

منجھلی بہو۔ نہ نبھے گا تو نہ سہی۔

بڑی بہو۔ وہ سنیں گے تو کیا کہیں گے ؟

منجھلی بہو۔ کہیں گے کیا؟ کہیں گے تو سنیں گے ہی!!

جینتی۔ بولی منجھلی بہو یہ کیا؟ وہ تمہارے جیٹھ ہیں۔ انہیں کوئی ایسی بات کہتا ہے۔

منجھلی بہو۔ ہمیں کسی کے اپدیش کی ضرورت نہیں!

جینتی۔ نہیں ایسا نہ کہو۔ تم کیا کوئی دوسری ہو۔ تم جو بات نہ سمجھو گی۔ ہم سب آ کے سمجھائینگے۔ اگر تم کوئی برا کام کروگی تو تمہیں ڈانٹیں گے بھی تم ہماری چھوٹی بہن کے

برابر ہو +
منجھلی بہو - میں سب جانتی ہوں -
جینتی! پھر جان بوجھ کر ایسا کیوں کرتی ہے -
منجھلی بہو! کیا کرتی ہوں
جینتی - پاگل پن!
منجھلی بہو! پاگل ہوں - اس لیے پاگل پن کرتی ہوں
جینتی - خیر! پاگل ہی سہی! جا اب کپڑے پہن لے - جلد جا - وہ سب کھڑی ہیں +
منجھلی - میں نے تو کسی سے کھڑے رہنے کی درخواست نہیں کی
جینتی تو نے تو نہیں کہا - مگر وہ سب تجھے چھوڑ کر کیونکر چلی جائیں +
منجھلی بہو - اپنے پیروں سے!

چھوٹی بہو کو ہنسی آگئی - ہنستے ہنستے بولیں " اور بڑی بہو تمہارے کندھے پر چڑھ کر جانے کے لیئے کھڑی ہیں +

چھوٹی بہو (شانتی) باتوں پر سب کھل کھلا کر ہنس پڑیں - صرف بڑی بہو غصہ میں بھری ہوئی شیرنی کی طرح گرج کر بولیں " چھوٹے گھر کی لڑکی اور اس قدر گھمنڈ! ابھی تو خصم کی نوکری بھی نہیں لگی - پتھر پڑ جائیں گے پتھر! "
جینتی (چونک کر) رام رام! بہن! کوئی ایسی بات بھی کہنا ہے - ایک دھیمی روشنی کی طرف ہم لوگ منہ پھیلائے دیکھ رہے ہیں - اگر ماتا درگا کی کرپا ہوئی تو ہم سب سکھی ہونگے +
بڑی بہو - جو ہوگا سو ہوگا - مگر میں کسی کا غرور نہیں دیکھ سکتی!
جینتی - گالی دینا ہو - تو اسی کو دو - جڑ پکڑ کر کھینچا تانی کیوں کر رہی ہے +
اتنی دیر میں سنتیش کو لیئے ہوئے چاروں بھائی نیوتہ کھا کر لوٹ آئے جنیش چندر

نے نستارے سے کہا۔ سب ابھی کھڑی کیوں ہیں جاتی کیوں نہیں!
نستار۔ منجھلی بہو نہیں جاتیں۔ اِسی سے کوئی نہیں جاتا۔
جتیش۔ وہ کیوں نہیں جاتیں؟
نستار۔ کیا جانے بابو ہم گریب آدمی یہ سب کیا جانیں؟
جینتی نے کہا۔ آج کل کی بہو بیٹیوں کی مایا جاننا بہت مشکل ہے۔
ستیش چندر گھر کے اندر گئے۔ منجھلی بہو بھی اُن کے پاس پہنچیں۔ ستیش چندر باہر چلے گئے۔
شچیش چندر پانچ کوڑی کی گود میں تھا۔ جینتی نے شچیش کو پیار کر کے کہا بیٹا بہو تو کھا آیا ٹھاکر جی دیکھے تجھے ہے کیسے تجھے بیٹا۔
شچیش نے اپنے چھوٹے چھوٹے دانت باہر نکالکر آنکھیں چڑھالیں سب ہنس پڑے۔
جینتی نے پکار کر کہا۔ ستیش! بہو کو بھیجو بڑی دیر ہو گئی۔
ستیش نے جواب دیا۔ وہ نہیں جائے گی!
جتیش۔ ہائے بھگوان! اشٹمی کے دن سہاگن بہو پرشاد نہیں کھائے گی۔
ستیش۔ (غصّہ ہو کر) سُہاگن بدھوا ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ ہماری بھی جان چھوٹے اور اِسے بھی چھٹی مل جائے!
جینتی۔ رام رام کوئی ایسی بات کہتا ہے۔
بالآخر مجبور ہو کر بڑی بہو اور چھوٹی بہو نستارے کے ساتھ چلی گئیں۔ جینتی گھر کے کام میں مصروف ہوئی پانچ کوڑی شچیش کو لیکر باہر کے کمرے میں چلا گیا۔

گیارھواں باب

سب کے چلے جانے پر ستیش چندر نے اپنی بیوی سے کہا۔ جو ہو مگر تم بھی بھلی نہیں ہو۔

منجھلی بہو کا منہ مارے غصّہ کے لال ہو رہا تھا۔ شوہر کی یہ بات سُنکر کچھ کبیدہ خاطر ہوکر بولیں ”ہاں بھلی نہیں ہوں۔ مگر تمہیں میں بہت ہی بُری ہوں تمہیں بیکے بھیجدو تم اچھوں کو لیکر رہو“

ستیش۔ میں کہاں بھیجدوں۔ تمہاری جو مرضی ہو۔ کرو!

منجھلی بہو۔ میری قسمت ہی پھوٹی ہے۔ جو سب مجھے دیکھ دیکھ کر جلتے ہیں۔ رام کرے میں مرجاؤں۔ ہے بھگوان! تم مجھے اٹھا لو۔

منجھلی بہو کی بڑی بڑی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ بیوی کے آنسو دیکھ کر ستیش کا دل بہت ہی دُکھی ہوا۔ کچھ نرم ہوکر درد انگیز لہجہ میں بولے ”تم بڑی ناسمجھ ہوگئے“

منجھلی بہو۔ جسکی قسمت پھوٹی ہوتی ہے۔ اُس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔

ستیش۔ سب نیوتے میں گئے۔ تم کیوں نہیں گئیں۔

منجھلی بہو۔ کیا میں ننگا رہنے کیلئے گئی گذری ہوں!

ستیش۔ یہ کیا۔ اس کا کیا مطلب ہے

منجھلی بہو۔ تمہارا اچھے کپڑے پہن کر آئی اور میرے پاس ایک بھی اچھا کپڑا نہیں

ستیش۔ تو اس سے کیا؟ اُس کا دلائی ہے۔ تمہارا ایسی!

منجھلی بہو۔ اور منجھلی بہو چھوٹی بہو کے پاس بھی تو اچھے کپڑے ہیں۔

ستیش۔ دادا نے اس میں تھوڑی سی غلطی کی۔ تمہارے اور چھوٹی بہو کے لیے

ایک طرح کا کپڑا لاتے۔ اور منجھلی بہو کے لیے کسی اور طرح کا۔ پھر کپڑے کا کیا ہے کپڑے تو سب برابر ہیں گے
منجھلی بہو۔ میرے ہاتھوں میں تین چوڑیاں رہ گئیں اور وہ بھی ٹوٹی ہوئیں کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ مگر چھوٹی بہو کی پاس نئی چوڑیاں تھیں پھر بھی ایک سٹ اور آ گیا۔
ستیش۔ وہ تو منجھلے دادا نہیں لائے۔ بڑی بہو نے دی ہیں
منجھلی بہو۔ کسی نے دی ہوں۔ مگر جانتے ہو کیوں دی ہیں
ستیش۔ نا۔
منجھلی بہو۔ اس کا شوہر پڑھا لکھا ہے۔ اور ڈیڑھ سو ماہوار کا نوکر ہو گیا ہے اسی سے۔
ستیش۔ اس میں تو ہمارا ہی بھلا ہے!
منجھلی بہو۔ ہوں! تمہاری سمجھ ایسی ہی ہے بھلا ہے۔ کیسے بھلا ہے؟
ستیش۔ مہینے مہینے بہت سے روپے بھیجے گا۔ اس سے ہمارا سنسار اچھی طرح چلے گا دکھ دور ہو جائے گا۔
منجھلی بہو۔ ہوں بھیجے گا اور تمہاری کمائی کیا یونہی چلی جایا کریگی۔ رات دن محنت کر کے کما کر جو دیتے تھے اسے بغیر منہ بنائے نہیں لیتے۔
ستیش۔ یونہی کیوں چلی جایا کرے گی۔ کیا اس مرتبہ دھان کم ہوا! اس دن حساب لگایا تھا۔ تمام خرچ نکال کر سو روپے بچے ہیں۔
منجھلی بہو۔ پھر اس سے تمہیں کیا؟ رات دن ہڈیاں توڑ کر جو کھیتی کرتے ہو۔ اس میں کون سا بڑا انعام پایا۔ اور اس دھان میں سے تمہیں بھی ایک پیسہ ملا جس کے لیے تم نے اپنا خون پانی ایک کر دیا۔ پردیس سے کتنا روپیہ آیا کتنا خرچ ہوا کس

کس قدر صد وقت میں گیا یکسی نے نہ جانا کسی نے نہ پوچھا اور تم سے کوڑی کوڑی کا حساب پوچھا جاتا ہے۔ اتنے پر بھی ایک پیسہ خرچ کو نہیں ملتا۔ سب کی باتیں سنتے سنتے کلیجہ پک گیا۔ اس گھر میں بھیکو اور تم ہیں۔ نستار اور مجھ میں کوئی فرق نہیں

بسنت رت کے بادلوں سے خالی صاف شفاف آسمان میں یکایک چاروں طرف سے سیاہ بادل گھر گھراتے ہوئے دکھائی دینے لگے ستیش کے سرخ گالوں پر کسی قدر سیاہی کا سایہ پڑا۔ مگر منجھلی بہو کو اس سایہ کی جھلک بھی نہ دکھائی دی ستیش چندر متانت آمیز لہجہ میں بولے سب معلوم ہے مگر دن ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے ایشور کی کرپا ہوئی تو موقع ملنے پر کچھ روپیہ جمع کرونگا۔ ابھی کیا ہو سکتا ہے۔ جب ایشور چاہے گا سبھی ہو گا۔

منجھلی بہو منہ بچکا کر بولیں۔ مزدور کو کبھی موقع نہیں ملتا۔

بارھواں باب

تو صبح نہیں ہوئی۔ تم کیوں اٹھ بیٹھے ؟

ابھی بڑی بڑی اُداس اور درد بھری نگاہوں سے شوہر کے چہرہ پر ٹکٹکی لگائے ہوئے چھوٹی بہو نے یہ بات کہی۔

دانیش چندر نے کہا تو تم کیوں اٹھ بیٹھیں ؟

صبح قریب ہونے کی وجہ سے چراغ کی نورانی روشنی ذرا مدھم پڑ گئی تھی نسیم سحری کے فرحت اثر جھونکے مستانہ ادا سے بہہ رہے تھے شفالی کی عنبریں مہک کوئل کی کوک پپیہا کی ہوک اور شیاما کی چہک سے پتہ لگتا تھا کہ شفق پھوٹنے میں اب تھوڑی

ہی دیر ہے +

چھوٹی بہو اُسوقت بڑے کام میں لگی ہوئی تھیں - کیا کام کرتی تھیں ؟ یہ کچھ کہا نہیں جاتا - صبح کی گاڑی سے دانیش چلے جائینگے - اُن کا اسباب وغیرہ شام کو ہی بندھ چکا تھا مگر پھر بھی چھوٹی بہو کے لیئے بہت سے کام پڑے تھے کتنی رات رہے وہ اُٹھی تھیں - اِس کی خبر دانیش کو نہیں تھی - وہ بیگ اُٹھا کر اِدھر سے اُدھر کو رکھتی تھیں - کبھی شوہر کا جُوتا کپڑے سے صاف کرتی تھیں کبھی پھونک سے جُوتے کی گرد اُڑاتی تھیں - شوہر کے لیئے جو کھانے کی چیزیں رکھی تھیں اُسے چیونٹیوں سے بچانے کی کوشش کر رہی تھیں - گھر بھر میں چُپ چاپ گھوم پھر کر وہ تمام کام کرتی تھیں - کیونکہ اُنہیں خوف تھا کہ کہیں شوہر کی نیند نہ اُچٹ جائے - مگر یہ سب کرنے پر بھی شوہر صبح کے پہلے ہی بیدار ہو گئے شانتی کے دِل کو دُکھ ہوا - اُس نے سوچا کہ اُسکی چلنے پھرنے کی آواز سے شوہر کی نیند اُچٹ گئی ہے - دانیش کی بات کے جواب میں شانتی نے کہا میرے اُٹھنے سے کہا ؟ کچھ ہیں پردیس تھوڑا ہی جاتی ہوں کہ راہ میں نیند سے تکلیف ہو گی -

دانیش مسکرا کر بولے گاڑی میں سوائے سونے کے اور کام ہی کیا ہے سوتے چلے جائینگے +

شانتی کا دِل دھڑکنے لگا آنکھیں ڈبڈبا آئیں وہ جلدی سے وہاں سے چلی گئی اور آنسو پونچھ کر پھر لوٹ آئی - دانیش چندر کے شاعرانہ دل میں یرہ کی آگ مشتعل ہو گئی - ہائے میری بیوی اور تعلیم کی دولت سے اسقدر محروم ! !

دانیش چندر گھڑی دیکھ کر بولے - صبح ہو گئی - گاڑی آنے میں بس گھنٹہ بھر کی دیر ہے -

ایں ! صرف گھنٹہ بھر ! ! شانتی کا دل تھر تھر کانپنے لگا -

دانیش اُٹھکر باہر گئے اور حاجات ضروری سے فارغ ہوکر ناشتہ کرنے بیٹھے اُسوقت رات کی تاریکی نے شفق کی گود میں اپنا مُنہ چھپا لیا تھا۔ مگر سورج نکلنے میں ابھی دیر تھی۔ اور نیچے اپنی خشگفتگی کا سماں دکھاکر نسیم سحری کے اثر سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ ہَوا اپنے ساتھ خوشبو اُڑائے پھرتی تھی +

سنتیش چند ر یہ سمجھکر کہ گاڑی آنے میں اب دیر نہیں ہے دو قُلی بُلا لائے اور دانیش کو آواز دی۔ گاڑی میں دیر نہیں ہے۔ وہ تیار ہوگئے +

اپنے کمرے کے اندر سے دانیش نے کہا۔ ہاں ناشتہ سے فارغ ہوچکا تیار بیٹھا ہوں کیا قُلی آ گئے ہیں ؟

سنتیش۔ ہاں دو قُلی آئے ہیں +

دانیش۔ تو ابھی آتا ہوں۔

شانتی کچھ لینے کے لیئے جھپٹ کر چلی تھی کہ اسباب کی ٹھوکر لگنے سے گرتے گرتے بچی۔ دانیش نے کہا۔ تم بہت جلد باز ہو۔ شانتی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے دل ہی دل میں بولی۔ میں جلد باز نہیں تمہیں جلد باز ہو۔ تم سے زیادہ جلدی جانے کو کس نے کہا تھا ؟ پہلے تم کسقدر اُمید دلاتے تھے کہ ڈاکٹری سیکھ لینے پر دیس ہی میں ڈاکٹری کرینگے۔ اب ان اُمیدوں پر پانی پھیر کر بدیس کیوں جاتے ہو۔

شانتی یہ سب دل ہی دل میں کہہ گئی۔ مگر منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہہ سکی۔ شاید شرما گئی +

کھا پی کر دانیش نے اپنا اسباب باہر نکالا سنتیش چندر نے اسے قُلیوں کے سر پر لدوا دیا۔ دانیش نے کپڑے بدلے۔ اس کے بعد شانتی کے گلگونہ رخسار پر پیار سے ہاتھ پھیر کر کہا "اچھا ! تو اب جاتا ہوں"

موسم برشگال کے گلاب کی طرح پانی بھری آنکھوں سے دو بلند شوہر کے

پھر سے پٹ پٹا کر اور منہ سرخ کر کے بھرائی ہوئی آواز سے شانتی نے کہا "کب آؤ گے چٹھی بھیجو!" اس بات کا کیا یہی جواب ہے؟ وہ درد کا درد انگیز فسانہ اور دل کے نازک ترین حصوں میں ہلچل مچا دینے والی شاعری کہاں گئی؟ آہ! امیدوں سے خالی خیالی قصے کا خاتمہ ہو گیا

دانیش نے روکھے پن سے کہا "جب چھٹی ملے گی"

مگر ہائے! اب بھی شانتی کے منہ سے یہ نہ نکلا کہ پیارے ناتھ! میں تمہاری راہ دیکھتی رہوں گی۔ جلد آنا۔"

بالآخر بے دلی سے دانیش کمرے سے باہر ہو گئے۔ باہر ماں بھائی اور کئی آدمی کھڑے تھے۔

دانیش نے بزرگوں کے قدموں کو بوسہ دیا۔ سب نے آبدیدہ نگاہوں سے دانیش کو آشیرباد دی۔ شیخی انہیں اسٹیشن تک پہنچانے گیا۔ دانیش کے جانے کے بعد شانتی بیتابانہ ہو کر بستر پہ گر پڑی۔ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کوئی اندر ہی اندر بیٹھا ہوا دل مسوس رہا ہے سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے۔ چنتی شانتی کے پاس پہنچی۔ اس نے دیکھا۔ پورنماشی کا آب وتاب سے چمکتا ہوا چاند گہن میں آ گیا اس کا وہ شگفتہ گل باد صرصر کے جھونکے سے پژمردہ ہو گیا ہے۔ ان مقناطیسی کر جادو اثر نگاہوں میں آنسوؤں کا بحر ذخار لہریں لے رہا ہے۔ نشۂ محبت سے متوالی آنکھیں سرخ ہو کر آنسوؤں کا دریا بہا رہی ہیں۔

چنتی نے شانتی کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کا منہ اپنی طرف پھیر کر تسلی آمیز انداز سے کہا۔

"ایں! یہ کیا ہوتے آدمی کیا پردیس نہیں جاتا؟ اور کبھی کیا دانیش تمہارا آنچل پکڑے ہوئے گھر ہی بیٹھے رہا کرتے تھے۔ وہ تو ہمیشہ باہر باہر رہتے ہیں گے

ہوا کے جھونکے سے گلاب کے جھومتے ہوئے قطراتِ شبنم چھلک پڑے۔ اب تک تو شانتی بڑی مشکل سے آنسوؤں کا سیلاب روکے رہی۔ بند ھا ہوا پانی جب کہ یکایک روانی کا راستہ پاتا ہے تو اپنی روانی کے سیلاب میں خس و خاشاک بھی بہالے جاتا ہے شانتی کی آنکھوں نے بھی وہی تماشا دکھایا۔ روتے روتے بولی "مظفر پور بہت دور ہے"

جینتی "ریل میں دور کیا نزدیک سب ہی برابر ہیں۔ اب چلو۔ کچھ میرا کام کرو"

مگر شانتی نے اس دن بڑا گول مال مچایا تین ہانڈیاں پھوڑ ڈالیں چاولوں میں نمک ملا دیا پانی کے گھڑے میں تیل ڈال دیا۔ اگر منجھلی بہو جان پائیں تو مہا بھارت مچا دیتیں۔

مگر جینتی نے سب چھپا ڈالا"

پہلا حصہ ختم ہوا

کال چکر

دوسرا حصہ

پہلا باب

مظفرپور پہنچکر دانیش نے اپنا کام شروع کیا۔ دانیش نے نوعمر ہونے پر بھی اپنی سادہ مزاجی اور تندہی سے اپنے فرائض انجام دینے کے باعث تھوڑے ہی دنوں میں سب کے دلوں میں جگہ پیدا کرلی تھی۔

چھ مہینے کے اندر ہی دانیش بہت مشہور ہو گئے۔ اور حلقۂ احباب بہت وسیع ہوگیا مگر ان کی محبت سے غیر آسودہ دل میں رات دن ایک شعلہ زن آگ مشتعل رہتی تھی۔ جیسے ایک نہایت ہی ہوشیار ایکٹر اپنے مقابلہ کی ایکٹرس کا ایک ایک لفظ نہایت صفائی کے ساتھ صفحۂ دل پر نقش کرتا ہے۔ اور اس کے ایک ایک لفظ کو سنکر اس کا دل جوش سے بھر جاتا ہے اسی طرح دانیش کا دل بھی ایک تعلیم یافتہ بیوی کے لیئے بیقرار ہو رہا تھا

حسن اور اوصاف کی یکجائی موجودگی کی خواہش اُن کے دِل کو دن بدن بیچین کرنے لگی۔

ساون کا مہینہ تھا۔ اُس دن صبح سے ہی ٹھنڈی بارش شروع ہوگئی تھی اُس دن آفتاب عالمتاب کا روئے روشن تک بھی کسی کو نہیں دکھائی دیا وہ بادلوں کی اوٹ میں ہی اپنا سفر طے کر گیا۔ ہر چہار طرف پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔ اور مادر قدرت بالکل خاموش تھی۔ ایسے بادلوں سے گھری ہوئی دوپہر میں تن تنہا انسان بیٹھا ہوا خواہ مخواہ رنج وغم کا شکار ہو جاتا ہے دانیش اپنے کمرے میں تن تنہا اُداس بیٹھے ہوئے تھے۔ کتنے ہی خیالات اُن کے دل میں آرہے تھے گاؤں میں بنا ہوا گھر اور گھر کے اندر کا خاموش کمرہ اور کمرے میں وہی خاموش محبت کی خاموش داستان یاد آئی تھی وقت رخصت وہی آبدیدہ نگاہیں وہ پھول کی پتیوں کی طرح کانپتے ہوئے لال لال ملائم گلابی ہونٹ یاد آ آ کر دل میں ایک ٹھیس کا سماں پیدا کر رہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں سوچتے تھے۔ کہ جتنے دنوں تک وہاں رہے۔ اسقدر اُداس طبیعت کبھی نہ ہوئی تھی۔ کاش! اسوقت بھی وہ وہاں ہوتے تو طبیعت اسقدر غمگین و مایوس نہ ہوتی۔ پھر سوچتے۔ کہ وہاں رہنے سے فائدہ ہی کیا ہے شانتی تو کچھ جانتی ہی نہیں اور غیر تعلیم یافتہ ہے۔ داسیوں کی طرح صرف خدمت کرنا جانتی ہے۔ فن شاعری اور موسیقی سے قطعی بے بہرہ ہے اور فن لطیف کی علم ادب و موسیقی سے بے بہرہ انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔ بظاہر انسان ہے اسوجہ سے وہاں کا رہنا بھی بے سود تھا۔

اس کے بعد انہیں ہندو سماج پر غصّہ آیا۔ اُنہوں نے سوچا کہ اب ماہواری رسالوں میں ایسے مضامین دینے چاہئیں کہ جس سے ہندو سماج میں

استری لے سکتا یا جوانی کی شادی عشقبازی (کورٹ شپ) کا رواج شروع ہو۔ مگر ہائے دانیش نے یہہ نہ سوچا کہ اُس جیسے لوگوں کی ایسی کوششوں کا ہند و قوم پر ذرا بھی اثر نہیں پڑسکتا۔ صرف کاغذ قلم سیاہی اور وقت کی بربادی ہوگی۔ ہند و سماج جیسا عظیم الشان درخت جس زبردست طاقت سے قائم ہے اُسے دانیش جیسے خود غرض انسان کچھ بھی ضرر پہنچا نہیں سکتے۔ اس کے بعد اُنہوں نے سوچا کہ اِس قسم کی مصروفیت و مشغولیت سے بھی کیا دل کی جلن نہ جائے گی؟ اور یہ دل یوں ہی جلتا رہیگا۔ کیا نخل اُمید میں کبھی پھل ہی نہ آئے گا؟

جب دانیش چندر کی طبیعت بہت گھبرائی اور اُنہیں کسی طرح قرار نہ آیا تو ہارمونیم لے کر بجانے لگے۔ لیکن اُسی وقت نوکر نے آکر اطلاع دی کہ باہر ایک آدمی چٹھی لیئے کھڑا ہے۔

دانیش:- کوئی امیر شخص ہے؟

نوکر:- نہیں کسی کا نوکر معلوم ہوتا ہے۔

"اچھا خط لے آو" کہکر دانیش نے نوکر کو رخصت کیا۔ اور یہ سمجھکر کہ ابھی کسی مریض کو دیکھنے کے لیئے جانا پڑیگا، ہارمونیم اُٹھا کر رکھدیا۔

نوکر نے لوٹ کر دانیش کے ہاتھ میں خط دیا۔ لفافہ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ بائیں طرف ایک انگریزی برہنہ پری کی تصویر بنی تھی پتہ انگریزی میں لکھا ہوا تھا

دانیش:- نے خط کھولا۔ ولائتی عطر کی عنبر بیز خوشبو نے تمام خط بسا ہوا تھا۔ جیسے موتیوں جیسے حروف میں یہ لکھا ہوا تھا۔

"مائی ڈیر ڈاکٹر صاحب!

نہ مجھے جناب سے کبھی نیاز حاصل نہیں ہوا۔ مگر مصیبت میں شرم وحیا کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔ میں اسوقت سخت مصیبت میں گرفتار ہوں۔ ایک ہفتہ ہوا کلکتہ سے میری ماں میرے پاس آئی ہیں۔ انہیں بہت بخار ہے۔ بیہوش پڑی ہوئی ہیں۔ اسوقت اگر آپ کی مدد شامل حال نہ ہوئی۔ تو اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کی امید نہیں۔ کہار اور پالکی بھیجتی ہوں براہ کرم بہت جلد تشریف لاکر مجھے ممنون فرما کر ثواب عظیم۔ سمجھے گا (آپ کی یوتھکا داس ۔۔۔ لیڈی سپرنٹنڈنٹ مشنری گرلز اسکول ایڈیٹر استری سکشا (ماہواری رسالہ)

دانیش چندر نے اِس خط کو بار بار پڑھا اور دل ہی میں کہنے لگے۔ کہ جو عورت ایسا محبت آمیز خط لکھتی ہے۔ اِس کا دل نہ معلوم محبت سے کسقدر بھرا ہوا ہے

دوسرا باب

شہر

لیے باہر ایک چھوٹی سی کوٹھی میں یوتھکا رہتی تھی کوٹھی کے سامنے ایک چھوٹا سا باغ تھا۔ باغ کے وسط حصے میں ایک چھوٹا سا پہاڑ اور ایک چھوٹا سا فوارہ تھا۔ باغ کے اندر سے ہی کوٹھی کا راستہ تھا۔ راستہ پر سرخی بچھی ہوئی تھی کہاروں نے باغ کے پھاٹک کے سامنے پالکی اُتاری۔ پالکی اندر نہیں جا سکتی۔ اِس لیئے دانیش اُتر کر اسی راستہ سے کوٹھی کی طرف چلے آگے آگے ایک نوکر راستہ دکھاتا ہوا چلا۔

کوٹھی کے ہر دو جانب وسیع میدان تھے۔ اور دروازوں پر خوبصورت

رنگین پردے پڑے ہوئے تھے نوکر نے ایک دروازے پر پہنچ کر کہا ڈاکٹر صاحب آ گئے ہیں تھوڑی دیر بعد پردہ اٹھا کر ہرنی کی مستانہ چال چلتی ہوئی ایک نہایت ہی حسین عورت باہر آ گئی ۔

سانپ کے پھن کیطرح کسم کے رنگ کے لہراتے ہوئے بال پیٹھ پر بل کھا رہے تھے ۔ قیمتی دار قیمتی ریشمی ساڑھی علیحدہ اپنی بہار دکھا رہی تھی قمیص اور قمیص کے اوپر ایک نہایت ہی دلفریب جاکٹ شوخی کا نمونہ پیش کر رہی تھی ۔ پیر میں موزے اور قیمتی لیڈی بوٹ تھا۔ عورت نہایت خوبصورت تھی ۔ خط و خال نہایت دلفریب و شگفتہ تھے معلوم ہوتا تھا کہ اس سے بہتر حسن دلاویز اور کسی میں ہے ہی نہیں ۔ بلکہ حق تو یوں ہے کہ شاعر کے خیال میں بھی اس سے زیادہ دلکش تصویر نہیں آسکتی جو اس پیکر حسن کو دیکھتا تھا۔ مفتون و بیخود ہوجاتا تھا اس حسن کو دیکھکر دانیش بھی از خود رفتہ ہو گئے ۔

اب حسن کے باب میں کچھ خامہ فرسائی کرنی ہے ۔ یہ بہت مشکل مسئلہ ہے اس حسن کا سراپا کھینچنا جیسے تیسے قلم کا کام نہیں ۔ ہائے اس نوخیز نشۂ شباب سے سرمست لیلامئی کے حسن نوخیز جوبن ریاضت توڑنے والی مایا وتی کا جس نے ذکر سنا ہے ۔ وہی اسے پیکر خیال میں لا سکتے ہیں ۔ جس میں یہ طاقت نہیں ہے وہ دوسرا راستہ اختیار کرے ۔ ستاروں کی مسکراہٹ بجلی کی شوخی پھولوں کی خوشبو بسنت کا رنگ پتھر کی مورتی کی ساخت اس کی شان اور شاعرانہ نغمات ان سب کا نہایت ہی قابلیت سے تصور کر کے دیکھے تھے ہیں اس کی خیالی تصویر کو سکن گزین کر کے اس حسن پر موہ کا پردہ ڈالدیا جائے ۔ تب اس حسن کی اہمیت ذہن نشین ہو سکیگی ۔ حاصل کلام یہ کہ ایسا ہوش ربا اور جان سوز حسن دیکھکر کون فرد بشر ایسا ہے جو از خود رفتہ نہ ہو جائے ۔ دانیش چندر کی آنکھوں پر اس

حسن پر موہ کا پردہ ڈال دیا جائے۔ تب اُس حسن کی ماہیت ذہن نشین ہو سکیگی حاصل کلام یہ کہ ایسا ہوش رُبا اور جان سوز حسن دیکھکر کون فرد بشر ایسا ہے جو از خود رفتہ نہ ہو جائے۔ دانیش چندر کی آنکھیں اِس حسن کی آب وتاب دیکھکر چوندھیا گئیں ؛

ایسی قید و بند کی بندشوں سے آزاد عورتوں کے حسن پر کتنے ہی انسان پروانہ کی طرح جھلس کر سوخت ہو گئے ہیں کتنے ہی تپسوی اپنی تپسیا کی آہوتی دے چکے ہیں۔ روپ کے موہ میں کبھی سکھ نہیں حاصل ہوتا۔ بلکہ روپ تو دُکھ کی پرچھائیں ہے۔ جس میں حسن ہے۔ وہ خود بھی دُکھی ہوتا ہے جو اُس حسن کی طرف کھنچتا ہے۔ وہ بھی دُکھ کا شکار ہوتا ہے۔ جو حسن پرست ہیں۔ وہ حسینوں کی ایک ترچھی چتون کے شکار ہو کر ٹھگے جاتے ہیں۔ کتنے ہی بھولے بھالے اہل عزت حسینوں کے قدموں میں اپنے کو نثار کر کے غرور میں بھرے ہوئے ٹھوکریں کھایا کرتے ہیں ؛

پہلے پوتھکا ہی بولی:۔ اُس کی آواز ستار کے لطیف سُروں کی طرح شیریں تھی نہایت ہی دلکش انداز سے بولی۔ آپکا احسان بے پایاں ہے ایسے برسات کے موسم میں آپ نے جو مہربانی فرمائی ہے اُس سے ہم ہمیشہ کے لیئے دائم احسان مند رہیں گے۔ بیچاری چکی ماں اندر ہیں۔ چلئے۔ دانیش اُسکی بات کا کوئی جواب نہ دے سکے ہر چند کوشش کی۔ مگر رفعت حسن نے اُن کی زبان پر مہر لگا دی جھجکتے جھجکتے چند الفاظ کہے۔ اِس کے بعد مریضہ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی

پوتھکا کے حکم سے نوکر نے سامنے کا دروازہ کھولا۔ اُس کمرے میں ایک ضعیفہ پلنگ پر پڑی تڑپ رہی تھی۔ پاس کوئی نہیں تھا ؛

ڈاکٹر نے مریضہ کو پکارا۔ ضعیفہ نے آنکھیں کھول کر کہا۔ آہ! ٹپ ری

پیاس۔ پانی۔ بڑی دیر سے پیاس لگی پاس کوئی نہیں تھا۔ پانی دانیش نے پوتھکا سے کہا۔ مریضہ کے پاس ایک شخص ہمیشہ رہنا چاہیئے۔

پوتھکا:۔ ڈاکٹر صاحب کیا کروں؟ یہاں آدمی نہیں ملتے۔ میرے پاس ایک بھرائی اور ایک گٹ ہے۔ بھرائی کبھی کبھی دیکھ لیتا ہے۔ مجھے تو چھونے ڈر معلوم ہوتا ہے میری ماں کھٹنے سے آئی۔ وہاں ہمیشہ پلیگ رہتا ہے۔ میرا بھی بہت ہے۔ اِس وجہ سے میں یہاں آتی بھی نہیں اور نہ چھوتی ہوں۔ لاپرواہی سے عموماً خود ہی انسان مرض کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ خوف کی بات ہے

دانیش:۔ آپ سچا فرماتی ہیں۔ اِس کے لیئے ایک خادمہ کی ضرورت ہے "

ضعیفہ پھر بول اٹھی:۔ پانی! پانی!! "

بہرہ نے تھوڑا سا پانی اُس کے منہ میں ڈال دیا۔ دانیش نے مریضہ کو دیکھا

پوتھکا نے کہئے کیسا دیکھا ہے؟"

دانیش:۔ کوئی خوف و تردد کی بات نہیں ہے"

پوتھکا:۔ کتنے دنوں میں اچھی ہو جائینگی "

دانیش:۔ اگر اچھی طرح تیمار داری و خدمت گذاری کی گئی تو آٹھ دن میں مرض جاتا رہیگا۔

پوتھکا:۔ خدمت کے لیئے میں آدمی کہاں پاؤنگی؟

دانیش:۔ کچھ فکر نہیں۔ آدمی میں دونگا

پوتھکا:۔ ڈاکٹر صاحب! آپ کا نہایت شکریہ۔ آپ کا پریم دھنیہ ہے۔ مگر آپ آدمی کہاں پائیں گے؟

دانیش:۔ سرکاری ہسپتال میں کئی نرس لگے ہیں۔ اُن کو کچھ دینے سے کام ہو جائے گا۔ ہمارے کہنے سے وہ بغیر فیس ہی کام کر جایا کرینگی "

یوتھکا:۔ آپ اخلاق مجسم ہیں۔ آپ کی تقلید ہر شخص کو کرنی چاہیئے۔ میرے دل میں آپ نے اپنا گھر بنا لیا ہے آج سے میں نے آپ کی پاک صورت کا نقش اپنے دل میں منقش کر لیا

دانیش کا دل دھڑکنے لگا۔ بولے نسخہ لکھ دیتا ہوں۔ دواخانہ سے دوا منگا لیجئے۔

یوتھکا:۔ دوا کی قیمت کیا ہوگی؟

دانیش:۔ کچھ نہیں۔ سرکاری دواخانہ کو میں لکھ دونگا۔"

یوتھکا:۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ کی اس محبت ہمدردی اور دلسوزیوں کا معاوضہ میں کیونکر ادا کرسکوں گی۔ آیئے میرے کمرے میں لکھنے پڑھنے کا سامان ہے چلکر نسخہ لکھ دیجئے۔"

یوتھکا کے ساتھ ساتھ دانیش اس کے کمرے میں گئے۔ نوکر نے دروازہ بند کر دیا۔

تیسرا باب

یوتھکا

کا کمرہ نہایت شاندار طریقہ پر آراستہ تھا نیچے فرش پر ایک زری کا قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک کونے میں ایک نہایت ہی خوبصورت اور بیک میز قرینہ سے رکھی ہوئی تھی۔ اُسکا کام کس قدر نفیس اور شاندار الماری میں مختلف مضامین کی کتابیں چنی ہوئی تھیں۔ جابجا تصاویر۔ مصنوعی پھولوں کے گملوں پر جو کام کیا

تھے اور تمام کمرہ انگریزی عطر کی بُو سے خوش سے معطر ہو رہا تھا۔

یوتھکا نے دانیش کیطرف ایک کُرسی کھینچ کر کہا "آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کیجئے۔ آپ کو بہت تکلیف دی۔ معاف فرمائیے گا"

دانیش بس نے ملاحت آمیز مسکراہٹ جلوہ دکھا کر لجاجت آمیز لہجہ میں کہا "آپ بھی بیٹھئے"

یوتھکا بھی پاس ہی ایک کُرسی پہ بیٹھ گئی۔

میز پر قلمدان رکھا ہوا تھا۔ یوتھکا نے دانیش کیطرف کاغذ کا ایک ٹکڑا اٹھا کر کہا "لیجئے! کیا دوا بھی لکھئیگا؟"

"ہاں ہاں لائیے ابھی لکھ دوں" کہہ کر دانیش نے نسخہ لکھا اور نوکر کو بلا کر اچھی طرح سمجھا کر وہ نسخہ دیدیا۔ نوکر لے کر چلا گیا۔

دانیش بولے :- "آپ کے رسالہ کے کتنے خریدار ہیں؟"

یوتھکا نے سنجیدگی سے کہا: "بہت تھوڑے ہیں۔ سو سے زیادہ نہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم لوگوں کی ترقی کی اُمید ابھی کوسوں دور ہے۔ جس ملک میں تعلیمیافتہ عورت کی ایڈیٹری میں نکلے ہوئے رسالہ کی کاپی ہر ایک ممبر کو مزین نہیں کرتی۔ اُس ملک کی ترقی ہونا کسقدر مشکل کام ہے ذی فہم اصحاب اسے بآسانی سمجھ سکتے ہیں"

دانیش نے ایک سرد آہ بھر کر "یہ بالکل ٹھیک ہے"

یوتھکا:- "آپ نے کیا کبھی میرا رسالہ دیکھا ہے؟"

دانیش :- "نہیں بدقسمتی سے مجھے اِس کے دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا"

یوتھکا "افسوس ہے کہ اسوقت میرے پاس اُس کی کوئی کاپی نہیں ورنہ بخوشی نذر کرتی۔ اس مہینہ سے آپ کے پاس باقاعدہ طور پہ ہر مہینہ ایک کاپی بھیج

دیا کروں گی۔ یہ دیکھئے اس مہینہ کے پروف آگئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا۔ کیسے اچھے اچھے مضامین ہیں کچھ مضمون کم پڑ گیا تھا۔ اسوجہ سے نہایت ہی عجلت میں ایک نظم لکھی ہے۔ آپ کے آنے سے پیشتر ہی اسے ختم کیا ہے ورنہ آپ کے آنے پر بھی نہ اُٹھ سکتی۔ اس کے لیے آپ مجھے فرمائیے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ شاعر جب فکر سخن میں مصروف ہوتا ہے۔ تو ضروری سے ضروری کام ہونے پر بھی نہیں اُٹھتا شاعر کو ایسے موقعہ پر چھیڑنا بھی ایک جرم ہے اسے آپ بھی قبول کرینگے۔ دیکھئے اس نظم کو نظر غور سے دیکھئے اور داد دیجئے میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جسے میں آپ کو نہیں دکھا سکتی ؟

دانیش پھولے نہ سمائے۔ ان کا دل دریائے مسرت میں غوطے کھانے لگا خود فراموشانہ انداز سے بولے۔ میں آج اپنے کو مبارک سمجھتا ہوں یوتھکا نے ایک کاغذ اٹھاکر دانیش کو دیا دانیش نے اُسے عزت کے ساتھ لیا اور پڑھنے لگے ؟

وہ نظم خود یوتھکا کی لکھی ہوئی تھی۔ انگریزی زبان کے علامہ شاعر شیلی کی ایک نظم کا ترجمہ تھا دانیش یہ نہیں سمجھ سکے۔ کہ یوتھکا کی یہ اپنی اولاد نہیں ہے۔ بلکہ گود لی ہوئی ہے وہ اُسے پڑھ کر گرویدہ ہو گئے۔

یوتھکا نے پوچھا۔ کہئے! نظم کیسی ہے۔ آپ سخن فہم ہیں اور معاملہ نویسی کے قدر شناس اسوجہ سے آپ سے پوچھنے کا حوصلہ ہوا ؟

دانیش کیا عرض کروں۔ اس زبان میں ایسی نظم لکھی جا سکتی ہے۔ اس کا مجھے یقین نہ تھا۔ واہ واہ! کیسے بلند خیال ہیں۔ حیران ہوں کہ کیونکر داد دوں حقیقت تو یہ ہے۔ کہ نظم کے ایک ایک لفظ نے میرے دل میں ایک لطف آمیز کسک پیدا کر دی ہے۔

یوتھکا نے مسکرا کر کہا: "خیر میری محنت ٹھکانے لگی۔ آج آپ کو بڑی تکلیف دی ہے مجھ جیسی بے بس و بیکس عورت آپ کے لیئے کیا کر سکتی ہے اگر ارشاد ہو تو آپ کا دل بہلانے کے لیئے ایک گانا سناؤں"

وانیش: "آج کا دن مبارک ہے۔ کہ آپ جیسی قابل اور سورگ کی دیوی سے میرا تعارف ہوا۔ اچھا اب مہربانی فرما کر اپنا وعدہ وفا کیجیئے۔"

یوتھکا نے ہارمونیم نکالا۔ اور اُس کی آواز میں اپنی شیریں نوا آواز ملا کر گانا شروع کیا۔ تمام کمرہ گونج اُٹھا۔

وہ مرصع کمرہ پھولوں کی مست خوشبو اور دلربا تانوں کے گونج اُٹھا گانے والی کے سُرخ سُرخ ہونٹ نو شگفتہ پھولوں کی طرح نہایت ہی دلکش اور دلاویز معلوم ہوتے تھے۔ جیسے ہلکے ہلکے جھونکوں سے پھولوں کی پنکھڑیاں جھومتی ہیں۔ اُسی طرح اُسکے ہونٹ آہستہ آہستہ کانپ رہے تھے۔ چہرے پر پسینہ کی بوندیں ایسی جھلک دکھاتی ہوئیں موتیوں کو مات کر رہی تھیں۔ گھونگھر والے سیاہ بال دونوں رخساروں پر جھول رہے تھے معلوم ہوتا تھا جیسے رس چوس رہے ہیں۔ چمپا کی کلیوں کی طرح نازک انگلیاں ہارمونیم پر دوڑ رہی تھیں۔ گھوم رہی تھیں۔ بھرا ہوا سینہ کبھی تو جذبات سے پھول اُٹھتا تھا۔ اور کبھی سکڑ جاتا تھا از خود رفتہ نگاہوں سے وانیش یہ تمام نظارہ دیکھ رہے تھے۔ اُس گیت کا ایک ایک لفظ اُنکے دل میں درد جذبہ کا عالم پیدا کئے دیتا تھا۔

ذرا دیر بعد یوتھکا نے گانا بند کر دیا۔ اور رومال سے منہ پونچھتے ہوئے بولی۔ "آپ کا وقت تو ضائع نہیں ہوتا۔"

وانیش نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "ہرگز نہیں۔ زندگی میں یہ پہلی خوشی

ہے۔ امید ہے۔ کہ آج ہی سے اِس کا خاتمہ نہیں ہوگا۔
پوتھکا۔ نے چونک کر کہا:۔ نہیں نہیں! ایسی فضول بات نہ کہئے۔ آپ کے موہن درشن سے میری زندگی سوارتھ ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کبھی کبھی درشن دیا کرینگے؟ اگر آپ نہ آئینگے تو مجھے بہت دُکھ ہوگا
دانیش:۔ اگر کوئی رُکاوٹ نہ ہو تو ایک بار ہر روز حاضر ہوا کروں۔
پوتھکا:۔ رُکاوٹ کیسی؟ ملتے ہیں روکاوٹ کیسی؟ ہاں! اصل بات تو بھُول گئی، آپ کی فیس کیا دینی ہوگی؟
دانیش:۔ (مسکراکر) فیس؟ آپ سے فیس لونگا؟ میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ آپ کے دل میں میرے لیئے جگہ تو ہے
پوتھکا نے ہنسکر اِس مرتبہ پیا لو بجانا شروع کیا اور اُس کے سُر میں سُر ملا کر دوسرا ایک گانا گایا گانا ختم ہونے پر دانیش شکریہ ادا کرتے ہوئے اُٹھے اور اجازت چاہی۔
پوتھکا بھی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور بولی اب آپ کب تشریف لائے گا۔ جب آئیں پالکی بھیجدوں۔
دانیش:۔ نہیں، پالکی بھیجنے کی ضرورت نہیں میں اپنی گاڑی پہ آجاؤنگا؟
پوتھکا۔ آپ کی بہت مہربانی ہے ہاں! نرس کے لیئے کیا ہوگا؟
دانیش۔ نرس بھیج دی جائے گی۔
دانیش پوتھکا سے رخصت سے ہوئے۔ تھوڑی دُور چلنے پر پیچھے پھر کر جو دیکھا تو پوتھکا کو اپنی طرف ایک ٹک دیکھتے پایا
دانیش کے پاؤں سے آگے نہیں پڑتے تھے وہ سوچ رہے تھے۔ کہ یہ امرت بھوگ۔ جس کے نصیب میں ہو۔ وہ انسان نہیں دیوتا ہے سامنے دیودار

کے درخت پر ایک کوا عجیب آواز سے چلا اٹھا۔ دانیش ڈاکٹری جانتے تھے۔ "کاگ چڑی" انہیں سمجھ سکتے تھے۔ اگر سمجھتے ہوتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ کوا کہہ رہا ہے "یہ امرت دھارا نہیں ہے۔ سراب کا لا حاصل اور لق ودق میدان ہے۔ جو نوجوانوں کے لیئے نہایت تکلیف دہ و دردرساں ہے"

چوتھا باب

یوتھکا

کی ماں کو صحت ہوئے بہت دن ہو گئے۔ یوتھکا کے پاس دانیش کی آمدرفت اسقدر بڑھی۔ کہ وہ اپنا تن من دھن سب کچھ یوتھکا کے قدموں پر نثار کر بیٹھے اب دانیش کا دل محبت کی آگ کا جولانگاہ بن گیا۔ جب تک وہ یوتھکا کے پاس نہیں جاتے تھے۔ انہیں شانتی نہیں ملتی تھی مگر شانتی دینے والی دیتے والی دانیش کے دل کی آگ یوتھکا کے پاس جاکر اور بھی شعلہ زن آگ کیطرح بھڑک اٹھتی تھی وہ سوچنے لگتے کہ کیا اس جان لینے والی آگ کے دور ہونے کی دنیا میں کوئی تدبیر نہیں تدبیر تھی۔ شانتی جیں ترنگوں سے خالی پریم مندا کنی ہے (سورگ کی ندی) کا صاف شفاف پانی لے کر انہیں پاک کرنے کے لیئے دوڑی تھی۔ اس کی بات ان کے ذہن نشین نہ ہوئی ان کا مغربی تعلیم کی آگ میں جلا ہوا دل گنگا کے پاک صاف پانی غوطہ لگا کر طراوت نہ حاصل کر سکا تعلیم کی لالچ میں پڑ کر گنگا جل کو حقیر سمجھ کر دریائے ٹیمس سے سیراب ہونے کا ارادہ کیا۔ قدیم محبت کو پاؤں سے ٹھکرا کر

جو نئی محبت کے لئے دوڑتے ہیں۔ اُنھیں وہ لطف کہاں؟ جہاں یکسوئی نہیں وہاں شانتی کہاں ؟

ایک دن صبح چائے پینے کے بعد دانیش بیٹھے ہوئے ایک اخبار پڑھ رہا تھے اُسی وقت نوکر نے تین خط لاکر دیئے۔ اُن میں سے ایک تو سرکاری لفافہ تھا۔ دوسرا خط ٹوتھکا کا تھا یو تھکا نے لکھا تھا۔ کہ پڑھتے ہی مجھ سے ملو شام کو میں نہیں ملوں گی۔ کیونکہ آج میں کلکتے چلی جاؤنگی باقی حالات سے ملنے پر واقفیت ہوگی۔ تیسرا خط اُن کی بیوی شانتی کا تھا خط موٹے موٹے حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ اور جگہ جگہ سے حروف کٹے ہوئے تھے۔ کئی الفاظ غلط بھی تھے اُس میں لکھا ہوا تھا۔

ناتھ ! تم خط کیوں نہیں لکھتے ؟ میں نے چار خطوط بھیجے۔ مگر ایک کا جواب نہیں ملا کیا مجھے بالکل ہی بھول گئے۔ مجھے بھول سکتے ہو مگر اپنی ماں اور بھائیوں کو کیوں بھول گئے ؟ ستیش کو دیکھے بغیر کیسے رہتے ہو ؟ تم مہینے مہینے بہت روپے کماتے ہو مگر ہم لوگوں کو کھانا بھی نہیں ملتا۔ تم سب روپے کیوں خرچ کر دیتے ہو ؟ جو نوکری کرتے ہیں کیا وہ لوگ گھر نہیں آتے گاؤں کے بہت لوگ باہر نوکری کرتے ہیں مگر سب گھر آتے ہیں۔ میں روز خط کا راستہ دیکھتی ہوں جب ڈاکیہ آتا ہے۔ سوچتی ہوں۔ خط آیا ہوگا لیکن وہ دوسروں کے خط دیکر چلا جاتا ہے اُس کے اوپر کبھی کبھی مجھے بہت غصہ آتا ہے۔ تمہیں میری ہی قسم ہے خط کا جواب دینا اگر جواب نہ دو۔ تو میرا مُردہ دیکھو!

اِس مرتبہ پانی نہ برسنے سے غلّہ نہیں ہُوا۔ کھانے پینے کی تکلیف ہے۔ ستیش اچھا ہے۔ پانچ کوڑی کی شادی ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ مگر روپیہ کہاں ؟ انھیں پیٹ بھر کھانے کو ہی نہیں ملتا۔ وہ شادی کیونکر کریں ؟ نجھلی ہو

بہت جھگڑا کرتی ہیں گھر کب آؤ گے۔

تمہاری شانتی"

خط پڑھتے ہی دانیش کے دل میں چاروں طرف سے تاریکی ہی تاریکی پھیل گئی۔ اُن کو شانتی کی خوبصورت شانت مورتی اُس کی سادہ مزاجی اور شگفتہ چہرہ یاد آ گیا اُس کے ساتھ ساتھ اپنی جنم بھومی اور ماں کی محبت بھائیوں کا پریم بھاوجوں کا پیار اور شجیش کی پیاری پیاری باتیں یاد آنے لگیں۔ وہ سوچنے لگے۔ دیکھو وہ سب لوگ کسقدر تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔ اور میں یہاں سب کچھ عیش و عشرت میں اُڑا دیتا ہوں۔ اُن کو ایک پیسہ بھی نہیں دیتا۔ دانیش کے پاس اسوقت دو سو روپے موجود تھے۔ اُنہوں نے سوچا آج ہی یہ تمام روپیہ گھر بھیج دینا چاہیئے۔

اُس کے بعد یوتھکا سے ملنے کی غرض سے جانے کا خیال آیا نوکر نے سائیکل نکالی۔ دانیش یوتھکا کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔

یوتھکا اُسوقت نہایت خوبصورت لباس زیب تن کئے کمرے میں بیٹھی بین بجا رہی تھی دانیش کو دیکھتے ہی اُس نے بین الگ رکھ دی اور مسکرا کر بولی آگئے؟ دانیش ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہنس کر بولے بھلا تم بلاؤ۔ اور میں نہ آؤں؟

یوتھکا:- کیوں بابو؟ میں تمہاری کون ہوں؟ میں ایک بیکس و بیلس عورت ہوں۔ میرے بلانے سے تم کیوں چلے آتے ہو مجھ میں ایسا کون ہنر ہے جسکی وجہ سے تم بلاتے ہی چلے آتے ہو؟

دانیش - یوتھکا! میں کیوں آتا ہوں - یہ میں خود ہی نہیں جانتا۔ مگر جس کشش سے ایک تارا دوسرے تارے کی طرف جاتا ہے - لوہا مقناطیس

کیطرف خود بخود کھینچتا ہے۔ اسی سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں ⁂

یوتھکا:- میں سمجھی آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہم دونوں یکسانیت اور ہم حیثیت کا پیار ہونے کیوجہ سے ایک دوسرے کیطرف کھنچتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں چاند کی چمک اور جگنو کی دمک میں بڑا فرق ہے۔ نہ معلوم کس گُن کیوجہ سے آپ مجھ پر اسقدر احسان کرتے ہیں۔ مجھ سے محبت کرتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب! مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ مجھے بھول نہ جائیں۔ میں آپ سے دست بستہ درخواست کرتی ہوں۔ کہ مجھے کبھی نہ بھولیئے گا اپنے سے بھی علیحدہ نہ کیجئے گا؟

یُوتھکا نے آنکھیں رومال سے ڈھانپ لیں۔ دانیش اُسے روتے دیکھکر گھبرا اُٹھے۔ کہنے لگے یُوتھکا! تم تو رونے لگیں۔ بھلا میں تمہیں کبھی بھول سکتا ہوں
یُوتھکا رومال میز پر رکھ کر بولی۔ مالک ایسا ہی کرے۔ مگر میں اُس کے لیئے نہیں روتی۔

دانیش۔ تو پھر کس لیئے روتی ہو۔ کیا وہ مجھے نہ بتاؤ گی

یوتھکا:- بتاؤنگی۔ کیوں نہیں؟ تم سے میری کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی میں آتے ہی رات کو کلکتہ جاؤنگی۔ وہاں قریباً دس دن تک رہوں گی۔ ان دس دنوں میں تمہیں نہیں دیکھ سکونگی۔

دانیش:- تمہیں بغیر دیکھے میں بھی یہ دس دن کیونکر کاٹوں گا؟

یوتھکا:- مگر کیا کروں؟ بغیر گئے ہوئے نہیں بنتا!

دانیش کیا آج ہی جاؤ گی؟

یوتھکا:- ہاں! آج ہی! مگر میرے جانے سے ایک گھنٹہ پیشتر تم آکر مجھ

سے ملجانا۔
دانیش۔ ضرور آؤنگا۔
پونھکا:- اور ایک بات ہے۔ یکایک جانے کی ضرورت پڑنے سے یہ بات تم سے کہنی پڑی اگر تمہارے پاس پانچ سو روپیے ہوں تو مجھے فی الحال بطور قرض دیدو۔ واپس آکر دیدونگی۔
دانیش:- پانچ سو آج ہی چاہیئے۔
پونھکا:- کیونکہ شام تک پیتے جانے کا مجھے تمام ضروری انتظام کرلینا ہے رات کو دس بجے کی گاڑی سے جاؤں گی۔ دیکھو رات کو مجھ سے ضرور ملنا۔ اگر نہیں ملوگے تو میری طبیعت ٹھکانے نہیں رہیگی۔
دانیش کے پاس دو سو روپے سے زیادہ نہیں تھے۔ اور ادھر پونھکا کی پہلی درخواست رد کرنے کی بھی ہمت نہ تھی۔ دانیش نے روپے دینے منظور کیئے اور پانچ بجے تک مہیہ ہنے کا وعدہ کرکے پونھکا سے رخصت ہوئے۔
ہسپتال میں پہنچکر دانیش نے اپنے ضعیف کمپونڈر پنا لال کو بُلوایا۔ اور علیحدہ لیجاکر کہا آج ہمیں اتفاقیہ پانچ سو روپے کی ضرورت درپیش ہے دو سو روپے ہمارے پاس موجود ہیں۔ تین سو اور چاہیں۔ تم بتا سکتے ہو۔ کہ یہ تین سو کہاں مل سکتے ہیں؟
پنا لال:- بڑے بازار کے مہاجن بہاری لال سے آپ کا تعارف ہے یا نہیں۔
دانیش:- ہاں ہے۔ ہم دو تین مرتبہ ان کے یہاں مریضوں کو دیکھنے کے لیئے جا چکے ہیں؟
پنا لال:- وہ لوگوں کو سود پر روپیہ دیتے ہیں۔ آپ کو بھی دینگے

دانیش :- تم ان کے یہاں جاکر پوچھ آؤ دیکھو کیا کہتے ہیں ؟
پنا لال :- نے دانیش کے حکم کی تعمیل کی۔
دانیش مریضوں کو دیکھکر نسخے لکھنے لگے۔ نسخے لکھے جاتے تھے اور دل ہی دل میں سوچتے جاتے تھے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ بڈھا آکر ٹکا سا جواب دیدے
بہت دیر بعد بڈھا لوٹا اُسے دیکھتے ہی دانیش نے بیتابانہ انداز سے پوچھا۔ کیوں کیا ٹھیک کر آئے ؟
بڈھا :- ہاں وہ روپیہ دینے کے لیئے تیار ہیں۔ مگر دو باتیں ہیں۔
دانیش :- وہ کون کون سی ؟
بڈھا :- پہلی بات تو یہ ہے کہ سود کچھ زیادہ ہے۔
دانیش :- کتنا ؟
بڈھا :- دو روپیہ ! ہماری لال نے کہا کہ اوروں سے تو تین روپے لیتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کو دو روپے پر ہی دیدینگے۔
دانیش :- اور دوسری بات ؟
بڈھا :- آپ کو اُن کی دوکان پر جاکر ہنڈی لکھنی پڑے گی ؟
دانیش :- جب اور کہیں روپے کا انتظام نہیں۔ تو اس طرح ہی روپیہ لینا پڑیگا کب بلایا ہے۔
بڈھا :- جب آپ کو سہولیت ہو۔ اسوقت بارہ بجے تک دوکان کھلی رہیگی شام کو پھر تین بجے سے کھلے گی
دانیش :- دس بجے تک ہمیں چھٹی ملجائے گی۔ اُسی وقت چلے چلیں گے۔
جو حکم کہہ کر بڈھا رخصت ہوا اور دانیش بھی اپنے کام میں لگے
ٹھیک دس بجے دانیش اور پنا لال ایک کرایہ کی گاڑی میں سوار ہو کر ہماری لال

کی دوکان پہ پہنچے بہاری لال نے ڈاکٹر صاحب کو نہایت عزت و تعظیم سے بٹھایا منڈی میں لکھی گئی تین سو روپے لیکر ڈاکٹر صاحب روانہ ہوئے۔

کھانا وغیرہ کھاکر دانیش نے کپڑے پہنے اور پانچ سو کے نوٹ جیب میں رکھے آف! اُن کا دل کانپ اُٹھا۔ اتنا روپیہ وہ کیسے دینے کے لیئے جا رہے ہیں۔ دیس میں گھر پر اُنکی ماں۔ اُن کے بھائی بھاوج وغیرہ تکلیف و ذلت کی زندگی بسر رہے ہیں۔ اُنہیں روپیہ کیوں نہیں بھیجتے وہ یہ کیا اندھیر کر رہے ہیں۔ نُو تھکا کو کیوں اسقدر روپیہ دیتے ہیں۔ وہ کون ہے جو اُن کے ساتھ اُن کا کیا تعلق ہے

اس خالی گھر میں دانیش کھڑے کھڑے اسی قسم کے خیالات ... غوطے کھانے لگے۔ مگر اُن کا یہ غور و خوض ہوائی قلعہ سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا۔ نُو تھکا کی وہ دلفریب شکل اور اس کی شیریں نوائیاں یاد آتے ہی وہ تمام خیالات کافور ہو گئے۔ دانیش گاڑی پر سوار ہو کر نُو تھکا کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے۔

پُر جوش دریا کی روانی میں جس طرح چھوٹے سے پتھر کا ٹکڑا پانی کے تھپیڑے کھاتا ہوا بہتا چلا جاتا ہے اُسی طرح نُو تھکا کے محبت کے پر شور تلاطم ... دور پر گاؤں میں رہنے والی شانتی اور محبت و رحم کی مجسم مورتی کہاں ... گئی ہے

پانچواں باب

آ گئیے۔ میں اسوقت تمہارے خیال میں ہی مستغرق تھی ایک ... دُزدیدہ نگاہ سے دانیش کو بے چین کر کے حسین نُو تھکا نے ...

باریک چبھتی ہوئی نگاہوں کے زہریلے تیروں کی مار برداشت کرکے بولے
تمہارے بتانے پر بغیر آئے کیونکر رہ سکتا ہوں؟
یو تھکا۔ ڈاکٹر صاحب! کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟
دانیش۔ محبت کا اظہار کیونکر کیا جاتا ہے؟ یو تھکا! یہ میں نہیں جانتا
گر جانتا تو بتا دیتا۔ کہ میں تم سے کس قدر محبت کرتا ہوں
یو تھکا۔ ائے! میں بدنصیب تمہاری محبت کا معاوضہ بھی نہیں دے
سکتی۔ دانیش! کیا تم مجھے بدیقین اور بداعتبار سمجھتے ہو۔
دانیش :۔ کیوں
یو تھکا :۔ یہ کیوں
یو تھکا :۔ معاملات محبت میں سرتاج ولیم شکسپیر کا مقولہ ہے کہ جہاں
محبت کا معاوضہ نہیں ادا کیا جاتا۔ وہاں بداعتباری رہتی ہے۔
دانیش۔ نہیں نہیں۔ یو تھکا! میں اپنی محبت کا معاوضہ تمہاری ان محبت
آمیز نگاہوں سے ہی پا جاتا ہوں
یو تھکا دانیش! میں سمجھ گئی۔ تم سچے ہو۔ تمہارے جیسا محبت کی قدر کرنے والا
گراں بہا رتن اس دنیا میں ملنا مشکل ہے۔
دانیش :۔ اچھا یہ روپے سنبھال لو۔
یو تھکا :۔ روپے کیوں دانیش! ایسے موقعہ پر روپے کی بات؟ نہیں
محبت کے آئین کو فراموش کرکے ایسی باتیں نہ کرو۔ دیکھو محبت روح
کی غذا ہے۔ یہ وہ امرت کی بوند ہے جو مرے ہوئے جذبات کو زندہ
کر دیتی ہے۔ یہ زندگی کی سب سے پاک۔ سب سے اعلیٰ اور سب سے
مبارک۔ برکت ہے محبت کے ۔۔۔ دین میں بھی ایک نہ ایسا جہاں عشق امر دہتا ہے

ہیں تو اسوقت تمہاری محبت کا خواب دیکھ رہی تھی۔ تم نے روپے کے فضول ذکر سے میرے اس خواب کا مزہ کرکرا کر دیا۔ اچھا اگر تم روپے لے ہی آئے ہو۔ تو اس میز پر رکھ دو

ڈانیئل نے نوٹ گن کر میز پر رکھ دیئے

نوٹوں کی طرف لاپرواہی سے دیکھ کر پوتھکا نے کہا کیا پانچسو لائے ہو؟

ڈانیئل :- پانچسو ہی تم نے کہے تھے ؟

پوتھکا خیر اب اس ذکر کو چھوڑو آؤ ایک پُر لطف گانا سناؤں

پوتھکا نے ہارمونیم بجانا شروع کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی رسیلی جذبہ درقت میں ڈوبی ہوئی آواز ملا کر حسرت بھری تان لینے لگی۔

ڈانیئل جوش محبت۔ اشتیاق اور سرور سے بیخود ہو گئے دل دماغ میں وہی راگ گونجنے لگا اس درد انگیز گیت سے وہ بہت متاثر ہوئے ذرا دیر کے لیئے وہ اپنے آپے سے جاتے رہے گانے بجانے۔ شاعری اور محبت کے خواب کا رس لوٹ کر رات کو آٹھ بجے وہ گھر لوٹے۔

ارباب نشاط اور محفل طرب میں بیٹھا ہوا شخص جس طرح صبح کو تارا دیکھ کر مغموم اور متفکر ہو جاتا ہے۔ اور تمام جسم میں اعضاء شکنی کی تکلیف محسوس کرتا ہے ڈانیئل کی بھی یہی حالت ہوئی اُن کی طبیعت اچاٹ ہو رہی تھی اور دل میں ایک ولولہ انگیز وحشت چھائی ہوئی تھی محبت کی خاطر داریوں نے دل میں ایک بے چینی سی پیدا کر دی تھی۔ گھر آ کر ایک اخبار کے مطالعہ سے اُنہوں نے اپنا دل بہلانا چاہا۔ مگر اس میں طبیعت نہ لگی اخبار پھینک کر ایک ناول اُٹھایا۔ مگر وہ بھی اچھا نہ لگا عاشقانہ احساسات کی آگ تنہائی کا موقع پا کر بھڑک اٹھتی ہے۔ جب کسی طرح طبیعت نہ لگی۔ تو شانتی کے خط کا جوا

لکھنے لگے۔

تمہارا خط ملا۔ مگر کام سے فرصت نہیں ملتی خط لکھنے کا موقعہ کہاں ہاتم نے روپے کے لئے لکھا۔ مگر اس قدر قلیل تنخواہ میں میری ہی گذر بمشکل ہوتی ہے تمہیں کہاں سے بھیجوں ہاتم نہیں جانتیں میرے اوپر کتنے بوڑوں کی موت و زندگی کا بار ہے ایسی حالت میں مجھ کچھ کر سکتا ہوں دوقیع ملنے پر آنے کی کوشش کرونگا ٭

خط ختم ہونے پر لفافہ میں بند کرکے اُسی دن لیٹر بکس میں ڈلوا دیا ٭

چھٹا باب

ٹھیک

وقت پر دانیش کا خط شانتی کو ملا۔ مگر شانتی خط پڑھکر خوش نہ ہوسکی وہ اُسی وقت خط کا جواب لکھنے بیٹھی۔ خط لکھنے سے پہلے دل میں بہت سی باتیں آئی تھیں۔ مگر لکھتے وقت یاد نہیں رہتیں۔ جو کچھ لکھتی تھی اس میں غلطی ہوجاتی تھی یا آخر بہت تکلیف جد وجہد اور سعی سے خط ختم کیا خط کا مضمون یہ تھا۔

پران ناتھ!

تمہارا خط ملا۔ یہ میرے لئے نہایت خوش نصیبی ہے۔ خط نہ ملنے سے دل میں جو جو خیالات آتے ہیں۔ اُنھیں کیونکر لکھوں۔ ہر مہینہ یاد کرکے خط ضرور لکھا کرو۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ تمہیں روپیہ کہاں سے بھیجوں۔ تو کیا ڈیڑھ سو روپیہ میں بھی تمہارا خرچ نہیں چلتا۔ اُس نوکری سے کیا فایدہ؟

چارو پھوپھا ایک معمولی ڈاکٹر ہیں۔ مگر ہر مہینے پچاس روپے گھر بھیج دیتے ہیں اور تم نے تو کالج پاس کیا ہے۔ مگر کیا تم تیس روپے بھی نہیں بھیج سکتے جس کے گھر والوں کو دانہ نہیں ملتا۔ اُس کا نوکری کرنا فضول ہے۔

پران ناتھ ! ناراض نہ ہونا۔ ہم لوگوں کو سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ اسوجہ سے اتنی بات لکھی جہاں تک جلد ممکن ہے۔ گھر آؤ۔ ماں تمہیں یاد کر کے رویا کرتی ہیں"

خط لکھکر شانتی لفافہ میں بند کر رہی۔ کہ اُسی وقت سنجھلی بہو آ گئیں اور خط دیکھکر مسکراتے ہوئے بولیں ۔ ایں۔ خط آیا ۔ اور جواب بھی لکھ دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ دیور جی نے کسی زیور کا ناپ مانگا ہے۔ اِسی وجہ سے فوراً جواب لکھا ہے۔

شانتی ہنسی۔ مگر اُسکی ہنسی پہلی سی نہیں تھی۔ پہلے وہ پورنماشی کی نکھرتی ہوئی چاندنی کیطرح صاف شفاف تھی۔ مگر اب کرشن پکش کی چاندنی کیطرح روز اُس میں تاریکی کا دخل ہوتا جاتا تھا

شانتی نے ہنسکر کہا۔ ہاں ایک نیا زیور بنوانے کا خیال ہے۔ اِسی لئے اُس کا ناپ مانگا ہے"

سنجھلی بہو۔ کونسا زیور ؟

شانتی :۔ ہنسیا۔

سنجھلی بہو :۔ کیا یہ کوئی نیا زیور ہے۔

شانتی :۔ اُس سے کھیت کاٹا جاتا ہے۔

کڑکڑاتے ہوئے تیل میں پانی کا چھینٹا دینے سے جیسے وہ بھبک اٹھتا ہے اُسی طرح سنجھلی بہو بھبک اُٹھیں۔ آنکھیں لال کر کے بولیں ایں! اس قدر گھمنڈ طبیعت

اتنے دماغ! اس گھمنڈ پر پتھر پڑ جائینگے۔ نچھراں

شانتی:۔ بہت خفیف ہوئی۔ وہ نہیں سمجھ سکی۔ کہ یکایک اُس کے مُنہ سے کونسی نامناسب بات نکل گئی اگر وہ جانتی۔ کہ کمینتی کا نام لینے سے اتنا دوش ہوتا ہے تو بھول کر بھی نہ لیتی۔

اُداس اور درد بھری نگاہوں سے سنجھلی بہو کی طرف دیکھ کر عاجزانہ انداز سے کہا۔ بہن! میں نے کیا کہا۔ کہ تم اسقدر غصہ ہوئیں۔

سنجھلی بہو جلا کر بولیں۔ ہاں بی بی ہاں! تیرا خصم عالم فاضل۔ تیرا خصم بھوگ روگی اور میرا جاہل گدھا۔ مزدور! مگر ہم کسی کا کھاتے نہیں کسی سے کچھ لیتے نہیں۔ تو نے کمینتی کیسے کہا ہمارے شوہر کا تمسخر کیوں اڑایا یہ بتا!

شانتی نے لپک کر سنجھلی بہو کے پاؤں پکڑ لیے اور خوشامدانہ انداز سے بولی۔ میں نے تو ایسا کبھی نہیں کہا سنجھلے دادا تو ہمارے گورو کے برابر ہیں میں بھلا اُنکا تمسخر کیوں اڑاؤں گی تمہارے پیروں پڑتی ہوں مجھے معاف کر دو۔

اتنا گھمنڈ اچھا نہیں۔ گھمنڈ میں آگ لگے گی۔ یہ کہتی ہوئی سنجھلی بہو شانتی کے کمرے سے نکل گئیں۔

ان کے شور و شر کا راگ سُنکر گھر کے لوگ جمع ہو گئے۔ سنیش بھی کہیں سے آموجود ہوئے سب سے پہلے جینتی نے کہا۔ سنجھلی بہو! کیا ہوا۔

سنجھلی بہو:۔ ہوگا کیا؟ ہم جاہل ہیں۔ ہم گدھے ہیں ہم مزدور ہیں۔ جو پاتا ہے ہمیں کو لاتیں مارتا ہے۔ ہماری ہی بے عزتی کرتا ہے۔ دنیا جہاں میں ہم نیچے سے نیچے سب مرتے جاتے ہیں۔ مگر ہمیں موت نہیں آتی

جینتی:۔ تو ہوا کیا؟ کچھ بتا تو سہی تو نے تو جیا بھارت ہی مچا دیا؟

سنجھلی بہو:۔ ہاں ہاں! یہ سب میرا ہی قصور ہے۔ میں کھوٹی ہوں لڑاکی ہوں

اور میرا شوہر مزدور ہے۔ کسان ہے۔
جینتی۔ یہ کس نے کہا؟
سنجھلی بہو بھی کہتے ہیں
جینتی۔ اسوقت کس نے کہا۔
سنجھلی بہو۔ جو کہہ سکتی ہے۔ جس کا شوہر ڈیڑھ سو روپے مہینے کماتا ہے جو گھمنڈ سے زمین پر پاؤں نہیں رکھتی ہے
جینتی:۔ کون؟ چھوٹی بہو!
سنجھلی بہو اور نہیں۔ تو کیا؟
جینتی:۔ اس نے کیا کہا؟
سنجھلی بہو:۔ ہاں! ہاں! کچھ نہیں کہا۔ سب قصور میرا ہے۔
ستیش:۔ تو کچھ بتاؤ تو سہی۔ کہ کیا ہوا؟
سنجھلی بہو۔ ہونا کیا؟ چھوٹی بہو سے میں نے صرف اتنا پوچھا۔ کہ دیور جی کو اتنی جلدی کیا لکھا۔ بولیں سونے کی ہنسیا بھیجنے کو لکھا ہے۔ میں نے پوچھا اسے کیا کروگی؟ اُسپر کہتی کیا ہیں۔ کہ اس سے کھیت کے دھان کاٹے جائینگے" تو میں کیا اتنا بھی نہیں سمجھتی۔ کہ یہ بات کس پر کہی۔ میرا ہی شوہر کھیتی کرتا ہے دھان کاٹتا ہے۔
یہ سُنکر ستیش چندر بہت ناراض ہوئے غصّہ سے کانپتے ہوئے بولے اُف اسقدر گھمنڈ! چھوٹا منہ بڑی بات! ہم دھان کاٹتے ہیں۔ اسی لیئے ہمارے واسطے سونے کی ہنسیا منگائی! اسی کھیتی کے سبب سے شام تک دو مٹھی اناج ملتا ہے خصم نے تو ایک پیسہ بھی کما کر نہیں بھیجا۔
اب سنجھلی بہو نے رونا شروع کیا۔ روتی ہوئی چلا چلا کر کہنے لگیں کھیت

کے دھان ہی پر سبکی نظر رہتی ہے۔ کہاں سے کس کے نام روپیے آتے ہیں؟ کون بکس میں بند کرکے رکھتا ہے۔ اس کی خبر کوئی نہیں لیتا۔ بھگوان تم مجھے اٹھا لو۔ جس دن میں مرونگی۔ اسی دن سب کے دل میں ٹھنڈک پڑے گی۔ اے جم دیوتا تم مجھے بلالو۔ اب یہ جلن نہیں سہی جاتی۔

ستیش چندر نے جینتی سے کہا: سُنو بہو! تم چھوٹی بہو کو سمجھا دو۔ کہ اگر مزدور پر اُنکی ایسی حقیر نظر ہے۔ تو اپنے شوہر کی کمائی سے ایک پیسہ بھی اُسے نہ دیں۔ مگر خبردار! اگر کبھی ایسے بُرے الفاظ کہے۔ اس طرح طعنہ دیا۔ تو اچھا نہ ہوگا۔ ہم کسی کے باپ کے غلام نہیں ہیں۔

جینتی: کیا تم بھی پاگل ہو گئے۔ چھوٹی بہو کیا اتنی ذلیل ہے جو تمہیں ایسے بُرے الفاظ کہے گی۔ یہ تم یقین کرتے ہو؟

ستیش:۔ تو کیا تمام قصور ایک ہی شخص کا ہے۔ تم بڑی انصاف کرنے والی ہو۔

جینتی:۔ میں منصف نہیں۔ مگر منجھلی بہو بڑی [illegible] کانٹا ہے۔ دم میں تِل کا پہاڑ بنا دیتی ہے۔

ستیش:۔ (چلا کر) تو سب ملکر اُسے کاٹ ڈالو۔

منجھلی بہو کے شور و شر کی آواز رسا تو پہلے آسمان تک جا پہنچی۔ چلا چلا کر اپنی قسمت اور گھر والوں کو کوسنے لگیں۔ اُن کے شور و شر سے تمام گھر گونج اُٹھا۔ ستیش چندر بولے۔ چلو اپنے کمرے میں چلو بس اب سہا نہیں جاتا اس دفعہ بڑے دادا کے آنے پر ہم سب الگ ہو جاوینگے ایسے بٹنے سے دکھ بھلا ہے!

اونچی آواز سے روتی ہوئیں منجھلی بہو اپنے کمرے کی طرف چلیں پیچھے پیچھے ستیش چندر بھی گئے۔ کمرے میں جا کر منجھلی بہو نے ستیش چندر سے کہا۔ تم جب

دیکھو، ہمیں کو دوش دیا کرتے تھے۔ آج تو اپنے کانوں سن لیا۔
ستیش :- کیا کہوں! اب تو بڑی مشکل میں پڑ گیا۔ ادھر تو گھر بار کا سوچ اُدھر لوگوں کا لڑائی جھگڑا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں؟
منجھلی بہو نے تنک کر کہا۔ اتنی باتیں کون برداشت کرے۔ ہمیں کیا لگی کیوں برداشت کریں۔ اُس کے باپ کا کچھ دینا ہے۔ یا اُس کے خصم کی کمائی کھاتے ہیں۔
ادھر جینتی نے ساس سے کہا:- ماں! تم نے کبھی ستیش کو کچھ نہیں کہا
ساس :- کیا کہوں؟ مجھے اب کچھ کہنا سننا نہیں۔ اب تو بھگوان مجھے اُٹھا لیں تو اچھا ہے۔ یہ باتیں دیکھ دیکھ کر میرا جی جلتا ہے۔
جینتی :- چھوٹی بہو! ایسی نہیں ہے۔ جو بغیر سبب کے کچھ کہے سُنے!
منجھلی بہو منہ پچکا کر بولیں۔ بغیر جھگڑا کئے تو پیٹ تک نہیں ملتا۔ کوئی بات ضرور ہوگی
جینتی پیشانی پر بل ڈال کر بولی:- جب تیرے ساتھ ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ تو ہوا اُلٹی ہی ہے۔
اس کے بعد سب لوگ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس جھگڑے پر رائے زنی کرنے لگے کہ کس کی وجہ سے یہ لڑائی جھگڑا ہوا۔ وہ بیچاری ایک کونے میں بیٹھی ہوئی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ وہ اس وجہ سے نہیں رو رہی تھی کہ منجھلی بہو نے اُس سے جھگڑا کیا۔ اور گالی دی بلکہ اس کا رونا صرف اس وجہ سے تھا۔ کہ سب لوگ اُسے قصوروار سمجھ کر اُس سے ناراض ہیں۔
اس وقت بدنصیب شانتی کے دکھ کی انتہا نہیں!

ساتواں باب

زندگی موت ۔ دُکھ سُکھ ۔ رنج ۔ غم ۔ گرمی ۔ سردی ۔ برسات ۔ یہ سب کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ اِس واقعہ کے بعد تقریباً ڈیڑھ برس گذر گئے۔ موسم سرما کا آغاز تھا۔ جینیش چند رگھر آئے تھے۔ اور اپنے ساتھ بہت سا روپیہ لائے ۔

رات کو کمرے میں شوہر اور بیوی سے باتیں ہو رہی تھیں۔ شیبیش کبھی ماں کبھی باپ کی گود میں جا کر دونوں کو خوش کر رہا تھا۔ منجھلی بہو نے کہا: "تمہاری طبیعت تو اچھی رہی ؟

جینیش! اِس مرتبہ تو اچھا رہا ۔

منجھلی بہو ۔ روپیہ کتنا ملا ؟

جینیش:۔ اچھا ملا ۔ مگر اِس مرتبہ دھان کم ہونے سے بڑی تکلیف ہوئی ۔

منجھلی بہو:۔ کتنے روپے لائے ؟

جینیش:۔ ہر سال جتنے لاتے ہیں۔ اتنے ہی لائے۔ اِس مرتبہ کچھ زیادہ ملنے کی اُمید تھی مگر ۔

منجھلی بہو:۔ کتنے روپے لائے ۔ پہلے یہ بتاؤ ۔

جینیش:۔ چھ سو ۔

منجھلی بہو:۔ شیبیش کے لیے کتنے رکھو گے ؟

جینیش:۔ تم جو مناسب سمجھو کرو ۔ تمہاری صلاح بُری نہیں ہے ۔ اِس پر چلنے سے تھوڑے ہی دنوں میں ڈیڑھ ہزار روپے جمع ہو گئے ہیں ۔

منجھلی بہو ۔ اچھا پچاس روپیہ خرچ کے لیے نکال لو ۔ باقی پچیس کے لیے

رکھ دو گے

جینیش :- بھلا پچاس روپیہ میں کیا ہوگا۔ اس دفعہ اناج بھی نہیں پیدا ہوا مول لینا پڑیگا اس کے علاوہ قرض بھی بہت ہو گیا ہے "

منجھلی بہو :" تو میں کیا کروں ۔ لڑکے کا خیال تو رکھنا ہی پڑیگا "

جینیش :- دو سو خرچ کے بیئے نکال کر باقی تمہیں کے لیئے رکھ لوگے

منجھلی بہو :- دو سو اور تب ایسا نہ ہوگا بھگوان نہ کرے ۔ اگر ہمارا کچھ برا بھلا ہوگیا تو جینیش اور میں کیا بھیک مانگو نگی "

جینیش :- یہ تو ٹھیک ہے ۔ مگر گھر کا خرچ بھی تو ہے یہ کیونکر چلے گا

منجھلی بہو :- چلے چاہے نہ چلے ۔ ہاں تمہارا چھوٹا بھائی تو ڈیڑھ سو کماتا ہے وہ بھی ایک پیسہ دیتا ہے۔

جنیش :- میرا خیال ہے ۔ کہ اس کا چال چلن ٹھیک نہیں ۔ تین چار خط لکھے ان میں سے ایک دو کا جواب دیا ہے اور وہ بھی کچھ بیہودہ سا پڑھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا دماغ ٹھکانے نہیں ۔ کتنی امیدیں اس کی ذات سے وابستہ تھیں ۔ خیال تھا ۔ کہ وہ کما کر بھیجیگا تو گھر کی حالت سدھر جائے گی ۔ مگر ہائے تمام آرزؤں اور امیدوں پر اوس پڑ گئی "

منجھلی بہو :- تمہاری طرح سب بدھو تو نہیں وہ کیوں دے ۔ اپنے لئے جمع کر رہا ہے بیوی کے زیور بنوا رہا ہے "

جنیش :- کیا کہتے ہیں ۔ چھوٹی بہو زیوروں سے دبی جاتی ہے "

منجھلی بہو :- اب بنوانا شروع کیا ہے ۔ چھوٹی بہو کو اپنے پاس لا کر دیگا ۔ وہ ہماری طرح بیوقوف نہیں بڑا استاد ہے "

جنیش :- ہماری سمجھ میں یہ نہ آیا ۔ کہ گھول ہے ۔ دانیش بڑی صحبت میں

پڑکر روپیہ ضائع کر رہا ہے۔ جو کماتا ہے ضائع کر دیتا ہے" اسی وقت نستار (داسی) نے آکر کہا" بڑے بابو! تین بھلے مانس آئے ہیں"
جتیش۔ کہاں؟"
نستار۔ دیوی مندر میں بھیکو نے انہیں بیٹھنے کو کہا اور حقہ بھر دیا رات کو وہ یہاں ہی رہیں گے"
جتیش :۔ انکا مکان کہاں ہے کچھ معلوم ہے"
نستار "ہاں بھیکو نے پوچھا تو دیوگرام بتایا جتیش چندر اٹھ کر چلے دیوی مندر۔ میں لیمپ جل رہا تھا۔ باہر برآمدہ میں تین شخص بیٹھے تھے ان میں سے ایک مہاشہ حقہ بجا رہے تھے جتیش چندر کے وہاں پہنچتے ہی ایک نے کہا:۔
کہئے! جتیش بابو آپ اچھے تو ہیں"
جتیش چندر نے ہنسکر کہا مہاشے ہیں۔ آج کسی اچھے کا منہ دیکھکر اٹھا تھا کہ آپ کا درشن ہوا۔ آپ کے آنے سے یہ گھر پاک ہوا۔ اپنے دوسرے دو ساتھیوں کیطرف مخاطب ہوکر بڈھے مہاشے نے کہا :۔ ان لوگوں کو آپ نہیں پہنچانتے ان کا مکان دیوگرام میں ہے۔ نام ہرش چندر ریشو اور ان کا نام رام دیو متر دونوں نہایت خاندانی۔ بوس مہاشے کی ایک کنواری بھانجی ہے۔ لڑکی مجسم چپلی ہے۔ مگر باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے۔ بوس مہاشے کی جسمانی حالت اچھی نہیں آپ کے چھوٹے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کی شادی کا مشورہ کرنے آئے ہیں"
جتیش اچھی بات ہے۔ ہم بھی یانچ کوڑی کی شادی کرنا چاہتے ہیں"
وسے :۔ یہ تو آپ سمجھ ہی گئے ہونگے کہ لینا دینا برائے نام ہوگا"
جتیش مگر آج کل رسم کے مطابق . . . . . .

دے :- اِس کے لیئے آپ کو کچھ کہنا پڑیگا۔"
جنیش :- اچھا! ابھی آپ لوگ آرام کیجئے اِس کے بعد بات چیت ہوگی۔"
ڈے :- ہاں جب آئے ہیں تو ہو گی ہی۔"
جنیش چند تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے گھر کے اندر گئے۔

آٹھواں باب

اندر

جا کر جنیش چند ر رسوئی خانہ میں پہنچے۔ جینتی اسوقت کھانا پکا رہی تھی۔ چھوٹی بہو ضروری چیزیں مہیا کر رہی تھی اور مالکن بیٹھی ہوئی اُن سے بات چیت کر رہی تھی +

جنیش چندر نے کہا:- کھانا جلد پکاؤ۔ تین آدمی آئے ہیں؟
جنیش چندر کی ماں نے پوچھا۔ اُن کا گھر کہاں ہے؟ کیوں آئے ہیں
جنیش :- دیوگرام کے رہنے والے ہیں۔ پانچ کوڑی کی شادی کے لیئے آئے ہیں"
جنیش کی ماں کے جواب دینے سے پہلے ہی جینتی کڑاہی میں مچھلیاں ڈالکر باہر نکل آئی اور جلدی سے ہاتھ پاؤں دھوکر جنیش کے پاس آکر کہنے لگی لڑکی کتنی بڑی ہے اور دیکھنے میں کیسی ہے"
جنیش :- اُس کے متعلق ابھی کچھ بات چیت نہیں ہوئی۔ مگر اسقدر معلوم ہو گیا ہے کہ لڑکی سیانی ہے۔ آج کل لڑکی جب بڑی ہو جاتی ہے تو لوگ شادی کے لیئے جلدی مچاتے ہیں۔ اور ماں باپ کی تنگا ہوں میں

تو اُن کی لڑکی خوبصورت ہی ہوتی ہے"

جینتی:۔ اگر ہو سکے تو اسی مہینہ میں شادی کر دو پانچ کوڑی بھی جوان ہوگیا ہے

جنیش:۔ گو دیوگرام والے وقت کے اثر سے غریب ہو گئے ہیں۔ تاہم اُن کا برادری میں وہی اعزاز و احترام ہے"

ماں نے کہا:۔ بیٹا! میں اور تو کچھ کہتی نہیں۔ مگر سب سے چھوٹا لڑکا ہے اگر ہو سکے تو شادی کر دو۔ بڑی اُمید تھی۔ کہ دانیش کمائے گا تو کچھ مدد ملے گی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔

جنیش:۔ ماں آجکل وقت بہت بُرا ہے۔ شادی کہاں سے کریں؟ کم از کم چار پانچ سو روپے لگیں گے۔ مگر اتنا آئے گا کہاں سے" ماں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئی۔

جینتی نے کہا:۔ چار پانچ سو روپے کس میں لگینگے"

جنیش:۔ زیور چاہیئے اوپر کا خرچ چاہیئے"

جینتی۔ کیا وہ کچھ نہیں دینگے

جنیش:۔ دینگے تو مگر معمولی"

جینتی:۔ جس طرح ہو سکے شادی کر ہی دینا چاہیئے۔ پانچ کوڑی سب سے چھوٹا ہے اگر اس کی شادی نہ ہوئی۔ تو بڑے دُکھ کی بات ہے"

جنیش جہاں تک ہو سکے گا۔ ہم کوشش کرینگے۔ مگر زندگی موت اور شادی یہ تینوں کام ایشور کی مرضی پر منحصر ہیں۔ مگر ہاں اتنی بات ضرور کہونگی۔ کہ یہ شادی مجھے پسند ہے"

جینتی:۔ تو پھر دیر نہ کرو۔ روپیہ نہ ہو تو قرض لے لو"

جنیش:۔ ادا کون کرے گا؟

جتیش چندر چلے گئے۔
تھوڑی دیر میں پانچ کوڑی وہاں آپہونچا۔ جینتی اسوقت کھانا پکانے میں مشغول تھی۔ پانچ کوڑی نے کہا: "بہو! کچھ کھانے کو دو۔ بڑی بھوک لگی ہے۔"
جینتی (ہنسکر) ارے! تیری تو شادی ہے"
پانچ کوڑی نے کہا: "تو کیا بھوک پیاس سب اُڑ گئی؟"
جینتی: "سچ لوگ طے کرنے آئے ہیں؟"
پانچ کوڑی: "منجھلے دادا کیا کہتے ہیں؟"
جینتی: شادی کرینگے"
پانچ کوڑی: "بہو! بہت دن ہوئے میں نے تم سے کہا تھا۔ اور آج پھر کہتا ہوں۔ کہ میں شادی نہیں کرونگا۔ اس لیئے اس بارہ میں کسی کی بھی کوشش کرنا بے فائدہ ہے"
جینتی: "اور سنو! چاچا کو اپنی پڑھائی رہنے دے نرا لڑکوں ہی کی طرح۔ بتا تجھے اتنی باتیں بنانے سے کیا حاصل؟"
پانچ کوڑی: "پڑھائی نہیں بہو! سچ بات ہے۔ میں شادی نہیں کرونگا"
جینتی جو دھرم کرم کرتا ہے کیا وہ شادی نہیں کرتا؟"
پانچ کوڑی: "کرم دھرم کی بات نہیں۔ میں شادی کرکے کھلاؤنگا کیا؟ کیا روزگار کرتا ہوں۔ دادا کے ساتھ رہ کر کھاؤنگا اور ادھر اُدھر گھومونگا بہی میرے لیئے شکھ ہے ایک آفت سر پہ لے کر تمام زندگی ضائع کرنے سے کیا فائدہ ہے؟"
جینتی: "اچھا! اچھا!! تو اپنا پاگل پن رہنے دے۔ خبردار! جو آج میرے سامنے ایسی بات کی۔

پانچ کوڑی :۔ کھانے کو تو دو شادی کی بات سے تو پیٹ نہیں بھرتا"
جینتی نے تھوڑا سا کھانے کو لا دیا۔ پانچ کوڑی نے بیٹھ کر کھانا شروع کیا

نواں باب

شوہر

...کو کمرے میں اکیلا پا کر منجھلی بہو نے کہا :۔ تمہارے بھائی کی شادی کی
جینتی :۔ ہاں لوگ تو آئے ہیں"
منجھلی بہو :۔ وہ کیا دینگے ؟"
جینتی :۔ کچھ بہت تو ملنے کی اُمید نہیں کیونکہ لڑکی کا باپ نہیں۔ ماما شاکی
جینتی :۔ اس کے علاوہ ان کی حالت بھی اچھی نہیں"
منجھلی بہو :۔ "خرچ وغیرہ بھی تمہیں کو کرنا ہوگا"
جینتی :۔ "ہاں"
منجھلی بہو :۔ روپئے ہیں ؟
جینتی :۔ نہیں یہی تو مشکل ہے۔ ادھر پانچ کوڑی کی شادی کئے بغیر بھی نہیں
بنتا۔ شادی بہر حال کرنی ہی پڑیگی گھر بھی اچھا ہے۔ ان کے یہاں رشتہ داری
ہونے سے برادری میں عزت بھی خوب بڑھ جائے گی"
منجھلی بہو :۔ ساری بات روپیہ کی ہے"
جینتی :۔ ہاں یہ تو ٹھیک کہتی ہے۔ اچھا تم ایک کام کرو گی"
منجھلی بہو :۔ میں کام دام کچھ بھی نہ کرونگی۔ مجھ سے کچھ نہ کہنا"

جنیش:۔ کوئی دوسری بات نہیں ۔

منجھلی بہو:۔ تو بھی کیا ہے

جنیش:۔ اس بار جو روپیہ لایا ہوں۔ اس کا لالچ نہ کرو۔ اس سے گھر کا خرچ بھی چلنے دو اور پانچکوڑی کی شادی بھی کرنے دو۔

منجھلی بہو:۔ تم کیا پاگل ہو گئے ہو۔ میں ایسا کبھی نہ کرنے دونگی۔ ان میں سے پچاس روپیہ سے زیادہ ایک کوڑی بھی نہ ملے گی۔ یہ میرا ششپنیش بھیک مانگیگا

جنیش:۔ پینت میں جو کچھ لاؤں وہ سب کا سب تم ہی لے لینا۔

منجھلی بہو:۔ نہ نہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔

جنیش:۔ تو کیا ان لوگوں کو جواب دیدوں۔

منجھلی بہو:۔ یہ تم جانو۔

جنیش چندر اداس ہو کر دیوی مندر گئے۔ دیہاتی نے پوچھا:۔ کہئیے! جنیش بابو! کیا مرضی ہے۔

جنیش:۔ شادی کرنا تو منظور ہے۔ مگر ابھی نہیں۔ بیساکھ میں کرونگا۔

دیہاتی:۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ لڑکی سیانی ہے۔ اسی مہینے کئے بغیر نہیں بنے گا۔ اس میں آپ کو دقت اور رکاوٹ کیا ہے۔

جنیش:۔ چھوٹے بھائی کی شادی ہے۔ مجبور ہوں۔ رشتہ داروں کو بلانا ہوگا بیساکھ سے پہلے اس طرف کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

یہ سنکر وہ لوگ ناامید ہو گئے۔ کھانا وغیرہ کھاکر فارغ بھی ہو چکے تھے۔ سونے کا انتظام کرتے گئے جنیش چندر اپنے گھر چلے آئے۔

دسواں باب

گاؤں

بیں شال میچنے والا آیا تھا۔ شال۔ دُھسّے۔ لوئی۔ الوان وغیرہ کے علاوہ اور بھی مختلف قسم کے کپڑے بیچتا تھا۔ گاؤں کے سب لوگ اپنی اپنی اوقات کے بموجب کپڑے مول لیتے تھے۔ پانچ کوڑی کے پاس سردی کے دنوں کے لیئے کوئی گرم کپڑا نہیں ہے اس لیئے بیچ لے آیا ہوں۔

ماں :۔ اور روپیے ؟

پانچکوڑی۔ منجھلے دادا کہاں ہیں ؟

ماں۔ کہیں باہر ہونگے۔

پانچکوڑی منجھلے دادا !

ماں۔ شاید اپنے کمرے میں ہونگے

پانچکوڑی ذرا انہیں بلا تو دو

ماں :۔ کیوں کیا روپے دے گا۔ رام رام! وہ لائے گا کہاں سے ؟ میرے نصیب میں ہی آگ لگی ہے

پانچکوڑی :۔ دکھاؤنگا۔ ٹھگا تو نہیں گیا

ماں نے بیٹے کو بلایا ستیش چندر کے آنے پر ماں نے کہا :۔ دیکھو یہ پاگل کیا کر آیا ہے !

ستیش :۔ ستیش کیا ہوا ؟

پانچکوڑی :۔ یہ الوان لایا ہوں۔ دیکھو۔ ٹھگا تو نہیں آیا

الوان دیکھ کر گنیش چندر بولے کتنے کا ہے ؟

ستیش :۔ بیس روپے کا !

پانچ کوڑی :۔ چودہ کا ہے۔ ٹھگ تو نہیں لیا ؟

ستیش:۔ نہیں مگر روپئے؟
پانچکوڑی:۔ منجھلے دادا دیجئے!

ستیش چندر۔ اس بات کا جواب نہ دے کر چپ چاپ باہر چلے گئے۔
منجھلی بہو کو اس طرف سے جاتے دیکھکر ماں نے کہا:۔ بہو! دیکھو تمہارا چھوٹا دیور یہ کپڑا اپنے بیٹے لے آیا ہے۔ اگر تم کہو تو رکھ لیں۔
منجھلی بہو۔ منہ چڑھاکر) میں کیا کہوں۔ جو اس کی مرضی ہو کرلے
ماں۔ اگر تمہاری مرضی بھی ہو تو لے۔ تم بچے کو سیٹھ کے لڑکے کی طرح چاہتی ہو تم اگر چاہو گی تو لے لیگا۔ ورنہ بغیر روپئے کے کیونکر لے سکیگا؟
منجھلی بہو۔ روپئے؟ ماں! تم تو پاگل سی لڑکی ہو۔ بھلا میں روپے کہاں سے لاؤں تمہارے لڑکے آئیں۔ ہونگا تو دینگے۔
پانچکوڑی:۔ منجھلی بہو! چودہ روپے۔ آنکھ میچ کر پھینک دو۔ جاڑوں مرتا ہوں غریب کو کپڑا دیئے سے انہیں بڑا پُنیہ ہوگا۔ دیدو تمہارے پیروں پڑتا ہوں۔
منجھلی بہو:۔ سلامت رہو تم غریب کیوں ہو میرے پاس روپے ہوتے تو دیتی بھئی
پانچکوڑی:۔ ہائے میں تو کسی کے بھی نہیں رہتے بکس میں ہیں۔ بہو! تمہارے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ اس چودہ روپے کا موہ چھوڑ دو۔ بکس کا رکھا ساتھ نہیں جائے گا۔ جو دے جاؤ گی۔ وہی ساتھ جائیگا۔
منجھلی بہو۔ سچ میرے پاس روپے نہیں۔ میں کیا جھوٹ بولتی ہوں۔
عین اسی وقت ستیش چندر وہاں آگئے! منجھلی بہو شوہر کو دیکھکر چلی گئیں ستیش نے کپڑا دیکھ بھال کر کہا:۔ سستا ہے۔ مگر روپئے کا انتظام کئے بغیر کیوں لے آیا۔ اب واپس کرنا بھی ٹھیک نہیں مگر کیا کریں؟ میرے پاس بھی روپئے نہیں"!

چنیش چندر نے اپنے کمرے میں جاکر منجھلی بہو سے چودہ روپے لینے کی کوشش کی مگر اُس کی تمام کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ منجھلی بہو نے ایک پیسہ دینا بھی منظور نہیں کیا جب کسی نے روپے نہ دیے۔ تو پانچکوڑی نے اداس ہوکر کہا۔ تو واپس کر آتا ہوں۔

آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے ماں نے کہا۔ بیٹا میں کیا کروں ہائے اس جنم میں میں تم لوگوں کی کوئی خواہش پوری نہ کرسکی۔

جس کمرے میں یہ بات چیت ہو رہی تھی وہ کمرہ مالکن کا تھا۔ بہت دیر پہلے چھوٹی بہو کسی کام کے لیے اس کمرہ میں آئی تھیں۔ مگر کمرے میں لوگوں کے ہونے سے کام ختم ہوجانے پر بھی باہر نہ جاسکیں۔ وہ دروازہ پر کھڑی ہوئیں تمام باتیں سن رہی تھیں۔ ساس کی آنکھوں میں آنسو دیکھکر اور پانچکوڑی کی بات سُنکر اُسے بڑا دُکھ ہوا۔

پانچکوڑی کے باہر جاتے ہی چھوٹی بہو نے جلدی سے باہر آکر کہا۔ ماں! پانچکوڑی کو بُلاؤ۔

ماں:۔ کیوں بیٹی؟

چھوٹی بہو:۔ وہ چلا جائے گا۔ پہلے بُلا لو

ماں نے پانچکوڑی کو بُلایا۔ وہ لوٹ آیا اور ماں سے پوچھنے لگا۔ کیوں بُلایا

چھوٹی بہو:۔ پانچکوڑی سے کہو۔ کہ ان چوڑیوں کو رہن رکھ کر الوان خرید لے

ماں نے آنسو بہاتے ہوئے لبریز آنکھوں سے ایک سرد آہ بھر کر یہ بات پانچکوڑی سے کہی۔ مگر پانچکوڑی کسیطرح کارروائی کرنے پر تیار نہ ہوا۔ اور الوان واپس کرنے چلا گیا

گیارھواں باب

ماگھ

کے مہینے میں گھر پر رہ کر پھاگن کے پہلے ہفتہ میں ستیش چندر اپنے کاروبار
کے مقام پر جانے کی کوشش کرنے لگے۔ جانے کے ایک دن پہلے ماں ...
کو ٹیل کر جتیش چندر دنیاوی کاروبار کا انتظام کر رہے تھے۔ ... ستیش ...
نے کہا:۔ بیلوں کے رکھنے کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ دو برس جان توڑ کوشش
کی۔ مگر کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ پانی نہ برسنے کی وجہ سے سب مٹی میں مل گیا

جتیش:۔ اگر ایسا خیال ہے۔ تو بیلوں کو علیحدہ کر دو اور زمین کو فصلی ...
کر دو۔

ماں:۔ بھیکو پرانا نوکر ہے۔ اُسے کیا جواب دے دو گے؟

جتیش:۔ جب بیل ہی نہ رہینگے۔ تو بھیکو کا کیا کام؟ ایک آدمی کو کھانا کپڑا اور
تنخواہ دینا ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔

ماں۔ ستیش! اب تم کیا کرو گے؟

ستیش:۔ پردیس جا کر نوکری چاکری کرنے کی کوشش کرونگا۔ ساس نے
اُسے بلایا ہے اس لیے اُسے بھیج دینا چاہیے

ماں:۔ کیوں؟ تم پردیس جاؤ گے۔ بہو باپ کے گھر کیوں جائیگی؟

ستیش:۔ جب اس کی کسی سے یہاں بنتی ہی نہیں۔ تو ایسی حالت میں اُس
کا یہاں رہنا کسی طرح ٹھیک نہیں۔

ماں:۔ نہیں بنتی ہے۔ تو اس میں قصور کس کا ہے؟ یہ تو سوچو!

ستیش :۔ کسی کا قصور ہو۔ مگر اب اُس کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔

جنیش :۔ تم یہاں سے کب جاؤ گے؟

ستیش :۔ اس مہینہ کی تیرہ تاریخ کو سسرال سے گاڑی آئیگی۔ بہو کو اُسے بھیجدینگے۔ اس کے بعد مہینے کے اخیر تک میں چلا جاؤنگا۔

جنیش :۔ سنو بھائی! میری سمجھ میں تو بہو کو میکے بھیجنا مناسب نہیں۔

ستیش :۔ میں جانتا ہوں۔ مگر جب تک قسمت میں سکھ نہیں ہوتا۔ اُسوقت تک کہیں بھی کسی طرح سکھ نہیں ملتا۔ مگر کیا کروں۔ جب یہاں کسی سے بھی میل نہیں۔ تو رہنا فضول ہے۔

جنیش: جب تک ماں [illegible] ہے۔ اُسوقت تک ہم لوگوں کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

ستیش :۔ ایسے وقت میں ماں بھی توجہ نہیں دیتیں۔

جنیش چندر ماں کا منہ تاکنے لگے۔ ماں نے کہا کیا کہوں بیٹا! اس بڑھاپے میں مجھ سے یہ دانتا کل کل نہیں دیکھی جاتی۔ اور منجھلی بہو بھی اپنے آگے دوسرے کی نہیں مانتی۔

ستیش۔ ماں! میں نے اچھی طرح غور کر کے دیکھا ہے۔ کہ تم سب کو یکساں نہیں سمجھتیں۔

ماں: بیٹا جب تمہارے بھی لڑکے بالے ہونگے۔ اُسوقت تم جانوگے۔ ماں کے نزدیک سب لڑکے برابر ہیں۔ پانچ انگلیوں میں سے کسی کو کاٹو یکساں دکھ ہوگا مجھے کیوں جھوٹا دوش لگاتے ہو۔

ستیش :۔ ماں! میں تمہیں دوش نہیں دیتا۔ سب دوش ہمارے نصیبوں کا ہے شاستر کہتے ہیں۔ میں ابھی تک نہیں جان سکا۔ اب دو دوسرے راستہ پر چلکر

دیکھونگا۔ کہ شانتی ملتی ہے یا نہیں ؟

ماں :۔ بھگوان نے سب کو ہاتھ پاؤں دیئے ہیں۔ اپنا بھلا پاگل بھی سمجھتا ہے۔ جس سے انہیں شانتی ملے۔ وہی کر دیکھو۔

ماں نے جس طرح یہ بات کہی۔ اس سے سنیش چندر نے سمجھا کہ ماں نے رخصت دیدی۔ انہیں دل ہی دل میں بہت اطمینان ہُوا۔

اگر سنیش چندر اس بات کا تذکرہ پھر چھیڑتے۔ تو انہیں معلوم ہوتا کہ اس بات کے کہنے سے ماں کا منشا ہرگز نہیں تھا۔ جو انہوں نے سمجھا۔ مگر سنیش چندر نے کچھ نہیں کہا۔ سمجھے کہ ماں نے جنیش چندر کے مشورہ سے انہیں رخصت کر دیا۔ وہ خودداری و خودنمائی کے جوش میں آکر اُٹھ گئے

دوسرے دن جنیش چندر اپنے کاروبار کی جگہ پر چلے گئے۔

تاریخ مقررہ پر سنیش چندر کی سسرال سے گاڑی آئی۔ اور تجھلی بہو بیگے چلی گئیں۔ اُنکے جانے کے تین بعد سنیش چندر بھی کہیں نکل گئے۔

بارھواں باب

بیساکھ

کا ہینہ گذر گیا۔ مگر جنیش چندر نہ تو گھر ہی آئے۔ اور نہ کچھ خرچ بھیجا۔

آج کل ہندوستان میں ہر شعبہ میں کچھ نہ کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ مگر زمینداروں کی نوکری کی حالت جوں کی توں ہے۔ اس کے پرانے میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوئی ایک معمولی نائب کی تنخواہ آٹھ روپے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مگر وہ آٹھ روپیہ ماہوار تنخواہ پانیوالا نائب ایک خدمتگار اور ایک رسوئیا نوکر رکھتا

ہے۔ ان دو آدمیوں کی تنخواہ میں اُس کے سولہ روپے خرچ ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ گھر کا خرچ بھی زیادہ رہتا ہے خلاصہ یہ کہ آٹھ روپے ماہوار تنخواہ دار کے نائب کی سالانہ آمدنی آٹھ سو سے زیادہ رہتی ہے اتنا روپیہ آتا کہاں ہے؟ کپڑے کو تراسے پیٹ ہے گھریلے (زر) کسانوں سے ہی اتنا روپیہ وصول کیا جاتا ہے۔ نہیں معلوم ہندوستان کے غریب کسانوں کا اس مصیبت سے کب چھٹکارا ہوگا۔

جنیش چندر زمیندار کے نائب تھے۔ اُن کی آمدنی بھی اتنی ہی تھی۔ ......
......۔اُن کی آمدنی کے مہینے بھادوں اور چیت کے دن تھے۔

اُس کے مہینے میں جو کچھ ملا تھا۔ وہ تمام جنیش کی ماں ہڑپ کر گئیں چیت میں ایک کی بھی آمدنی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ زمیندار کسانوں میں جھگڑا چل رہا تھا اُس جھگڑے میں پھنسے رہنے کی وجہ سے نہ تو وہ گھر ہی آسکے۔ اور نہ کچھ بھیج ہی سکے۔

اس مرتبہ اناج نہیں ہوا۔ستیش بھی پردیس چلے گئے اور جنیش چندر نے کچھ بھیجا نہیں اسی وجہ سے اُن کے گھر کا خرچ چلنا دشوار ہو گیا ہے۔

ماں نے جنیش چندر کے پاس آدمی بھیجا۔ وہ خط کا جواب لیکر اُلٹے پاؤں واپس آیا پانچکوڑی نے خط پڑھ کر سنایا۔ لکھا تھا: ”ہم ایک پیسہ بھی نہیں بھیج سکتے قرض لے کر کام چلاؤ۔ اگر ایشور کی مرضی ہوگی تو ادا ہو جائیگا“

خط سنکر ماں بہت گھبرائی۔ عورت ذات کو کون اُدھار دیگا۔ پاس ایک روپیہ نہیں۔ جنیش چند۔ نامعلوم وقت تک مدد نہیں دے سکیگا۔ گھر کا خرچ بہت کچھ کم ہو جانے پر بھی چالیس پچاس سے کم نہیں۔

ٹھکن نے منجھلے بہو کو بلا کر جنیش چندر کا خط سنایا۔ سنکر منجھلی بہو

نے کہا: - ماں! میں کیا کروں جو مناسب سمجھو کرو - دیکھا ن اگر چھوٹے دیور جی کچھ سمجھتے رہتے - تو کیا ہم لوگوں کی یہی حالت ہوتی - اکیلا آدمی کہاں تک کرے - ایک نئی مصیبت پڑنے سے ایسا ہو گیا - ورنہ آجتک خون پانی ایک کرکے وہی تو کام چلا رہے تھے "

ٹھنڈی سانس بھر کر مالکن نے کہا: - بیٹی کیا میں یہ نہیں جانتی - دانیش نے جو کچھ کیا - اچھا ہی کیا - بڑی اُمید تھی - کہ میرا دانیش لکھ پڑھ کر اب کسی قابل ہُوا ہے - تمام دُکھ دور ہو جائیں گے مگر ہماری بدقسمتی سے تمام آرزوؤں پر اوس پڑ گئی - اب کیا تدبیر کریں -

منجھلی بہو: میں کیا بتاؤں - کیا میں تم سے زیادہ ہوشیار ہوں "

مالکن: - بیٹی اب تیرا ہی سہارا ہے - بغیر کھائے پیئے سب سوکھ سوکھ کر مر جائینگے -

منجھلی بہو: - تمہارے بیٹے نے کہا مجھے چار پانچ سو روپئے دے رکھے ہیں جو نکال کر دیدوں "

مالکن: - نہیں میں یہ نہیں کہتی "

منجھلی بہو: تو پھر کیا "

مالکن - چھوٹی بہو نے اپنے دو زیور دیئے تھے - اُنہیں رہن رکھکر یہ ایک مہینہ چلا یا ہے اب تم اپنا ایک زیور دو "

منجھلی بہو - میرے زیور! میرے زیور سب بھاری ہیں - جسم میں جان دبتے رہتے ہیں انہیں ہرگز نہ دو گی "

مالکن: - چھوٹی بہو بھی بچہ ہی ہے اس نے تو دیدیئے اور تم نہیں دو گی "

منجھلی بہو - بھلا وہ کیوں نہ دے گی اس کو تو سہارا ہے - اس کا شوہر ڈبڑھ

سو روپیہ ماہوار کماتا ہے"

مالکن :- ہے ایشور! بھلا دانیش نے اُس بیچاری کو چاندی کا ایک چھلّا تک بھی نہیں بھیجا ہے"

منجھلی بہو :- "ابھی نہیں بھیجا تو کیا۔ آگے بڑی بڑی اُمیدیں ہیں"

پانچکوڑی تو فطرتاً خنداں پیشانی تھا۔ اس نے ہنستے ہنستے کہا :- زیادہ بات چیت میں نہیں جانتا۔ اگر دینا ہو تو دیدو۔ ورنہ اپنے کمرے جا کر بیٹھی رامائن پڑھو۔ بس" پانچکوڑی نے بات کیا کہی۔ گویا جلتے توے پر پانی چھڑک دیا آنکھیں لال کر کے منجھلی بہو بولی :- ایں مجھ سے مذاق؟ کیا میں اس گھر کی کوئی نہیں۔ میری اتنی بے عزتی! بس اب میں اس گھر میں نہیں رہوں گی پچپیش کو لے کر ابھی میکے چلی جاؤں گی۔ ابھی تو لڑکا ہے وہ ایک مٹھی اناج دیدیگا۔ کیا میں بیٹھی بیٹھی دن بھر رامائن پڑھا کرتی ہوتی ہوں؟ گھر کا کوئی کام نہیں کرتی"

لڑکے سے مُراد انکی اپنے پچیس۲۵ سالہ بھتیجے رام سیوک سے تھی۔ جس کے شوہر کی کمائی سے گھر کا خرچ چلتا تھا سب کو روٹی ملتی ہے۔ اس کے غصّہ کے آگے ٹھہرنے کی کسکو طاقت تھی۔ مالکن مخوف ہو کر بولیں :- بیٹی! یہ تو پاگل ہے۔ تمہاری گود کا کھلایا ہوا ہے اس کی بات پر اتنا غصّہ نہ کرو"

مگر پانچکوڑی کے دل پر منجھلی بہو کے غصّہ کا کچھ اثر نہ پڑا۔ وہ پہلے کی طرح ہنستے ہنستے بولا۔ اگر رامائن نہ پڑھو تو مہابھارت پڑھو۔ پہلے سے بھی زیادہ غصّہ ہو کر شیرنی کی طرح گرجتی ہوئی منجھلی بہو بولیں۔ میں تیرے دل لگی کے قابل ہوں رے بچو! پانچکوڑی پھر اُسی طرح ہنستے ہنستے بولا بچو؟ جم ہے اُس کے ہمارا منا چہرہ سُرخ کر کے چلا کر منجھلی بہو بولیں۔ میرے پچپیش کو گالی؟ بیٹھے بیٹھے جس کا کھائیگا۔ اُسی کے بیٹے کا جم دیگا۔ تم سب کی یہی خواہش ہے۔ کہ پچپیش

مر جائے۔ اور جو کچھ ہے تم لے لو۔

صاف شفاف آئینہ پر بھاپ لگ جانے سے جیسے وہ میلا ہو جاتا ہے اسی طرح پانچکوڑی کا ہمیشہ شگفتہ رہنے والا چہرہ کملا گیا آنکھوں میں آنسو بھر کے وہ کانپتے کانپتے بولا کیا میں نے پچیس کو گالی دی۔! بہو! تم نے یہ بات کیوں کہی؟

منجھلی بہو:۔ ہاں ہاں سب جانا ہوا اب زیادہ مایا موہ جتانے کی ضرورت نہیں ابھی تو کسی نے ایک مٹھی اناج بھی نہیں دیا۔ تب بھی اتنی باتیں! اور جب دو گے تب کھا ہی جاؤ گے۔"

پانچکوڑی! بہو! میں نے تو ایسی بات کوئی نہیں کہی۔ بغیر سبب تم اتنی باتیں کیوں کہتی ہو؟

منجھلی بہو! جو کچھ باقی۔ وہ بھی کہہ لو۔ میں تو ہمیشہ بغیر سبب لڑائی جھگڑا کیا کرتی ہوں ایک مہینے روپے نہیں بھیج سکے۔ اسی وجہ سے پچیس اور ہم دونوں آنکھوں میں خار دلازار کی طرح کھٹکنے لگے۔ بس میں اب تم لوگوں کے ساتھ کبھی نہ رہونگی

مالکن:۔ بہو! تو کیا پانچکوڑی کو علیحدہ کر دو گی۔

منجھلی بہو:۔ میں کیسے علیحدہ کروں گی۔ تم سب کی آنکھوں میں میں ہی کھٹکتی ہوں۔ اس بیٹے میں ہی جدا ہو جاؤں گی؟

تیرھواں باب

منجھلی بہو ۔ اور وہاں نہیں ٹھہریں جو منہ میں آیا بکتی جھکتی چلی گئیں

پانچکوڑی کسی بھی کام کے قابل نہیں۔ بیٹھے بیٹھے کھاتا ہے۔ صرف ایک شخص اپنا خون پانی ایک کیئے دیتا ہے اور جسکو جب جی چاہتا ہے میلو ہیں سناتا رہتا ہے کیا عجب ہو کبھی مار بیٹھے۔

پانچکوڑی درد آلود نگاہوں سے ماں کے چہرے کیطرف دیکھ کر بولا نہ معلوم آج صبح کس کا منہ دیکھ کر اٹھا تھا۔ اب تو جی میں یہی آتا ہے کہ اس زندگی کی کشتی کو پرسکون سناٹے میں کسی درخت سے باندھ دوں اور بے فکر ہو کر اسی لق و دق کے بیابان میں قدرت کے دلکش گیت سُریلی آواز سے گاتے ہوئے اُس میں محو ہو جاؤں۔

گنسا رنی کھڑی ہوئی منجھلی بہو کا یہ لڑائی جھگڑا دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی پانچکوڑی کی یہ بات سنکر بولی۔ چھوٹے بابو اگر جنگل میں جا کر پرانایام کرکے چار پیسے کما سکتے ہو تو کرو۔ پرائی کمائی کھانے سے ایسی ہی باتیں سننی پڑتی ہیں قدرت کے راگ الاپنے اور پرانایام کرنے کے لیئے کہاں جانا پڑتا ہے

"جم کے گھر" کہکر پانچکوڑی وہاں سے اٹھ گیا ماں نے ایک لمبا سانس لیا۔ پانچکوڑی جب آنگن کے کمرے کے پاس سے گذر رہا تھا اُسی وقت سچیش چھوٹے کاکا کے پاس جاؤنگا" کہتا ہوا دوڑ کر پانچکوڑی کے پاس آ گیا۔ ایسے دُکھ کے وقت تمام مصیبتوں کا قلع قمع کرنے والے سرمائیہ آرزو سچیش کو دیکھکر پانچکوڑی کا مرجھایا ہوا دل صبح کے فرحت انگیز جھونکے سے شگفتہ ہو گیا۔ اور اُس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔

سچیش لپکا۔ مگر منجھلی بہو نے جھپٹ کر سچیش کو اپنی گود میں کھینچ لیا اور کمرے کے اندر لیجانے لگی "نہیں جاؤ نگا" کہکر سچیش مچل گیا۔ اور رونے

چلانے لگا تب سچپش کے نازک نازک گالوں پر ایک بھرپور ہاتھ لگاکر منجھلی پھو بولی۔ زیادہ پیار کا کام نہیں۔ اگر مرنا ہی ہے تو میری گود میں مر جو تیری موت کی دعائیں مانگے بغیر پانی نہیں پیئے۔ اُنکے پاس تجھے کبھی نہ جانے دونگی"
یہ کہکر منجھلی سچپش کو کمرے میں لے گئی۔ سچپش اندر جاکر چلانے لگا۔ پانچکوڑی اس اُمید پر کہ شاید سچپش کی حالت پر دیا کر کے منجھلی پھو اُسے آنے دیں۔ کچھ دیر کھڑا رہا۔ مگر جب بڑی منجھلی پھو نے کمرہ کا دروازہ بند کر دیا تو پانچکوڑی مایوس اور غمگین ہو کر ٹوٹے ہوئے دل سے ماں کے پاس لوٹا۔
چھوٹی پھو منجھلی پھو اور پانچکوڑی کا جھگڑا دیکھ سن رہی تھی۔ جب سب سے چلے گئے اور صرف ساس رہ گئی۔ اُسوقت بہو وہاں آئی ساس کے آنسو اپنے آنچل سے پونچھ کر کہنے لگی دُکھ اُٹھانے سے کیا ہوگا۔ ماں چلو اندر چلیں۔
ایک سرد آہ بھر کر مالکن نے کہا۔ کس کا دُکھ کروں۔ بیٹی! جو قسمت میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ مگر اس لڑکے کے منہ کی طرف دیکھ کر چھاتی پھٹ جاتی ہے"
ساس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ منہ بند ہو گیا۔ چہرہ اُتر گیا۔ چھوٹی پھو اپنے آنچل سے اُن کے آنسو پونچھ کر کہنے لگیں۔ وہ مرد مانش ہیں۔ اُن کا دُکھ کیا؟ ہم عورت ذات ہیں۔ گھر سے باہر نہیں نکل سکیں۔ اسی وجہ سے چپ چاپ گھر میں بیٹھی دُکھ برداشت کیا کرتی ہیں۔ اُسی وقت پانچکوڑی اپنا سا منہ لیئے لوٹ آیا۔
بہت دُکھ پانے جس طرح انسان ہٹ ہار کر بیٹھ جاتا ہے۔ اُسی طرح پانچکوڑی بیٹھ گیا چھوٹی پھو الگ ہٹ کر کھڑی ہوگئیں۔ ماں نے اُس کی یہ حالت دیکھ کر مضطربانہ انداز سے پوچھا کیا ہوا ہے؟
پانچکوڑی :- نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ کچھ نہیں! میں اب اس گھر میں

میں نہ رہونگا؟

ماں :- کیوں یکایک کیا ہُوا؟ کہاں جائے گا؟

پانچکوڑی اِس مرتبہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ماں نے اُسے اِس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا روتے روتے بولا منجھلی بہو میرے دل کے اندر گھس کر میرے پران سے پیارے بچیش کو نکال کر مجھ سے چھین لیا

ماں :- جس کا لڑکا ہے اگر وہ لے لے تو تو کیا کرے گا۔

پانچکوڑی :- بچیش پانچوں کے پران کا بندھن ہے۔ بڑی بہو نے اُس بندھن کے بندھ مغائرت کے چاقو سے کاٹ دیئے۔ اب میں اِس گھر میں نہیں رہ سکتا۔

ماں بھی رونے لگی۔ روتے روتے بولی "طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھا رہی ہوں۔ اب تو نظروں سے اُوجھل ہو کر اچھی طرح مصیبت کے جال میں پھنسانا چاہتا ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں میری آنکھوں کے سامنے سے دُور نہ ہو میری موت کے بعد جہاں جی میں آئے۔ جانا۔

پانچکوڑی بڑی دیر تک خاموشی کے ساتھ کچھ سوچتا رہا۔ اِس کے بعد ایک ٹھنڈا سانس لیکر بولا "بغیر کھائے پیئے یہاں کیونکر رہونگا منجھلی بہو تو اب مجھے کھانے کو دیگی نہیں۔ جو واقعہ ہوا ہے۔ اِس کا مفصل حال دادا کو لکھکر اور اُس پر حاشیہ چڑھا کر علیحدہ ہو جائینگی اُس وقت کیا ہوگا؟

ماں :- کیا ہوگا۔ میرا سر!

پانچکوڑی :- چھوٹے دادا نے کیا کیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سب کہتے ہیں اس میں کوئی نہ کوئی اِسرار ہے۔ دال میں کچھ کالا ہے اِسی وجہ سے وہ سب گھر بار بھول گئے ہیں۔ اچھا میں ایک بات کہتا ہوں"

پانچکوڑی :- کل صبح ہی میں مظفر پور جاؤں - اور وہاں جا کر دیکھوں - کہ معاملہ کیا ہے اگر ممکن ہو تو کچھ روپیہ بھی لے آؤں "

ماں :- یہ بات تو بڑی معقول ہے - مگر جائیگا کیونکر - راستہ کے لیئے خرچ چاہیئے جینتی ہمسایہ کے گھر گئی تھی - جب گھر آئیں - تو بستار کی زبانی تمام باتیں سنکر ماں کے پاس آکر بولیں :- پانچکوڑی بغیر زادِ راہ کے مظفر پور کیونکر جا سکیگا اور روپیہ کا فی الحال انتظام ہونا غیر ممکن سا معلوم ہوتا ہے - میرے پاس ایک چندر ہار چاندی کا ہے - اسے بیچ کر یہاں کچھ خرچ کے لیئے رکھ لو - باقی لیکر دانیش بابو کے پاس مظفر پور چلے جاؤ - وہاں جانے سے یقیناً کوئی نہ کوئی صورت نکل آویگی

سب نے جینتی کی باتوں پر صاد کیا - جینتی نے بکس کھول کر اپنا چندر ہار نکالا - پانچکوڑی اُسے لیکر سنار کے گھر گیا "

چودہواں باب

کل

صبح آٹھ بجے کی گاڑی سے پانچکوڑی مظفر جائیگا "

دوسرے دن صبح آٹھ بجے سے پہلے ہی جینتی نے پانچکوڑی کی تیاری کر دی پانچکوڑی نہا کر آیا - مگر کھانا کھانے کے لیئے اُس غیرت نے تقاضا نہ کیا اُس کی بنیا یانہ نگاہیں ہر چہار طرف سیتیش کو دیکھنے کے لیئے حلقوں میں بیقرار نظر آتی تھیں - جبتک سیتیش اُس کے ساتھ نہیں کھاتا - اُسے سیری اور آسودگی نہیں ہوتی تھی - بالخصوص جب وہ پردیس جا رہا تھا اُس وقت دلکو کھول کر سیتیش کو نہ دیکھ سکا پھر وہ کیونکر اتنی دور جا سکیگا کتنے دنوں تک - وہ سیتیش کو گود میں لیئے بغیر رہ سکتا تھا

جنتی نے کہا جانے کا وقت آگیا۔ آؤ جلدی سے کھانا کھالو۔

پانچکوڑی اِدھر اُدھر سچیش کو دیکھنے لگا۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔ گاڑی کا وقت قریب تھا۔ بالآخر اُس نے دلپر صبر کرکے تھوڑا سا کھانا زہر مار کیا۔ یکایک اُس کے کانوں میں سچیش کی پیاری پیاری آواز سُنائی دی سچیش کہہ رہا تھا "میں کاکا کے ساتھ کھاؤنگا"

سنجھلی بہو اُسے گود میں لیئے ہوئے کہیں جارہی تھیں۔ اِسی وقت وہ اپنے کمرے کی طرف اُلٹے پاؤں واپس ہوئیں سچیش چھوٹے کاکا کے ساتھ کھانے کے لیئے مچل پڑا مگر اُس کی ماں وہاں سے ہٹ جانے کے لیئے زور مار رہی تھیں بچہ زور سے کود پڑتا تھا۔ ماں نے اِس پر بھی نہ چھوڑا

سچیش کا پہلا لفظ سنتے ہی پانچکوڑی نے گھوم کر اُس کی طرف دیکھا۔ اُسے اُمید تھی کہ سچیش زبردستی ماں کے پاس سے اُس کی گود میں آجائیگا۔ مگر جب ماں نے کسی طرح اُسے نہ چھوڑا۔ تو پانچکوڑی نے نہایت عاجزانہ انداز سے کہا۔ "بہو! سچیش کو چھوڑ دو۔ وہ اگر میرے پاس نہ آیا تو مجھ سے نہ کھایا جائیگا"

سنجھلی بہو نے اِس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی غضب آلود نگاہیں دیکھ کر پانچکوڑی کو بہت رنج ہُوا۔ سنجھلی بہو بچے کو مارتے ہوئے اپنے کمرے میں لے گئیں پانچکوڑی کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ سنجھلی بہو کی سرد مہری سے اُس کا خون منجمد ہوگیا۔

جنتی نے پانچکوڑی کی حالت دیکھکر کہا۔ کیا کروں؟ اِس عورت کے بدن میں انسان کا خون ہی نہیں ہے۔ تم کھانا کھاکر ماتا درگا کا نام لے کر جس کام کے لیئے جاتے ہو۔ جاؤ واپس آکر پھر سچیش کو کھلا لینا۔

پانچکوڑی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کسی نہ کسی طرح چند لقمے زہر مار کرکے کپڑے پہنے اُس کے بعد ماں کے قدموں کو بوسہ دیکر چل کھڑا ہوا۔ چلتے وقت اُس نے

کئی بار منجھلی بہو کیطرف آبدیدہ نگاہوں سے اُس اُمید پر دیکھا کہ سچیش کو ایک بار دیکھ لوں۔ مگر سچیش کی ماں نے اُسے کمرے سے باہر نہیں نکلنے دیا۔

گاڑی جانے کا وقت قریب آگیا تھا۔ پانچکوڑی گھر سے باہر ہوا۔ راستہ میں وہ بار بار پیچھے کیطرف پھر پھر کر دیکھتا تھا۔ اُس کے کانوں میں بار بار یہی آواز آتی تھی۔ چھوٹے کاکا! میں بھی چلونگا۔ گویا سچیش رو رو کر یہی کہتا ہوا اُس کے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ مگر پیچھے پھر کر دیکھنے سے اُسے رنج ہوتا تھا۔ مایوسی اور بڑھ جاتی تھی۔ صرف دیوار کے درختوں کے پتّے ہوا سے ہل ہل کر آپس میں ہل کر "شوں شوں" کی مایوس کن آواز سناتے تھے۔

پانچکوڑی جب سٹیشن پہنچا اسوقت گاڑی کھڑی تھی۔ جلدی سے ٹکٹ لیکر وہ سوار ہوا۔ کھڑکی سے مُنہ نکال کر راستہ کیطرف دیکھنے لگا۔ سچیش کو اسوقت ماں نے چھوڑ دیا تھا وہ راستہ میں اکیلا کھیل رہا تھا۔ راستہ میں کتنے گائے اور اُن کے بچھڑے کھڑے تھے۔ پانچکوڑی نے آبدیدہ نگاہوں سے دیکھ کر عقیدت آمیز لہجہ میں کہا۔ سب کا کلیان کرنے والی ماتا دُرگا! سچیش کی حفاظت کرنا۔ اسوقت پانچکوڑی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔ اور گاڑی بھک بھک کرتی دھواں چھوڑتی پچھم کیطرف جا رہی تھی۔

دوسرا حصہ ختم ہوا

تیسرا حصّہ

پہلا باب

رگھناتھ پور ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ شام کا پُرسکون سناٹا تھا اور تمام گاؤں میں خاموشی کا تسلط تھا۔ بانس۔ ناریل۔ آم۔ کٹھل۔ کدمب اور کیلے وغیرہ کے پتوں کی آڑ میں گاؤں کے مکانات نے تاریکی کی چادر اوڑھ لی تھی۔ پچھم کی جانب آسمان میں شکرتارا اپنی ٹمٹماتی ہوئی روشنی سے اس تاریکی کو دور کرنے کی فضول کوشش کر رہا تھا۔

ایک بدحیثیت ٹوٹا ہوا چھاتا بغل میں دبائے ہوئے اور اپنے ہاتھ میں جوتوں کا جوڑا لئے ہوئے سنیش چندر ایسے وقت میں گاؤں کے اندر داخل ہوئے ان کا منہ خشک چہرہ اداس اور تمام بدن پر گرد و غبار پڑا ہوا تھا۔

رگھناتھ پور میں ہی سنیش چندر کی سسرال تھی۔ اسی گاؤں میں کرشن داس گھوش کا مکان تھا۔ بیوی، دو لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑ کر کرشن داس بہت دن ہوئے۔ پرلوک سدھار گئے تھے۔ ان کی چھوٹی لڑکی سے تینش چندر کی شادی ہوئی تھی۔

گاؤں میں داخل ہوتے ہی ایک ملاقاتی کاشتکار سے ان کی ملاقات ہوئی اپنے بیلوں کو چرا کر گاؤں کو واپس جا رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر مسرت آمیز سنیش بابو! آپ کہاں سے آرہے ہیں گھر میں تو سب خیریت ہے

تپش چند رنے ایک لمبا سانس لیکر کہا میں گھر سے نہیں آیا دو مہینے ہوئے گھر چھوڑ کر مختلف جگہوں کا چکر کاٹ رہا ہوں۔ کہئے۔ اس گھر میں تو سب خیریت ہے؟

کاشتکار۔ ہاں سب خیریت ہے صرف چھوٹی لڑکی کچھ بیمار رہے۔

(اس کاشتکار کا مکان ستیش چندر کی سسرال کے پاس تھا ستیش کے سسر کو یہ دادا کہتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو بیٹی کہہ کر پکارتا تھا۔

ستیش چندر کا کلیجہ کانپ اٹھا۔ مضطربانہ انداز سے بولے کیا بیماری ہے

کسان:۔ بخار اب سنتا ہے کہ دن دن بڑھتا جا رہا ہے

ستیش:۔ کتنے دن ہوئے؟

کسان:۔ بارہ چودہ دن ہوئے کل ڈاکٹر دیکھنے آئے تھے۔

ستیش:۔ بخار زیادہ تو نہیں ہے

کسان:۔ آج دوپہر کو کھیت سے واپس آ کر سنا تھا کہ بخار بڑھ گیا ہے مگر کوئی اندیشہ کا مقام نہیں کم ہو جائے گا۔"

جیسے گھر میں آگ لگی ہے اور دھوم دھام کر رہی ہو سب کچھ سوخت کر رہی ہے گھر والے باہر نکلنے کے لیئے بلبلا تے ہیں۔ اُن کے دلوں کی جو حالت ہوتی ہے ٹھیک وہی حالت اسوقت ستیش کے دل کی تھی۔

گھر باہر سے نکل کر دو مہینہ تک وہ نا معلوم کہاں کہاں کے چکر کاٹتے رہے۔ کتنے لوگوں کی خوشامد میں آمد کی در بدر کی ٹھوکریں کھائیں۔ مگر نوکری نہ ملی۔ دس روپیہ ماہوار پر بھی کسی نے نوکر رکھ کر اُن کے جلتے ہوئے دل کی آگ نہ بجھائی۔

اب چاروں طرف سے مایوس ہو کر سسرال آ رہے تھے۔ اُمید تھی کہ وہاں پہنچکر

کسی قدر تسکین و تشفی ہو گی ۔ مگر راستہ میں جو سُنا اُس سے معلوم ہو گیا کہ اُن کی زندگی صرف دُکھ بھوگنے کی ہے ۔ سُکھ اور شانتی کی دنیا میں اگرچہ کچھ کمی نہیں ۔ مگر اُن کے لیئے نہیں ۔

اے موہ مایا میں پھنسے ہوئے انسان ! اس شانتی کی شعلہ زن آگ میں تو خود دیکھا ندیڑ۔ اگر بھائی بھائی آپس میں مِلکر اپنی اپنی بیوی کو اچھی تعلیم دیتے اتحاد میں گوندھنے کی کوشش کرتے تو یہ شیرازہ کیوں بکھر جاتا اس اشانتی کی آگ میں رات دِن جلنا پڑتا ۔ اِس طرح بیکسی و بیبسی کی حالت میں دربدر مٹی کے ڈھیلے کیطرح مارے مارے کیوں پھرتے ؟

ستیش مایوس اور غمگین منھ لیئے ہوئے سسرال پہونچے ۔ دروازوں میں جوتوں کا جوڑا پھینک کر بغل سے چھاتا ہٹا کر دیوار کے سہارے کھڑا کر کے اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے :" گھوش مہاشے گھر میں ہیں یا نہیں "؟

گھوش مہاشے سے اُن کی مراد اپنے سالے ہری چرن گھوش سے تھی ۔

ہری چرن گھر میں نہیں تھے ۔ رسوئی خانہ سے ایک عورت کی آواز آئی کون ہے ۔ دادا گھر میں نہیں ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب کو بُلانے گئے ہیں ۔

"میں ستیش ہوں" ستیش یہ کہکر دروازہ پہ بیٹھ گئے ۔

جس عورت کی اندر سے آواز آئی تھی وہ ستیش کی منجھلی سالی سراج موہنی تھی سراج موہنی نے مسرت آمیز لہجے میں کہا "کون بڑے مہاشے ! آپ آگئے ۔ اچھا ہوا ۔ نینتو بہت بیمار ہے ۔

ستیش :- ہاں آگیا ۔ نہ آنے سے یہ دُکھ بھوگ باقی رہ جاتا

سراج ۔ موہنی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ۔ باہر آکر آسن بیٹھنے کو دیا اور اپنی چھوٹی بھتیجی سے ایک لوٹا پانی لانے کو کہا ۔

ستیش نے پوچھا ماں کہاں ہیں؟
براج موہنی نے جواب دیا شنّو کے پاس ہیں حکیم کے گھر بیٹا!
ستیش مرض کیا مُہلک ہے؟
براج موہنی۔ ہاں! آج بہت تکلیف ہے حواس باختہ ہیں آنکھیں سُرخ ہیں وَیدجی نے نبض دیکھی تھی۔ کہتے تھے۔ نبض کی رفتار اچھی نہیں آدھی رات کو بخار کم ہوجائیگا اُسی وقت خوف ہے۔ یہ سُنکر دادا ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں۔
اپنی گرماگرم آہوں کو اندر ہی دباکر ستیش چند نے دل ہی دل میں سوچا ہے تمام دُکھوں سے چھڑانے کے لیئے سنجھلی بہو سورگ جارہی ہیں۔ جس کے پاس ایک پیسہ تک نہیں جسے تمام دُنیا میں نوکری نہ مل سکی۔ اُس کے لیئے موت اچھی ہے۔ ستیش کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں براج موہنی کی نظر بچا کر دھوتی کے کونے سے اپنے آنسو پونچھ کر بولے۔ چلو ذرا دیکھ آئیں۔
براج موہنی ستیش کو ساتھ لے کر اُس گھر میں گئی۔ جہاں سنجھلی بہو بستر علالت پہ پڑی ہوئی تڑپ رہی تھی۔
ایک کمرے میں بستر پہ پڑی ہوئی شیو موہنی مرض کی دُکھ سے چھٹ پٹا رہی تھی اور بے چین ہورہی تھی۔ سرہانے مٹی کا ایک دیا جل رہا تھا۔ ماں پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ تمام مکان میں جیسے موت کی ہوا چل رہی تھی۔ پڑوسن شنّو کی ماں اور شیام کی بہو در دیوار کے سہارے بیٹھی ہوئی تھیں۔
براج موہنی نے کہا۔ ماں! بڑے بھائی آئے ہیں پیچھے دیکھ کر اور گھونگٹ ذرا آگے سرکا کر ماں رونے لگی۔ روتے روتے بولی۔ میری لڑکی ایک دن کے لیئے بھی سُکھی نہ ہوئی۔ ایسے کے پالے پڑی کہ چاندی کا ایک چھلا تک نصیب نہ

ہُوا۔ گھر کی جلن۔ ساس اور جٹھانیوں کی بس بھری باتوں نے اُس کا دل جلا کر خاک کر دیا۔ میری اچھائی بیٹی نے اُسی میں جان دی۔

تنو کی ماں بڑی پکّی تھیں۔ بولیں۔ بھوا دادا نہ معلوم کس دلیس سے دوڑ آیا اب تک بدن کا پسینہ نہیں سُوکھا۔ پاؤں کی دھول نہیں جھڑی اور اِدھر اُس کی بیوی موت کے منہ میں ہے اور تم زبوروں کا رونا رو رہی ہو۔ (ستیش سے) بیٹھو بابو۔ بیٹھو۔ فکر و تردد کی کوئی بات نہیں بیار سے اچھی ہو جائے گی۔

ستیش نے اِن باتوں پر کان نہ دیا۔ وہ نبض دیکھنا جانتے تھے۔ مریضہ کے پاس جا کر نبض دیکھی دو تین بار دیکھکر بولے ماں! آج کسی قسم کا خوف نہیں۔ نبض کی حالت بُری نہیں۔ معقول علاج ہونے سے بچ سکتی ہے۔ دماغ میں خون چڑھ گیا ہے۔ اِسی وجہ سے بکتی جھکتی ہے۔

تنو کی ماں نے کہا یہی بات میں آج تین چار دن سے کہہ رہی ہوں۔ مان پور کا نائی بہت اچھی دوائی دیتا ہے جو اتنا بڑا مرض دور کرے گا۔ جیتپور کے صاحب ڈاکٹر کا علاج اگر ہوتا تو ٹھیک کبھی کی اچھی ہو گئی ہوتی۔

کٹوریا چڑھا کر بیٹھو مہتی کی ماں بولیں۔ بہن! سب بابا روپے کی بات ہری ہیچارہ کہاں تک کر سکتا ہے۔ کھانا کپڑا چلتا ہے یہی غنیمت ہے۔ ڈاکٹر کی فیس دینے کو کہاں پاسے۔ کالی بابو بڑے نام لیکر دوا دیتے ہیں۔ اِسی وجہ سے اُن کی دوا لیجاتی ہے۔ آج اگر بچ گئی۔ تو کل صاحب ڈاکٹر کو بلائیں گے

تنو کی ماں بولیں۔ کل بُلائیں گے۔ جاؤ بیٹا۔ اِسوقت جا کر ہاتھ مُنہ دھوؤ۔ کچھ کھاؤ۔ پیو خوف کی کوئی بات نہیں۔ انسان بیمار ہوتا ہے اور پھر اچھا ہو جاتا ہے



دوسرا باب

رات کے تقریباً دس بجے ہونگے۔ ہرچرن کالی ڈاکٹر کو ساتھ لیکر گھر آئے
تپش چندر کو دیکھکر بولے کہئیے۔ کہاں سے ؟ تم تو بہرام پور کی طرف گئے تھے۔
نہایت غمگین اور مایوسانہ انداز سے تپش چندر نے کہا:۔ صرف بہرام پور
کیوں ؟ کلکتہ بردوان۔ کرشن نگر۔ رانی گھاٹ۔ میمن سنگھ۔ دیناج پور
آسام۔ الغرض کہاں نہیں گئے تھے۔

ہرچرن:۔ "کسلئے گئے تھے ؟"

تپش:۔ "نوکری کے لیئے"

ہری چرن:۔ "ملی ؟"

تپش:۔ "نہیں"

ہرچرن نے تپش چندر کے ساتھ کالی ڈاکٹر کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر نے پوچھا
کیئے رائے مہاشئے ! مریض کو آپ نے دیکھا ؟

تپش:۔ ہاں ! دیکھا ہے۔ مگر میری سمجھ میں تو کوئی خاص بات نہیں آتی
آپ دیکھئے کالی ڈاکٹر ذات کے نائی تھے۔ گرو مہاشئے کی پاٹھ شالہ میں اُنہوں
نے صرف بنگالی دو تین کتابیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد مُلک میں ملیریا بخار
پھیلنے کے موقع پر کونین کی پڑیاں دیکر ڈاکٹر بن بیٹھے تھے۔ چند مریضوں کے
ساتھ کونین کی پڑیوں سے میجک ہوتا ہے۔ اُس وقت ان کی دھاک بندھی ہوئی
تھی۔ چند ملیریا کا بخار ان کی چند پڑیوں سے جاتا رہا۔ اور اُنہوں نے اسی
گاؤں کے گردونواح میں اُن کا سکّہ جما دیا تھا۔ مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ ڈاکٹر

صاحب کو نبض کی شناخت بھی نہ تھی ۔ بہت سی دواؤں کے نام بھی اُنہیں نہیں معلوم تھے ۔

کالی ڈاکٹر بہرحال کے ساتھ خودداری میں بھری ہوئی چال سے چلتے ہوئے مریضہ کے پاس پہنچے ۔ نبض دیکھ کر ۔ آنکھیں دیکھ کر منہ دیکھ کر واپس آئے قصوروار ملزم کیطرح تبیش بھی اُن کے پیچھے پیچھے چلے پوچھا :۔ آپ نے کیا دیکھا چہرہ کو غیر معمولی طور پر متین اور سنجیدہ بنا کر لاپرواہی سے کالی ڈاکٹر نے کہا کوئی اندیشہ کا مقام نہیں ہے

اتنے دکھ میں بھی ہنسی آگئی ۔ ہنسی کو روک کر تبیش نے کہا :۔ نبض کیحالت کیسی ہے ؟

کالی :۔ جیسی مریضوں کی ہوجاتی ہے ۔

تبیش :۔ میں یہ نہیں پوچھتا بچیگی یا نہیں ۔ یہی پوچھتا ہوں ؟

کالی :۔ میں ایشور تو نہیں ہوں جو یہ بتا سکوں ۔

تبیش :۔ کس کس نے کہا ہے کہ بخار ٹوٹتے وقت نبض کیحالت بہت خراب ہو جائے گی کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے ؟

کالی :۔ کون سالہ ایسا کہتا ہے میں نے کتنے ڈاکٹروں کو دیکھا ہے قطعی فیصلہ کوئی نہیں دے سکتا ۔

تبیش :۔ اگر ویسا ہی ہو تو کیا کرنا ہوگا ۔ کالی بابو آپ ناراض نہ ہوں ڈاکٹر سے مریضوں کے عزیز و بیگانے اس قسم کی باتیں دریافت کیا ہی کرتے ہیں ۔ مریض خود تو اس قسم کے سوالات نہیں کر سکتا ۔

. . . .

. . . .

. . . .

کالی بتؔ نہیں۔ میں ناراض کیوں ہونگا۔ آپ اگر میرا امتحان لیتے ہیں تو لیجئے
ستیش:۔ اگر مریض کی حالت خراب ہو گئی۔ تو کیا دوا دیجائے گی؟
کالی بتؔ: فی الوقت اس قسم کی باتیں کیوں سوچتے ہو؟ اور ایسے سوالات سے کیا حاصل؟ موت سے پہلے کفن دفن کی تیاری کرنا عقلمندوں کا کام نہیں" یہ کہکر کالی بابو نے دو چار دواؤں کے نام لیئے۔ اور فرمایا:۔ مرنے کیوقت بھی اگر یہ دوائیں دیدیجائینگی تو مریض ایک بار بولنے لگ جائیگا"
ستیش چندر دانیش کی ڈاکٹری کتابوں کا مطالعہ کرنے لگے۔ دواؤں کے نام کا ٹوٹا پھوٹا لفظ اگرچہ کالی ڈاکٹر نے ادا کرنا چاہا۔ تاہم جو کچھ کہا اُس سے ستیش نے یہ سمجھا اس حالت میں اگر یہ دوائیں دیدی گئیں تو چنداں مضائقہ نہیں۔
ایک ڈولچہ میں چند چھوٹی چھوٹی شیشیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اُسے کھول کر ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ ایک شیشی تھوڑا سا پانی دیدو"
ایسا ہی کیا گیا۔ کالی ڈاکٹر نے اُسوقت بغیر لیبل لگی ہوئی چند شیشیاں نکالکر اور چند قطرے دو چار دواؤں کے ملا کر دیئے۔ اور سخت تاکید کی کہ تین گھنٹے کے اندر ہی اِس دوائی کی چھ خوراک ضرور پلا دیجائیں"
ڈاکٹر صاحب کی یہ حالت دیکھکر ستیش چندر نے دل ہی دل میں سوچا کہ ایسا مُہلک مرض بغیر کسی ہوشیار ڈاکٹر کے" ستیش کی یہ حالت دیکھکر ایک آدمی اور لالٹین لے کر چلے گئے۔
ستیش ہاتھ منہ دھو کر اندر گئے اور ایک مرتبہ نبض دیکھی معلوم ہوا بخار کم ہو گیا ہے مگر نبض کی حالت بدستور وہی ہے۔ وہ دل ہی دل میں گھبرائے

کہ ایسا نہ ہو کہیں بخار کم ہونے کے ساتھ ساتھ نبض کی رفتار بھی کم نہ ہو جائے۔"

وقت پر ہری چرن کے ساتھ ساتھ تینش چندر کھانا کھانے گئے۔ کھانا انہیں اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ ساتھ دینے کے لیئے چند لقمے زہر مار کئے اندر ہی اندر وہ غم کھا رہے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد پھر وہ مریضہ کے پاس گئے۔ نبض دیکھی۔ بخار اور بھی کم ہو چلا تھا۔ نبض کی حالت بھی خراب نہیں تھی۔

برنج موہنی نے کہا: "رائے مہاشے! آپ کے بار بار آنے کی وجہ سے ماں یہاں نہیں بیٹھ سکتیں آپ دیوی مندر میں جا کر آرام کریں۔ ضرورت ہوگی تو بلا لونگی۔"

پھر کچھ سوچتے ہوئے تینش باہر چلے گئے۔ ایک بے حیثیت سا ٹوٹا پھوٹا مکان تھا۔ گھر میں مٹی کے تیل کا ایک بے حیثیت چراغ جل رہا تھا۔ ہوا سے اس کی روشنی کانپ رہی تھی۔ بیچ میں چٹائی کے اوپر ایک میلا تکیہ رکھا ہوا تھا پاس ہی ایک اوڑھنے کے لیئے چادر رکھا ہوا تھا۔ بجائے اسی پر دراز ہو گئے۔ دل ہی دل میں سوچنے لگے:۔ "سونی سیج میرے تاریک دل کی طرح خوشبوؤں سے خالی ہے" اور وہ میرا انتظار کر رہی ہے۔ پاس ہی ایک اور بستر پر گھر کا کسان رتی کانت لیٹا ہوا تھا۔

رتی کانت نے کروٹ بدل کر کہا: "آپ کیا حقہ پئیں گے؟"

ایک لمبا سانس بھر کر تینش چندر نے کہا: "یہاں حقہ ہے۔"

رتی کانت نے اٹھ کر ایک کونے سے حقہ اٹھایا۔ اور کہا: "ہمارے مالک بھی یہی حقہ پیتے ہیں۔" اس کے بعد رتی کانت نے حقہ بھر کر تینش چندر

کو دیا۔ ڈاک گاڑی کی آواز کیطرح دیر تک ستیش چندر حقہ بجاتے رہے
اس کے بعد وہ حقہ رکھکر سونے کے لئے۔
رتی کانت نے بات چیت شروع کی اُس نے پوچھا:۔ آپ کوئی نوکری
چاکری نہیں کرتے کیا؟
ستیش چندر نے جواب دیا: نہیں فکر میں ہوں گا
رتی کانت۔ جب تک آپ نوکری نہ کریں گے۔ کوئی سہولت نہ ہوگی۔ ماں
اُس دن یہی کہتی تھی "
ستیش:۔ کیا کہتی تھی؟
رتی کانت:۔ چھوٹی لڑکی کے پاس زیور وغیرہ نہیں ہیں۔ یہی افسوس
کر رہی تھیں کہ غریب کے گھر لڑکی دینے سے روتے روتے بیچاری کا برحال
ہوگیا "
ستیش چندر نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ رتی کانت نے سوچا
کہ یہ باتیں ستیش بابو کے لیئے مسرت بخش نہیں۔ تب اُس نے دوسری
باتیں چھیڑیں۔ بولا:۔ لڑکی کو بہت بخار ہوگیا ہے۔ کالی ڈاکٹر کیا کرینگے
میری سمجھ میں کچھ آسیب کا خلل ہے۔ ورنہ اس طرح بکتی جھکتی کیوں؟
ایک سادھو ہے۔ وہ معاملہ میں بڑا اُستاد ہے۔ گھاٹ سے ایک گھڑا
پانی ایک ہی سانس میں لا ماٹی تا ہے۔ اُسی پر وہ کچھ منتر پڑھ دیتا ہے اور
مریض کو ایک ہی دن میں فائدہ ہوجاتا ہے۔
ستیش چندر نے اس بات کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔
رتی کانت:۔ نے سوچا:۔ ستیش بابو کو نیند آرہی ہے۔ اس لیئے وہ کروٹ
بدلکر خاموش ہوگیا۔ ذرا ہی دیر بعد تک بجاکر اس نے تمام دیوی مندر

کو ہلا دیا۔

ششی کی آنکھوں میں نیند کہاں؟ بہت دیر تک وہ کروٹ بدلتے رہے۔ رنج و غم نے اُن کے دل پر پورا پورا اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ رہ رہ کر اُن کے کان گھر کی طرف جاتے تھے کہ کہیں کچھ بُرا بھلا تو نہیں ہُوا۔ جب اُنہوں نے سمجھا کہ اب گھر میں ہر طرح سے خاموشی ہے تو گھر سے باہر نکلکر مایوسانہ نگاہوں سے آسمان کیطرف نظر ڈالی۔ ستارے چراغ سحری کیطرح ٹمٹما رہے تھے۔ اور چاند کی روشنی مدھم پڑ گئی تھی۔ اُس وقت تمام گاؤں نیند کی گود میں آرام کر رہا تھا وہ رات شکل پکش کی تھی۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ مگر چاروں طرف سناٹا چھایا ہُوا تھا۔ قدرت کا زیور رات اور ساز و سامان سے آراستہ ہو کر بھی ششی کے گذرے ہوئے دنوں کیطرح ششی چندر کی نگاہوں میں درد اور غم کا ایک مرقع نظر آ رہی تھی۔ ہر طرف پُرسکون خموشی کا تسلط تھا صرف پرندوں کی سہمی ہوئی آواز کبھی کبھی کانوں میں سنائی دیتی تھی۔ ششی کی نگاہوں میں آج کی رات بہت درد بھری اور غم و الم میں ڈوبی ہوئی تھی۔

یکایک اُنہوں نے سُنا۔ منجھلی بہو چلّا اُٹھی ہیں۔ گھبرا کر دوڑتے ہوئے اندر جانے کی کوششیں کرنے لگے مگر جا نہ سکے۔ کیونکہ دروازہ بند تھا۔ چلّا کر اپنے سالے کو آواز دی۔ کئی بار آواز دینے پر اُنہوں نے جواب دیا۔ خائف اور بھٹکے ہوئے مسافر کیطرح نہایت ہی عاجزانہ لہجہ میں ششی نے کہا تمہاری بہن بہت چلّا رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ ڈر رہی ہیں، میں ایک بار انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے بستر پر لیٹے ہی جواب دیا۔ روز رات کو اسی طرح چلّایا کرتی ہیں خوف کی بات نہیں۔ ماں وہاں موجود ہیں۔

آپ آرام کریں اپنے بچوں سے جدا ہوئی ماں جسطرح قید خانہ میں مغموم رہتی ہیں، اور بچے کے رونے پر محبت سے بیتاب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ستیش کے دل کی حالت تھی زخمی ہرن جسطرح موت کے وقت اپنی ہرنی کے پاس جانے کے لیئے بیتاب ہوتا ہے ستیش چندر کا بھی وہی حال تھا دروازہ کھولنے کے لیئے انہوں نے پھر التجا آمیز اصرار کیا +

"کوئی ضرورت نہیں" کہکر سالے صاحب نے کروٹ بدلی اور پھر نیند کی گود میں چلے گئے۔

ستیش۔ اپنا درد لیئے ہوئے لوٹ آئے۔ اور مجبوراً بستر پر لیٹ رہے

تیسرا باب

رات کے آخری حصہ میں ستیش کی آنکھ جھپک گئی۔ مگر صرف تھوڑی دیر کے لیئے یکایک اُن کی نیند ٹوٹی۔ آنکھ کھُل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی اُن کی تمام رگ و پے میں بےچینی اور مایوسی کی ایک جان گداز لہر دوڑ گئی ہاتھ پاؤں کانپ اُٹھے اور جسم کے قفس میں طائر روح پھڑ پھڑاتے لگا۔

اسوقت تک گھر میں کوئی نہیں اُٹھا تھا۔ رات کو زیادہ جاگنے کیوجہ سے سب سو رہے تھے مریضہ کی آنکھ بھی اُسوقت جھپک گئی تھی۔ اور طبیعت ساکن تھی۔

ستیش نے اُٹھکر رتی کانت کو جگایا۔ اُس نے آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھکر پوچھا:۔ کیا آپ حقہ پینا چاہتے ہیں؟

ستیش:۔ نہیں میں نے ایک ضروری بات کہنے کے لیئے تمہیں جگایا ہے

گاؤں میں جانا واپسی میں اگر موقع ہے تو ہری بابو سے کہہ دینا۔ میں دینیندر ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوں۔"

رتی کانت:۔ بہت اچھا! میں کہہ دونگا۔ آپ اِس میں غفلت نہ کیجئے دینیندر بابو نہایت تجربہ کار ڈاکٹر ہیں۔ وہ مرتے ہوئے کو بھی بچاتے ہیں۔"

رات کو جب تیز ہوا چلے گی تو سردی معلوم ہوگی۔ اِسی لیے ستیش اوڑھنے کے لیئے ایک چادر لے آئے تھے۔ جو تلان کے کپڑے اور چھاتا گھر کے اندر رہی رکھے تھے۔ ستیش نے سوچا کہ اِن چیزوں کے لیئے سونتوں کو جگانا اسوقت مناسب نہیں۔ اِس کے علاوہ لگنا نہ پور سے دینیندر بابو کے مکان کا فاصلہ چار میل سے زیادہ تھا۔ اِس خوف سے بیچارے ستیش بابو ننگے پاؤں ہی وہاں سے روانہ ہوئے۔

اسوقت آسمان میں آفتاب کی سنہری کرنوں کی جگمگاہٹ نہیں شفق پھولی ہوئی تھی گاؤں سے باہر نکلکر کماری ندی کے کنارے کنارے ستیش چندر روانہ ہوئے جیٹھ کا مہینہ تھا۔ ندی کے ہر دو کناروں پر بڑے بڑے سرفلک درختوں کی قطار تھی۔ درمیان میں ایک درخت!

ستیش کا دل رنج وغم سے کانپ رہا تھا۔ جیسے وہ دنیا کی نگاہوں میں ایک زبردست اور قصوروار ملزم معلوم ہوتے تھے۔

جب صفحۂ آفتاب کی نورانی شعاعیں جلوہ ریز ہوئیں۔ اسوقت ستیش ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ابھی تک شفاخانہ میں نہیں آئے تھے۔ ستیش باہر ایک بنچ پر بیٹھے ہوئے فکر وتردد کے بحر ذخار میں غوطے کھا رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے مختلف لوگ آکر اِس جگہ بیٹھ گئے کوئی بچہ کو گود میں لیئے ہوئے چلا آرہا ہے۔ کوئی لڑکی لڑکوں کو اپنی ماں کے زیور رات

پہنائے ہوئے کوئی صرف ایک دھوتی ہاتھ میں لیے ہوئے اور کوئی خود ہی مریضانہ چال
سے چلا آرہا ہے دم کے دم میں بہت سے لوگ جمع ہوگئے

کچھ دیر بعد ڈاکٹر صاحب آئے۔ نوکر نے حقہ بھر کر پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب حقہ
پیتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ مریضوں کو نسخہ لکھتے جاتے تھے . . . . .
. . . . ان کو دوا دی اور کسی کو نسخہ لکھا۔ وہ سب چلے گئے

ان کے جانے کے بعد ہی ڈاکٹر صاحب بھی چلنے کے لیے تیار ہوئے۔ ٹھیک اسی
وقت سنتوش بابو ان کے سامنے جا کر ہاتھ جوڑ کر انداز سے بولے: "میں آپ کے
پاس آیا ہوں۔ اور بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ اگر آپ مجھ پر مہربانی نہ
کریں گے تو میرے لیے دوسرا کوئی سہارا نہیں ہے"

ڈاکٹر صاحب: "کیا ہے کہیے"

سنتوش: "مجھے گھر سے نکلے ہوئے دو مہینے ہوگئے۔ مختلف مقامات میں چکر
کاٹتا رہا۔ کل شام کو رگھوناتھ پور اپنی سسرال میں آیا۔ یہاں [illegible] کی بیوی
سخت بیمار ہے"

ڈاکٹر: "کیا بیماری ہے؟"

سنتوش: "بخار۔ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک مرتبہ اترتا ہے۔ سر میں خون
چڑھ جانے کی وجہ سے دماغ بگڑ جاتا ہے۔ اور وہ اول جلول بکنے لگتی ہے"

ڈاکٹر: "کس کا علاج ہوتا ہے؟"

سنتوش: "اس وقت پورا بھروسہ کر کے ٹھیک یہی کہ آپ کے دروازے پر حاضر ہوا
ہوں۔"

ڈاکٹر: "آپ کی بات کا مطلب میں نہیں سمجھا"

سنتوش: "پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میں یہاں اپنی سسرال میں آیا ہوں۔

اسوقت میری حالات بہت ابتر ہے۔ بیوی کے جسم پر کوئی زیور بھی نہیں۔ کہ اُسے بیچ کر دوا علاج کروں۔ اور اگر دوا علاج میں غفلت سے کام لیا گیا تو اس کی زندگی کی اُمید نہیں۔ اس لیئے آپ مجھ بیکس دیے بس پر کرم کیجیئے۔ رگھوناتھ پور چلکر اُسے دیکھ لیجیئے۔ صرف آج ہی نہیں۔ بلکہ جب تک مرض نہ دور رہو دوا بھی آپ ہی کو دینی ہوگی۔ میں کل روپیہ کا انتظام کر دونگا۔ مگر کہاں سے کرونگا۔ اس کی نسبت فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو مجھ نادار سے ہوسکیگا آپ کی نذر کرونگا ایک ناچار و نادار کو زندگی اور شانتی دینے سے ایشور آپ کا بھلا کرے گا۔"

ڈاکٹر صاحب کچھ دیر سوچکر بولے :۔ رگھوناتھ پور میں آپ کے سسر کون ہیں ؟

ستیش چندر نے درد منڈل سے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا: میرے سسر کا انتقال ہوچکا ہے سالے کا نام ہرجیون گھوش ہے۔

ڈاکٹر:کیوں ؟ اُن کی حالت تو اچھی ہے۔ اُن کی بہن بیمار ہے۔ وہ دوا علاج کے خرچ کے کفیل نہ ہوسکیں گے ؟

ستیش :۔ ڈاکٹر صاحب! اگر میری حالت اچھی ہوتی۔ اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میرا سالا بھی میری بیوی کا علاج معقول طور پر کرتا۔ غریب کے لیئے کوئی ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کرسکتا۔ کہتے کہتے ستیش کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ڈاکٹر صاحب نے سوچا۔ ستیش کو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے سخت تکلیف ہے۔ بولے: "میں چلونگا دوا دوں گا۔ آپ رفتہ رفتہ مجھے روپے دیتے جائیگا"

جو آنسو ستیش چندر کی آنکھوں میں سوزش پیدا کر رہے تھے انہیں

آنسوؤں کی دھار نے اسوقت آنکھوں کو تسکین و تشفی کا پانی بن کر سیراب و شاداب کیا محفوظ ہوکر بولے: "آپ کی جے ہو۔ بھگوان آپکا منگل کریں"
ڈاکٹر:- میں آپ کا خرچ کم ہونے کے لیئے سائیکل پہ چلونگا۔ مگر دواؤں کا بکس کون لے چلے گا۔
سنتیش:- میں لے جاؤنگا"
دانت سے زبان دباکر ڈاکٹر صاحب بولے: "آپ شریف آدمی ہیں"
سنتیش: "ڈاکٹر صاحب! جس کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ بھلا وہ آدمی کہاں نہ لیجانے سے میری بیوی مرجائیگی"
ڈاکٹر:- ایک کام کیجیے۔ آج ایک آدمی لے لیجئے۔ اُسکو چار آنے کے پیسے دیدیجئے گا۔ کل سے آپ سنتیش لے کر دوا خود ہی لے جائیے گا"
سنتیش کے پاس اسوقت آٹھ آنے پیسے تھے۔ اِس لیئے اُنہوں نے ڈاکٹر صاحب کی تجویز منظور کر لی"
ڈاکٹر صاحب نے کہا:- تو آپ آدمی کو لے کر چلیئے۔ میں ابھی دم بھر میں پہنچتا ہوں"
آدمی کے سر پہ دوا کا بکس رکھواکر سنتیش چندر ذرا مطمئن ہوکر روانہ ہوئے چلتے ہوئے بازار سے اُنہوں نے ساڑھے تین آنہ کا ایک سیب خرید لیا

چوتھا باب

دھیتیندر:- ڈاکٹر نے آکر مریضہ کو دیکھا۔ بولے:- کوئی مقام اندیشہ کا نہیں معقول دوا ہونے سے مرض اسقدر نہ بڑھنا۔ کالی:- کیسے بیہودہ

علاج سے ہی اسقدر تکلیف ہوئی ہے۔"

وہ دونوں پیچھے چلے گئے۔ ننھو کی ماں اسوقت وہاں موجود تھیں۔ ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد بولیں "آج ستیش کے پاس پیسہ نہ ہونے پر بھی ڈاکٹر بلا لایا۔ کچھ بھی ہو بیٹا آخر شوہر ہی تو ہے۔"

ستیش کی ماں کو ننھو کی ماں یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ منہ پچکا کر بولیں "کیا کروں بہن کسی کا بس نہیں چلتا ہے۔ کیا کر رہی ہوں۔ اب تم تو ان کے ساتھ رہ کر بھی نہیں رشتہ کریں"

ننھو کی ماں بولیں "جہاں تک کر سکتا تھا کیا۔ دیکھو ایک سیب بھی لے آیا۔"

ستیش کی ماں بولیں "ہاں بھائی کس کے کرتے ہیں۔ مگر کیا کروں جیسی قسمت تھی ویسا ہی ملا۔ قسمت کی تحریر کس نے دیکھی ہے۔"

ننھو کی ماں بولیں "تو پھر دامادی کیا کچھ بُرا ہے۔ ہمیشہ کسی کے دن یکساں نہیں رہتے"

اسی وقت آنگن کے باہر سے ستیش نے پکار کر کہا "ماں! ہماری موٹی چادر کہاں ہے۔ جیر اکیلا جوتا اور چھاتا کہاں ہے۔ بھجوا دو۔"

ستیش کی ماں "کیوں بابوجی! جوتا چھاتا لے کر کیا کرو گے؟"

ستیش "ایک گاؤں جانے کا ارادہ ہے۔"

ستیش کی ماں "اسوقت کہاں کو جاتا ہے"

ستیش "شام کو واپس آجاتا ہے۔ وہ یہاں سے تین کوس کا راستہ ہے"

ماں "اگر ضروری کام ہے تو جاؤ مگر تم آؤ۔ مینہ کے کھڑے بہت برا حال ہوگی"

ستیش چونکہ منہ کے کھڑے ہی رہ گئے۔ اسی گھر میں اُن کی دولت تھی۔ ماں نے انہیں دیکھ کر کہا "کیوں؟ ہوا ہے"

ستیش "میں نندگاؤں جاؤنگا"

براج :- اسوقت کیوں جاؤگے ؟ کھاپی کر جاتا"

ستیش :- جس کے پاس روپیہ پیسہ نہیں ہے۔ اُس کے کھانے پینے کا وقت بےوقت کیا؟ وہاں جانے سے ہی کام بنیگا"

براج :- اسقدر جلد وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے"

ستیش :- ڈاکٹر صاحب کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔ اُن کو نہ دینے سے کام نہ چلے گا۔ اِسی غرض سے وہاں جارہا ہوں"

براج موہنی :- وہاں کون ہے؟

ستیش :- میرا ایک دوست ہے۔ اس کی مالی حالت بہت اچھی ہے۔ اس بات کے موقع پر وہ مجھے ضرور کچھ نہ کچھ بطور قرض دیدیگا"

براج :- تو آج ہی لوٹ آؤگے"

ستیش :- ہاں شام تک ضرور واپس آجاؤنگا۔ تم دوا وقت مقررہ پر ضرور دیتے رہنا اس میں غفلت نہ ہو"

یہ کہکر ستیش چندر نے جوتا پہنا۔ اور چھاتا تانے کر باہر نکلے۔

جیٹھ کی کڑکڑاتی ہوئی دھوپ میں ستیش چندر نے تین کوس کا سفر کیا پسینہ میں ڈوبے ہوئے جسوقت وہ دوست کے گھر پہنچے۔ اسوقت اُن کے دوست کھانا کھاپی کر فارغ ہوچکے تھے ستیش کے آنے کی خبر سنکر آگئے اور اُن کا خیر مقدم کیا"

ستیش :- پسینہ پونچھتے ہوئے روکھی آواز سے بولے :- مجھ پر بڑی مصیبت ہے۔ میری بیوی بہت سخت بیمار ہے"

دوست نے تعجب خیز انداز پوچھا کیا بیماری ہے"

ستیش :- بخار بگڑ گیا ہے"

ستیش :- دیوندر ڈاکٹر کا "
خیر آپ نہا دھوکر کھانا کھا لیجئے۔ مُنہ بالکل خشک ہو رہا ہے "
ستیش نے ذرا دیر آرام کیا اُس کے بعد نہا دھوکر کھانا کھایا کھا پی کر جب فارغ ہوئے :- تو اُن کے دوست ایک ٹھنڈے کمرے میں لیجا کر کہنے لگے دو کہ اب تھوڑی دیر سو رہو "
ستیش چند رنے کہا بتہ سنو بھائی ! جس کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں جسکی پناہ کے لیئے کوئی جگہ ہی نہیں - جو اپنے دوستوں عزیزوں کا ایک ایک پیسہ کے لیئے مُنہ دیکھتا ہے - جسکی بیوی بستر موت پر دراز ہے - کیا اُسے کبھی نیند آسکتی ہے - بہت دُکھ پاکر تمہارے پاس آیا ہوں "
دوست بھائیوں سے علیحدہ ہوکر تم نے کوئی عقلمندی کا کام نہیں - یہ بات میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں - اب جب تمہاری بیوی اچھی ہو جائے - تو اُسے لیکر گھر چلے جانا "
ستیش :- خیر ! یہ تو بعد کی باتیں ہیں - اسوقت اگر تم نے مجھے پچاس روپے بطور قرض نہ دیئے تو میں بے موت مرجاؤنگا - اور سب کچھ ستیاناس ہو ہو جائے گا "
دوست :- دینے میں مجھے کچھ عذر نہیں - مگر اسوقت میرا ہاتھ خالی ہے جو کچھ تھا وہ آج صبح ایک شخص کو دیا "
ستیش :- دہائی تمہاری ! اِس مصیبت سے مجھے بچاؤ - میں ہینڈ نوٹ لکھ دونگا تم جانتے ہو کہ میرے حصّہ کا مکان ہے - زمین ہے بیچ کر تمہارا روپیہ مع سود ادا کر دونگا - یہ یقینی ہے اسوقت مجھے مایوس نہ کرو - میں بہت اُمید سے کر تمہارے پاس دوڑ آیا ہوں "

دوست :۔ میرے پاس تو روپے ہیں نہیں۔ مگر بہن کے پاس دس بیس روپے ہوں تو کہہ نہیں سکتا۔"

ستیش :۔ کسی کے پاس ہوں مجھے لا کر دو۔ مگر میرا دس بیس سے کام نہ چلے گا۔ کم از کم چالیس روپے دو۔"

دوست :۔ اچھا ابھی تو سو رہو پھر دیکھا جائیگا۔"

ستیش ۔ مجھے نیند نہ آئے گی۔ میرے لیے آج تم بھی تھوڑی سی تکلیف اُٹھاؤ سوؤ نہیں گھر میں جا کر ٹھیک کر آؤ

دوست ۔ جہاں تک ہو سکیگا۔ کوشش کرونگا۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ بہن کے پاس روپے نکل آئینگے۔ اِس دھوپ میں جاؤنگا نہیں پھر دیکھا جائیگا ابھی سو رہو۔" یہ کہکر اُنہوں نے ایک تکیہ اُٹھایا۔ کروٹ بدلکر لیٹ رہے اور تھوڑی دیر میں سو گئے۔

مگر ستیش چندر کو نیند نہیں آئی۔ وہ بستر پر پڑے ہُوئے اِدھر اُدھر کروٹیں بدلتے رہے اِس طرح تھوڑا وقت گذر گیا ستیش کو ایسا معلوم ہُوا۔ جیسے شام ہونے میں اب دیر نہیں ہے۔ مگر دوست کو جگانے کا حوصلہ نہ ہُوا اگر اُن پر مصیبت نہ پڑی ہوتی۔ اور وہ روپے مانگنے نہ آئے ہوتے تو جب جی میں آتا دوست کو جگا دیتے اور اگر خواہش ہوتی تو کئی دنوں تک انہیں سونے بھی نہ دیتے مگر آج انہیں یہ حوصلہ نہ ہُوا۔ اُنکو خوف تھا کہ کہیں وہ ناراض ہو کر روپے دینے سے انکار نہ کر بیٹھے۔ مگر ہائے رے افلاس! تیرے چکر میں انسان پڑ کر کہیں کا نہیں رہتا۔ عقلمند کی عقل ماری جاتی ہے۔ اِس کے دام میں پڑ کر بڑی بڑی غیرتمند ہستیوں کو بھی تنکے چننے پڑتے ہیں۔ رفتہ رفتہ دن ڈھلا اور دھوپ کی تیزی کم ہوئی۔ ستیش چندر کے دوست کی نیند ٹوٹی۔ اُٹھ کر

ستیش سے پوچھا:۔ کیا تمہیں نیند نہیں آتی ہے؟"
ستیش:۔ درد غم سے تپتی ہوئی آنکھوں میں نیند کہاں ہے؟"
دوست (ہنسکر) "یار! تم بھی پاگل ہی رہے۔ بھائی! خوش نصیب کی بیوی مرتی ہے اور بد نصیب کا گھوڑا۔ تم اسقدر رنج کیوں کرتے ہو۔ اگر مر جائے تو دوسری شادی کر لینا۔ آج کل تو عورتوں کا بازار بہت سستا ہے"۔
ستیش:۔ ہم جیسے کنگال کی بیوی کا مرنا ہی بھلا ہے۔ مگر دکھ صرف اتنا ہے کہ ایک شخص بغیر علاج کے مرا جاتا ہے"۔
دوست:۔ جس کا علاج نہیں ہوتا۔ کیا وہ سب مر ہی جاتے ہیں۔ اور روپیہ پاپو کے علاج میں تو ایسا کچھ خرچ بھی نہیں۔ اُن کی فیس صرف دو ہی روپے تو ہے"
ستیش:۔ بھائی! مرض مہلک ہے۔ نہ معلوم کب افاقہ ہو۔ اس کے علاوہ دوا کی قیمت اور فیس تو دینی پڑے گی"
دوست:۔ تمام اخراجات کیا تمہیں کو کرنے پڑینگے۔ وہ اپنے بھائی کے گھر میں ہے۔ کسی غیر جگہ تو نہیں۔ کیا وہ نہیں دینگے"
ستیش:۔ "مفلس کی بیوی کے لیے کون مصیبت میں پڑتا ہے"
دوست:۔ "تو وہاں رہنے کیوں دیتے ہو؟ بُرا نہ ماننا۔ تم عورت کے غلام ہو۔ جو وہ کہتی ہے وہی کرتے ہو پھر دکھ نہ ہو تو کیا ہو۔ اس کے کہنے سے الگ نہ ہوتے۔ تو آج مصیبت کا منہ کیوں دیکھنا پڑتا ہے؟
ستیش:۔ گھر کی موجودہ حالت اور بھی خراب ہے۔
پھر بھی اپنا گھر اپنا ہی ہے" کہکر اُن کے دوست اُٹھ کھڑے ہوئے ستیش چندر اُسی جگہ بیٹھے ہوئے زمین آسمان کی خبر لانے لگے"۔
بہت دیر بعد دوست لوٹے۔ اُن کے آنے کی آہٹ سنکر ستیش چندر کا دل

اس خوف سے دھڑکنے لگا۔ کہ کہیں حضرت کو سادہ جواب نہ دیں۔ مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ ہینڈ نوٹ لکھا کر روپیہ دینے کی بات نے اُن کو مطمئن بنا دیا۔ اصل سے زیادہ سود پر تیس روپے ستیش چندر لے آئے۔

بستر پر بیٹھ کر متانت آمیز لہجہ میں دوست نے کہا:۔ اپنے پاس روپیہ نہ ہونے سے بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ویدی سے بہت کہہ سُن کر یہ تیس روپے لایا ہوں۔ اور یہ بھی صرف تمہارے لیئے ورنہ میں تو ایسے جھگڑوں میں کبھی نہیں پڑتا۔ سود ایک آنہ روپے کے حساب . . . .

ستیش :۔ (بات کاٹ کر ہاں ہاں!! ایک آنہ روپیہ ہی دیجئے

دوست :۔ اچھا ایک ہینڈ نوٹ لکھ دو "

کاغذ قلم لے کر ستیش نے پوچھا:" ویدی کے نام سے لکھوں؟"

دوست :۔ نہیں میرے نام سے لکھو "

ستیش سمجھ گئے کہ زیادہ سود اور ہینڈ نوٹ لکھانے کے لیئے دوست نے بہن کا نام لیا ہے۔ جو ہو۔ اُنہیں اس وقت روپے پانے سے ہی کام تھا۔ یہی اُن کے لیئے سب کچھ تھا۔ ہینڈ نوٹ لکھ کر ستیش چندر نے روپے گن لیئے اور اُٹھ کھڑے ہوئے

دوست :۔ کیا ابھی جاوگے ؟"

ستیش :۔ جی ہاں! شام ہونے سے پیشتر ہی پہنچنا چاہیئے "

دوست :۔ اپنی بیوی کی حالت سے اطلاع دینا "

بہت اچھا کہکر ستیش چندر رخصت ہوئے تندگرام سے رگھو ناتھ پور جاتے ہوئے راستہ میں ہی دھیندر بابو کا مکان پڑتا تھا

ستیش چندر جاتے ہوئے پہلے ڈاکٹر کے مکان پر پہنچے۔ وہ اسوقت آرام کرسی پر پڑے ہوئے تھے۔ حقہ گڑگڑا رہے تھے۔ اس جگہ اور کوئی نہیں تھا۔ ستیش چندر

کو دیکھ کر بولے :- آپ کیا حال ہے۔

پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر ستیش چندر نے کہا :- مریضہ کا حال مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہیں آپ کے ساتھ ہی وہاں سے چلا آیا تھا۔"

ڈاکٹر :- "کہاں گئے تھے ہا"

ستیش چندر :- "صبح آپ سے عرض کیا تھا کہ فکر کرکے آپ کی کچھ نذر کرونگا۔ اس لئے اسی کی فکر میں گیا تھا" یہ کہکر ستیش نے دس روپیہ نکالے اور ڈاکٹر کے سامنے میز پر رکھدیئے۔

روپے دیکھکر ڈاکٹر صاحب بولے :- دس روپے کس بابت ؟ میری فیس صرف دو روپیہ ہے اور دوا کی قیمت ایک روپیہ "

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

ستیش :- میری حالت بہت خراب اور نازک ہے۔ روز نہیں دے سکونگا جو کچھ بلا آپ کے پاس جمع کئے دیتا ہوں۔ آپ مریضہ کو صحت دیجئے اور کب دے سکونگا یہ نہیں کہہ سکتا۔ مگر دم ہوکا نہیں دونگا۔ جب ملیگا۔ اسوقت دیدونگا"

ڈاکٹر :- آپ دو روپے مجھے دیکر باقی لیجایئے۔ پھر کبھی دے دیجئے گا"

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

ڈاکٹر :۔ آپ دو روپے مجھے دیکر باقی بچا لیجیے۔ پھر کبھی دے دیجیے گا۔"
سنتش :۔ آپ اپنے پاس جمع رکھیے میرے پاس رہنے میں بڑی مشکل پڑیگی۔"
ڈاکٹر نے روپے لیکر بکس میں رکھ لیے اور بولے :۔ بازار سے تھوڑے سیب لیتے جائیے گا۔ غذا صرف دودھ کچھ اور کھانے پینے کے نہ دیجئیگا۔ بد قسمتی اور مناسب و معقول غذا نہ ملنے کی وجہ سے مریضہ بہت کمزور ہوگئی ہے جو ارشاد" کہکر سنتش چند چل دیے۔

پانچواں باب

دیبندر ڈاکٹر نے بڑی کوشش اور محنت سے سنتش کی بیوی کا علاج کیا پندرہ سولہ دن کے متواتر علاج سے سنجھلی بہو اچھی ہوگئیں۔ مگر بہت کمزوری آگئی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا :۔ کہ اب کچھ دنوں کسی طاقت کی دوا کا استعمال کرنا بڑا ضروری ہے تقریباً ایک ماہ تک سنتش چندر۔ دیبندر بابو کے یہاں سے مقوّی دوائیں لاتے رہے۔ پرانے باریک چاول۔ زندہ مچھلیاں اور دیگر مختلف اشیاء جو گاؤں کے معمولی آدمیوں کو نصیب نہیں ہوتیں وہ بھی سنتش کسی نہ کسی طرح لاتے رہے اِس طرح سے کئی مہینے گذر گئے سنجھلی بہو کی حالت پہلے کیطرح ہوگئی۔ اساڑھ مہینہ کی رتھ یاترا کا موقع قریب تھا۔ گاؤں کے بہت سے لوگ جگناتھ پوری جا رہے تھے سنتش کی ساس بھی جائیگی براج موہنی نے ماں کے تیرتھ یاترا کے موقع پر دس روپے دیئے شام کے وقت سنجھلی بہو نے سنتش کو بلا کر کہا :۔ ماں کل سویرے جگناتھ جی جائیں گی

وہدی نے دس روپے دیئے ہیں۔ تم کیا دوگے ؟

اسوقت ستیش کے پاس صرف دو روپے تھے۔ باقی سب کچھ سنجھلی بہو کی دوا علاج میں خرچ ہو چکے تھے۔ اس لیئے اُنہوں نے روکھے پن سے جواب دیا "میرے پاس تو اسوقت کچھ نہیں ہے"

منہ بنا کر اور بھوئیں چڑھا کر سنجھلی بہو بولیں۔ نہیں کہنے سے کیونکر کام چلے گا؟ جس طرح ممکن ہو۔ اسوقت کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑیگا۔

ستیش :۔ دینا چاہیئے۔ یہ میں جانتا ہوں۔ نہ دینے سے شرم کی بات ہے اس سے بھی واقف ہوں۔ مگر کیا کروں۔ جو کچھ قرض لایا تھا۔ وہ سب تمہاری بیماری میں خرچ ہو گیا"

سنجھلی بہو۔ آہ میرا جلا ہوا نصیب ہے۔ اسی وجہ سے تمہارے پالے پڑی۔ بھلا کیا کوئی ایسا کرتا ہے۔ اگر خرچ کرنے سے ایسے ہی گھبراتے تھے تو کیوں کیا۔ دادا جس طرح ہوتا دوا دارو کرتے زندگی ہوتی تو بچ جاتی۔ مجھ جیسی نصیبوں جلی کو بچایا ہی کیوں؟ جس کے پاس پہننے کو کپڑا نہیں۔ جسم پر زیور کا نام نہیں۔ جو ماں کو تیرتھ یاترا کے موقع پر ایک پیسہ بھی نہیں سکتی اس کا مرنا ہی بھلا تھا۔ اگر تم نے اس موقع پر ماں کو کچھ نہ دیا تو میں افیون کھالونگی۔ میں ایسی بے عزتی کبھی بھی گوارا نہ کر سکونگی"

ستیش :۔ جس کے پاس ہے ہی نہیں۔ وہ کہاں سے لائے۔ مجھے کاٹ کر دیکھنے سے بھی پورے دو روپے نہ نکلینگے۔ صرف پورے دو روپے ہیں"

سنجھلی بہو :۔ رہنے دو اپنے روپے میری ماں کیا فقیر ہے جو تم دو روپے اُسے بھیک دوگے۔ تمہارے روپے نہ ہونے سے کچھ اُنکا جاتا نہیں بند ہوگا

ستیش :۔ میں غریب آدمی ہوں۔ مفلس ہوں۔ بھلا میری مدد سے اُن کا کیا فائدہ

ہوگا!
سنجھلی ہُوا نہیں کیا کچھ ہوگا ہ"
ستیش۔ جس کے پاس پیسہ نہیں۔ اُس میں انسانیت بھی نہیں "
سنجھلی:۔ بھلا ایک روپیہ کیا کہکر دو گے ہ"
ستیش :"بہ بیٹے اور نہیں ہے۔ اگر یہ بھی خرچ ہو جاتا تو کچھ بھی نہ دے سکتے
:۔ ایک روپے کا دینا بھی کچھ نہ دینے کے برابر ہے"
یہ بات صحیح ہے۔ مگر کروں کیا۔ جب وقت آئے گا تو اُسکی تلافی ہو جائیگی"
:۔ جلے نصیبوں سے کبھی وقت ہی نہیں آئے گا۔ بھگوان اگر مجھے موت آجائے تو ہی اچھا ہے۔ اسی وقت ستیش چندر کے سالے ہرچرن بہادر باہر سے آئے اُن کی ماں اور تنّو کی ماں ایک کنارے بیٹھی ہوئی تھی۔ آتے ہی انہوں نے پوچھا:۔ ستیش کہاں ہے ہ" اُن کی ماں نے جواب دیا:۔ گھر میں ہیں اور کہاں ہ" ہرچرن نے ستیش چندر کو آواز دی اُن کے باہر آنے پر ہرچرن بولے:۔ بیٹھو ایک بات کہنی ہے"
ستیش بیٹھ گئے۔ ہرچرن نے کہا:۔ اب تم نے اپنے لیئے کیا سوچا ہے
ستیش کے کچھ کہنے سے پیشتر ہی تنّو کی ماں بول اُٹھیں "سوچا کیا ہے؟
شبّو! اچھی ہوگئی اب اُسے لیکر اپنے گھر جائینگے"
ہرچرن کی ماں بولیں:۔ وہاں بھی تو دُکھ ہی ہے۔ لڑکی کا دُکھ سہتے سہتے یہ حال ہوگیا تھا۔ اُنہیں بھی تو پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا" ہرچرن نے کہا۔ ہم نے جو کچھ سوچا ہے ستیش بھی وہ سُن لیں۔ اور تم لوگ بھی سنو۔ اگر سب کی رائے ہو تو ستیش ویسا ہی کریں۔ سب سے پہلے ستیش نے پوچھا: "کیا ہ"

ہرچرن اُس محلے کے رُمتو دا ایک قسم کی آڑھت کا کام کرینگے۔ اُنہیں دو آدمیوں کی ضرورت ہے۔ میں نے ستیش کا ذکر کیا تھا۔ اور اُنہوں نے منظور کرلیا ہے۔ مگر ابھی صرف چھ روپے مہینہ دینگے۔ کچھ عرصہ بعد دس روپیہ تک کر دیں گے۔

منتو کی ماں:۔ بھلا چھ روپے میں دو آدمیوں کا پیٹ کیونکر چلے گا میری سمجھ میں تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے"

ہرچرن:۔ "کھانا پینا تو دونوں کا ہمارے ہی یہاں ہوگا۔ میں اکیلا کھیتی کا کام نہیں دیکھ سکتا اس لیے یہ ہمارا کھیتی کا کام بھی دیکھیں گے۔ اور ہمارے یہاں کھائینگے بھی"

ستیش:۔ دس بجے کھاپی کر جایا کریں گے"

منتو کی ماں "آئینگے کب؟"

ہرچرن:۔ شام کو"

منتو کی ماں:۔ میری سمجھ میں تو یہ اچھا نہیں ہے۔ سسرال میں رہنا اور کام کاج کرکے کھانا اچھا نہیں۔ لوگ کیا کہیں گے"

ہرچرن:۔ "تو پھر کیا کھائینگے کہاں؟"

وہ بھی سمجھ لیں۔ اور تم بھی سوچ لو۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں نے کر دیا"

ہرچرن کی ماں: ماتا تو درگا انہیں اپنے آشیرباد سے سلامت رکھیں۔ تمہارے بغیر مجھ بدنصیب کا ٹھکانا ہی کہاں ہے۔ نہ معلوم میں نے کونسے ایسے بُرے کرم کئے تھے جو میری بیٹی کو ذرا بھی سُکھ نہ ملا"

ستیش:۔ ہاں میں یہ کام کرونگا کب جانا ہوگا"

ہرچرن ۔ تین دن بعد "

ستیش :۔ بہت اچھا ۔ ایسا ہی ہوگا "

اس کے بعد رادھا چرن کا ذکر آیا ۔ رادھا چرن ۔ ہرچرن کا چھوٹا بھائی تھا ۔ اُس نے بائیس سال کی عمر میں انٹرنس پاس کر لیا تھا ۔ اُس کے برابر میں کوئی لڑکا نہیں ہے سب کہتے ہیں وہ افسر ہوگا ۔ اس لئے ایک محرّر کی ضرورت پڑے گی ۔ اس لئے ستیش کی ساس کا خیال تھا کہ ستیش ہی اس کرسی کو زینت دیکر با اطمینان زندگی بسر کریں ۔ ایشور رادھو کی عمر دراز کرے

ازاں بعد جگن ناتھ پوری جانے کی بات شروع ہوئی ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہرچرن کی ماں کی جانے کی خواہش پہلے سے ہی تھی حملہ کے پانچ آدمی جائینگے اگر وہ نہ گئیں تو لوگ کیا کہیں گے "

جب یہ بات چیت ختم ہوئی اُسوقت ہرچرن کو حقّہ پینے کی ضرورت ہوئی رتی اب تک نہیں آیا ۔ حقّہ تو باہر ہی ہے ۔

ہرچرن نے ستیش چندر کے لئے نوکری کا انتظام کیا تھا ۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کا بار بھی اپنے ذمہ لیا تھا ۔ ایسی حالت میں اُنہیں حقّہ بھر کر دینا ستیش کے لئے احسان فراموشی کی بات تھی ۔ اسوجہ سے یہ کہکر " میں ہی دیکھتا ہوں "

ستیش :۔ حقہ کا انتظام کرنے کے لئے چلے گئے "

چھٹا باب

ٹھیک آٹھ بجے گاڑی مظفر پور اسٹیشن پر پہنچی ۔ پانچ کوڑی جلد جلد گاڑی

سے اُتر کر اسٹیشن سے باہر ہوا۔ اُس نے اِس سے پیشتر گاؤں کے باہر کبھی قدم نہیں رکھا تھا اِس لئے ایسے بڑے اور دوسرے شہر میں پہنچکر وہ بڑی مشکل میں پڑا۔ جدھر نظر اُٹھاتا تھا اُسی طرف سوائے مغربی آدمیوں کے اور کوئی نظر نہ آتا تھا اِس کے دیس کا آدمی کہیں دکھائی نہ آتا تھا سر پر بڑی بڑی پگڑیاں باندھے۔ ناگوری جوتا پہنے ہوئے شریف اشخاص اِدھر اُدھر آجا رہے تھے۔ مزدور وغیرہ بھی اُس کے دیس کی طرح نہ تھے وہ بہت دور تک بغیر کسی مقصد کے چلا گیا۔ کہاں جائیگا۔ کچھ ٹھیک نہیں یا آخر اسی شہر کے ایک شریف شخص سے بنگالی زبان میں پوچھا: "ڈاکٹر صاحب کا مکان کہاں ہے۔ مظفر پور میں بہت سے ڈاکٹر تھے۔ وہ شخص ٹھیک نہ بتا سکا ٹوٹی پھوٹی ہندی میں بولا: کس ڈاکٹر کا مکان دریافت کرتے ہو۔ یہاں تو بہت سے ڈاکٹر ہیں پانچ کوڑی نے نام بتایا۔ مگر پھر بھی وہ نہ بتا سکا۔ اُس نے ڈاک خانہ کیطرف اشارہ کرکے کہا: "سامنے ڈاک خانہ میں چلے جاؤ۔ وہاں دو بنگالی بابو ہیں اُن سے سب معلوم ہو جائیگا"

پانچکوڑی ڈاک خانہ کیطرف چلا۔ برآمدہ میں پہنچکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اتنے ہی میں بنگالی بابو اِدھر نکل کر آئے اور پانچکوڑی سے نہایت محبت آمیز لہجہ میں سوال کیا: "معلوم ہوتا ہے آپ ہمارے دیس کے ہیں۔ اور میرا بھی خیال ہے کہ آپ نو وارد ہیں۔ فرمائیے کہاں جائینگے؟"

اپنے دیس باسی کی شکل دیکھ کر اور اپنی مادری زبان کی باتیں سُنکر پانچکوڑی کو بہت اطمینان ہُوا۔ بولا: "آپ کا قیاس صحیح ہے۔ میں اِسی گاڑی سے آیا ہوں میرے بھائی یہاں ڈاکٹری کرتے ہیں۔ اُن کے پاس جاؤنگا۔ مگر اُن کا مکان کہاں ہے یہ مجھے معلوم نہیں ہے"

بنگالی :۔ آپ کے بھائی کا کیا نام ہے ؟

پانچ کوڑی :۔ دانیش چندر رائے ، وہ سرکاری ڈاکٹر ہیں ۔

بنگالی :۔ اوہو ! معلوم ہوا ۔ آپ ذرا ٹھہریئے چٹھی رساں چٹھیاں لیکر جائیگا ۔ وہ آپکو وہاں پہنچا دیگا ۔

بنگالی ۔ بہت دور نہیں شہر میں ہی ہے ۔

اسی وقت چٹھی رساں ڈاک لیکر باہر آیا ۔ بنگالی بابو نے ایک چٹھی رساں کو بلا کر کہا ۔ انہیں سرکاری شفاخانہ میں لے جاؤ ۔ یہ ڈاکٹر بابو [illegible] بھائی ہیں پہلے انہیں پتہ بتا کر بعد میں دوسری جگہ جانا ۔

چٹھی رساں پانچکوڑی کو لے کر روانہ ہوا ۔

شہر کے بیچ میں ہی ۔ شفاخانہ کی بلند عمارت تھی ۔ ایک بڑا سا پھاٹک تھا ۔ چہار طرف ملازم اپنا اپنا کام کر رہے تھے ۔ پانچکوڑی تو ہمیشہ جنگل میں رہتا تھا اس لیئے وہ کسی بات سے نہیں گھبرایا ۔ چٹھی رساں کے ساتھ واقف شخص کی طرح کھٹا کھٹ چلا گیا ۔

وہاں ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہوئے تھے چٹھی رساں انہیں پہچانتا تھا ۔ اُن کے کمرے کے دروازے پر لے جا کر پانچکوڑی کو کھڑا کر دیا ۔ دانیش چندر اسوقت میز پر جھکے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے ۔ چٹھی رساں نے ادب سے کہا ۔ حضور یہ بابو آپ سے ملنے کے لیئے آئے ہیں ۔ دانیش چندر نے سر اٹھا کر پانچ کوڑی کو سامنے دیکھکر خوش ہو گئے ۔ سوکھے ہوئے دل میں برادرانہ محبت کی دھار رواں ہوئی ۔ مسکرا کر بولے :۔ کیوں رے بالو کہاں ؟ گھر میں سب خیریت ؟ پانچکوڑی دیوار کے سہارے اپنا بے حیثیت چھاتا رکھکر بولا :۔ ہاں [illegible] ہیں گے

دانیش :- اچھا گھر جا۔ وہاں آکر تمام حال سُنیں گے۔ راستہ میں کچھ تکلیف تو نہیں ہوئی" تو گھر سے کب چلا تھا! یہ کہکر انہوں نے ایک نوکر کو آواز دی۔ نوکر کے آنے پر کہا :- انہیں گھر لے جاؤ یہ ہمارے بھائی ہیں کھانے پینے کا انتظام کروگے

پانچکوڑی نے پوچھا :- "آپ ابھی نہیں چلیں گے ؟"

دانیش :- ہم دو گھنٹے بعد آئیں گے تو گھر جا اور ضروریات سے فارغ ہو کر آرام کرو گے

پانچکوڑی :- میں تو یہاں آکر ایک نئی مصیبت میں پڑ گیا کسی کی بات اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ یہاں کیا اسی دیس کے سب لوگ ہیں ؟

(دانیش ہنسکر) : "تو کھانا پکانے والا بنگالی ہے "

خیر! اچھا جی" کہکر پانچکوڑی نوکر کے ساتھ چلا گیا وقت مقررہ پر دانیش گھر آئے اور کھانا کھا پی کر پانچکوڑی سے گھر کا سب حال سُنا۔ سُنکر اُن کے دل میں بے اطمینانی کی ایک آگ جلنے لگی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگے۔ کہ ہم ہر مہینہ اتنے روپے کما کر بیکار ضائع کر دیتے ہیں اور دن بدن فضول خرچ ہوتے جاتے ہیں۔ مگر ہماری ماں۔ بیوی۔ بھاوج اور بھائی وغیرہ بھوکوں مر رہے ہیں "

یہ آگ دانیش کے دل میں پہلی دفعہ مشتعل نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ بارہا وہ سوچ چکے تھے مگر دلی طاقت کی مدد و ہمت میں صرف جلن سے ہی کسی بات سے نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ جیسے ہوئے گھر میں پانی کی دو بوندیں جیسے خفیف نہیں رکھتیں۔ اور آگ کو تیز تر بنا دیتی ہیں اسی طرح اُن کی جلن ثابت ہوئی۔ پاپ کے سمندر میں جسوقت انسان تھا۔ کر اپنی طاقت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اُسی طرح اُن کا دل اسوقت اُس کی پُرشور لہروں

لہروں میں بہا جا رہا تھا جس کے دل میں طاقت ہے۔ وہ اس آواز بازگشت کو سنتے ہی پاپ کے راستہ کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر جو اس طاقت سے محروم ہے وہ ہمیشہ پروانے کیطرح جلتے ہیں الگ ہوتے ہیں اور پھر لوٹ پڑتے ہیں۔ دانیش کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔

دانیش سے تمام باتیں کہہ کر پانچ کوڑی بولا: "تین چار دن میں آپ ایک بار ضرور گھر چلئے۔"

دانیش نے جواب دیا: "یہ ایک بار گھر چلنے کی میری بھی زبردست خواہش ہے مگر کیا کروں اسوقت چھٹی ملنے کی امید نہیں۔ یہاں پلیگ شروع ہو گیا ہے اسوجہ سے شاید چھٹی نہ دیں۔"

پانچکوڑی: "بہت لوگ مرتے ہیں کیا؟"

دانیش: "اسوقت تیرا آنا اچھا نہیں ہوا۔"

پانچکوڑی: "کیوں؟ کیا بیماری کا خوف ہے؟ میں یہ باتیں نہیں مانتا یہ سب ایشور کی لیلا ہے۔ جو مرض سے خوف کھاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں"

دانیش سمجھے کہ بغیر تعلیم یافتہ پانچکوڑی کو ایسا گمان ہونا فطرتی ہے

پانچکوڑی: "کتنے دنوں کے بعد گھر جا سکینگے؟"

دانیش: "ٹھیک نہیں کہہ سکتے چھٹی کی درخواست دینگے اسکے بعد معلوم ہو جائیگا۔"

پانچکوڑی: "تو آج ہی کی ڈاک میں کچھ روپے گھر بھیج دو۔ ورنہ گھر کے لوگ بھوکوں مر جائینگے۔"

دانیش: "تو ابھی گھر نہیں جائیگا؟"

پانچکوڑی۔ میں کچھ دن گھوم گھاموں۔ اس کے بعد اگر آپ کو چھٹی مل گئی

تو ساتھ ہی چلو منگائے

دانیش :- میری رائے میں تو پاپنگ کے دنوں میں میرا یہاں رہنا مناسب نہیں۔
پانچکوڑی :- اس کے لیے آپ کوئی فکر نہ کیجیے۔ گھر جاتے ہیں جی ہے کوئی سکھ نہیں گھر میں میں بغیر ششیتیش کو پائے ہوئے ہرگز نہیں رہ سکتا روپے آج ہی بھیجیگا
دانیش :- روپیے تو اسوقت ابھی نہیں۔ یہاں کے خرچ کے لیے صرف دس روپیے رکھے ہیں گے
پانچکوڑی :- آج وہی بھیج دیجیے۔ اس کے بعد پھر دیکھا جائے گا
دانیش نے منظور کر لیا۔ پانچکوڑی اسی وقت روپے لیکر ڈاک خانہ چلے گئے وہاں جاکر روپیہ منی آڈر کرادیے اور ماں کو ایک خط بھی لکھا

ساتواں باب

ڈاک خانہ سے نکلکر پانچکوڑی نے شہر گھومنا شروع کیا گھوم پھر کر شام سے کچھ پہلے گھر لوٹا۔ اسوقت گھر کے سامنے ایک گاڑی کھڑی تھی گاڑی نہایت خوبصورت تھی اور گھوڑے بہت طاقتور تھے گاڑی کا ساز و سامان دیکھکر پانچکوڑی نے سمجھ لیا۔ کہ یہ گاڑی کسی دولتمند کی ہے مگر اسپر کون آیا ہے ا یہ وہ نہ جان سکا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی کانوں میں ہارمونیم کے دلآویز اور میٹھے سُروں کی آواز سنائی دی باجے کی آواز - دانیش کے کمرے سے آرہی تھی۔ ساتھ ہی کسی عورت کے گانے کی آواز بھی سنائی پڑتی تھی پانچکوڑی گانا سننے کے لیے۔ دانیش کے کمرہ میں گھسا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ چونک اٹھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک نوخیز اور خوبصورت عورت دانیش کے پاس کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے اور مونہہ بنا کر گا رہی ہے۔ جسم پر خوبصورت ساڑھی پیروں میں موزہ جوتا۔ اور پشت پر سیاہ زلفیں کالی ناگن کی طرح لہرا رہی ہیں عورتوں کا ایسا سنگار پانچکوڑی کی آنکھوں کے لیے نیا عجیب و غریب تھا۔

پانچکوڑی دروازہ پر کھڑا ہو کر وہ عجیب و غریب نظارہ دیکھ کر دنگ رہ گیا گانا گاتے گاتے نوتھکا کی نگاہ یکایک دروازہ کی طرف گئی۔ دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان ٹکٹکی لگا کر اس کی طرف دیکھ رہا ہے گانا بند کر کے نوتھکا نے پوچھا: "بھائی صاحب آپ کون ہیں؟"

پانچکوڑی بغیر کوئی جواب دیئے وہ جگہ چھوڑ کر ہٹ گیا۔ نوتھکا دل ہی دل میں ہنسی۔ اس نے سوچا "یہ آدمی بالکل جاہل معلوم ہوتا ہے۔ بات کا جواب تک نہ دیا۔ مگر خوبصورت شخص ہے۔ بات چیت کرنے کے قابل نہیں۔ ابھی بالکل نوعمر ہے۔ اچھی طرح حسن بھی نہیں بھیگیں کم سن ہونے کی وجہ سے ہی اسقدر شرمیلا ہے"

دانیش چندر نے پوچھا: "گانا بند کر کے کیا سوچنے لگیں؟"

نوتھکا نے ایک بار دانیش چندر کے چہرہ پر اپنی نگاہیں ڈالیں اس کے بعد بے پروائی سے کہا "اس شخص کی نسبت سوچ رہی ہوں"

دانیش نے ہنس کر کہا: "وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ دونوں بھائیوں پر پیار کی نگاہ نہ ڈالنا۔"

دانیش نے یہ بات ہنسی کی زبان میں کہی تھی۔ مگر نوتھکا کے دل پر یہ بات بخوبی روشن ہو گئی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس میں ہرج

ہی کیا ہے؟ ایسی آنکھ۔ ایسا چہرہ ایسی سادہ نگاہیں کن لوگوں میں ہیں
یونھکا نے ہارمونیم بجانا موقوف کرکے پوچھا:۔ یہ کب آئے؟

دانیش :۔ آج صبح۔"

یونھکا:۔ یہاں کتنے دن رہیں گے؟

دانیش کچھ ٹھیک نہیں۔ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔"

یونھکا: "وہ کیا کالج میں پڑھتے ہیں؟"

دانیش: "نہیں وہ لکھنا پڑھنا کچھ نہیں جانتا۔ بچپن میں ہی سر کے عارضہ میں بیمار ہوگیا تھا۔ اسی وجہ سے ڈاکٹروں نے دماغی محنت کے لیئے منع کردیا تھا۔"

یونھکا:۔ افسوس! ایسا خوبصورت پھول بو سے خالی!!

دانیش: "ایک ہنر ہے۔"

یونھکا: "کیا؟

دانیش :۔ ہارمونیم بہت اچھی طرح بجا سکتا ہے۔ اچھا گا سکتا ہے۔"

یونھکا:۔ تو اُسے بلاؤ نا؟

دانیش میرے سامنے وہ نہ گائیگا۔

یونھکا:۔ غیر تعلیمیافتہ اور گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اس لیئے۔ ہائے! ان خرابیوں کی جڑ ہمارے بنگال سے نہ معلوم کب کٹیگی۔ جب تک باپ بیٹے بڑے چھوٹے بھائی بہن شوہر بیوی۔ یہاں تک کہ ساس داماد۔ ایک لیول پر بیٹھ کر بےجھجکی سے ایک دوسرے کے سامنے آنکھ سے آنکھ ملا کر نہ گا سکینگے اسوقت تک "بندے ماترم" منتر کا سادھن ہونا غیر ممکن ہے۔

دانیش:۔ تم کسی دوسرے وقت اُس کا گانا سن سکتی ہو۔

پوتھکا :- کل صبح جب تم شفاخانہ میں جاؤ گے۔ میں یہاں آکر گانا سنوں گی۔
دانیش :- یہی ٹھیک ہے۔

آٹھواں باب

شام ہو چکی تھی۔ چاند کی صاف شفاف نورانی روشنی نے تمام دنیا پر ایک چادر سی بچھا دی تھی۔ ایسے وقت میں پانچکوڑی گھر سے نکلکر شہر گھومنے لئے نکلا۔ کہاں جائے گا اس کا کچھ ٹھیک نہیں صرف گھومنے سے ہی کام تھا وہ جلدی جلدی شہر کے آخری حصے تک نکل گیا۔

اس طرف ایک غریبوں کا محلہ تھا۔ گلیوں اور بڑے بڑے درختوں کی وجہ سے چاند کی روشنی اپنی پوری آب و تاب دکھانے میں ہچکچا رہی تھی۔ جہاں کہیں بھی ستر قدم طاعون پہنچ جاتا ہے وہ جگہ شمشان کیطرح خوفناک اور اداس نظر آتی ہے۔ اس محلہ کا بھی یہی حال طاعون کی سب سے پہلے نظر عنایت اسی محلے پر ہوئی تھی۔ کوئی کسی کو پانی دینے والا نہیں تھا۔ زیادہ تر لوگ بیماری شفاخانہ میں پڑے تھے۔ جو شفاخانے کے نام سے گھبراتے تھے۔ جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔ وہ اپنے گھر میں ہی مر رہے تھے۔ جو زندہ تھے۔ وہ بھی موت کی یہ گرم بازاری دیکھکر خائف ہو رہے تھے۔ ان کو ہر وقت یہی خوف رہتا تھا کہ نہ معلوم کس وقت اس خوفناک مرض کا شکار ہوں شام کے بعد کوئی گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ گلیوں اور سڑکوں پر ایک سناٹا تھا۔

پانچکوڑی اپنی دھن میں مست چلا جا رہا تھا۔ یکایک ٹھٹکا۔ اور ٹھہر گیا اسی راستے سے ایک عورت آرہی تھی۔ جب وہ پانچکوڑی کے پاس آئی تو اس

وقت چاندنی کی روشنی میں پانچکوڑی نے دیکھا عورت حسن کی دولت سے مالا مال ہے - وہ عجیب و غریب دلکش لباس و زیورات سے آراستہ تھی کسی نوشگفتہ پھول کی بوئے خوش کیطرح روح کو معطر کر رہی تھی آنکھوں میں غضب کی سیاہی و سپیدی تھی - اُن تری بڑی آنکھوں میں خون کی لالی اور سُرخ لکیر قوس قزح کا نظارہ دکھا رہی تھی "

عورت نے نہایت ہی عاجزانہ اور درد آمیز لہجہ میں کچھ پوچھا لیکن پانچکوڑی نہیں سمجھ سکا یہ دیکھکر وہ گذر کر آگے کیطرف چلی گئی "

پانچکوڑی اگرچہ اُس کی زبان نہیں سمجھ سکا تاہم اُس نے اسقدر ضرور جان لیا کہ عورت مصیبت زدہ ہے اور کسی شخص کی مدد چاہتی ہے وہ لوٹ کر عورت کے پیچھے پیچھے چلا - کچھ دور چلکر عورت کھڑی ہوگئی - اُسنے لیے انداز سے پیچھے پھر کر دیکھا - گویا کسی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی - اسی طرح وہ تصویر کی دیر تک کھڑی رہی - مگر کسی کو آتے نہ دیکھکر پھر آگے بڑھی شہر کو چھوڑ کر عورت نے باہر کا راستہ لیا - آدھ میل تک چلی گئی اور اور ایک پختہ کنوئیں کے پاس کھڑی ہوکر چاروں طرف دیکھنے لگی - آدمی نہ آدم ذات - ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا دور سے دھیرے دھیرے چلتی ہوئی ہوا آرہی تھی - ہوا کے جھونکوں سے ہلتی ہوئی بیل کیطرح عورت کانپتے ہوئے جسم اور خشک پتے کیطرح کھڑکتی اور کانپتی ہوئی ہرنی کی طرح محزوں نگاہوں سے دیکھنے لگی "

بہت سا وقت گذر گیا - عورت واپس ہونیکو تھی - یکایک دو طاقتور جوان اسجگہ آگئے عورت انہیں دیکھکر کانپ گئی اُس کے دل میں یہ خیالات آئے - کہ یہاں آنے میں میں نے جو جلدی سے کام لیا - بُرا کیا - دل ہی

دل میں ایشور کا دھیان کرنے لگی۔ اُس کا نام جوشی تھا۔ ذات کی براہمنی تھی۔

ناامید ہو کر کانپتی ہوئی آواز میں ایک شخص کو مخاطب کرکے جوشی نے کہا:۔ میں آپ کے پاس آئی ہوں۔ آپ نے جو مجھے ہنومان جی کا تعویذ دینے کے لئے کہا تھا۔ مہربانی کرکے وہ دے دیجئے۔ بہت مصیبت میں پھنس کر اتنی رات کو آپ کے پاس آئی ہوں میرا باپ طاعون میں مر گیا ہے ماں بھی بیمار ہو کر ہسپتال میں پڑی ہیں۔ میں۔ میری بڑی بہن اور ایک چھوٹا بھائی بچے ہیں۔ جو جو ہنومان جی کا تعویذ لے گئے ہیں۔ اُن کے گھر میں طاعون نہیں ہوا۔ آپ نے دینے کو کہا تھا۔ اسی لیئے آئی ہوں ساتھ کوئی نہیں آیا۔ اگر زیادہ مصیبت نہ پڑی ہوتی۔ تو ایسی جگہ ایسے وقت کبھی نہ آتی۔ مگر اسوقت نہ آنے سے آپ واپس جاتے۔ اس لئے تنہا آئی ہوں۔ نوجوان ہنسکر بولا:۔ اکیلی آئی ہو تو خوف کیا ہے؟ یہ تعویذ ہم اور کسی کو نہیں دینے۔ ہنومان جی کے مندر کا میں ہی پجاری ہوں ہمارے سوا اور کسی سے یہ نہیں ملتا۔

جوشی:۔ یہی جانکر ایسی جگہ چلی آئی۔

نوجوان:۔ اچھا ہی کیا۔ مگر اس بے بہا تعویذ کے بدلے مجھے کیا دوگی

جوشی:۔ میں اناتھ کیا دوگی؟ آپ نے مہربانی کرکے دینے کا وعدہ کیا تھا اسی لیئے آئی ہوں۔

نوجوان:۔ تمہارے پاس جو ہو وہ کسی راج رانی کے پاس بھی نہ ہوگا تم یہ جوبن دیوانی سے بھرا ہوا گداز بدن کا لطف۔ مجھے اُٹھانے دو۔ میں چونکہ ہنومان جی کا پجاری ہوں ظاہرا طور پر شادی نہیں کرسکتا۔ مگر تمہیں راج

رانی کی طرح سُکھ سے رکھونگا۔ تمہارا باپ مر گیا ہے۔ ماں بھی بیمار رہ کر شفا خانے چلی گئی ہے۔ اُس کی زندگی کی اُمید ہی کیا ہے؟ اس کے بعد تمہارے کھڑے ہونے کے لیئے کہاں جگہ ہے۔ تمہیں اچھی طرح رکھونگا۔ تمہارے سُکھ کے لیئے ہنومان جی کا بھنڈار کھولدونگا۔"

پاؤں سے کچلی ہوئی ناگن کیطرح جوشنی:۔ نے سر اُٹھایا غصّہ اور خوف سے اُسکے ہونٹ کانپ اُٹھے اُس نے سوچا اچھا کام نہیں ہؤا۔ سنیاسی اور ہنومان کا دل بھی عام دنیاداروں کی نسبت پاپ سے بھرا ہؤا ہے۔ یہ بات اس کے دل میں بھی نہ آئی تھی۔ جوشنی رونے لگی۔ چاند کی صاف شفاف روشنی میں سوئی کی طرح آنسو دم کے دم میں گر پڑے۔

نوجوان نے کہا:۔ تم رونی کیوں ہو؟ تمہاری خوش نصیبی کا چاند طلوع ہوا ہے

جوشنی:۔ میں ایسی خوش نصیبی نہیں چاہتی۔ آپ کے تعویذ کی بھی خواہش نہیں آپ مہنت اور ہنومان جی کے پجاری ہیں۔ آپ میرے باپ کے برابر ہیں۔ میں جاتی ہوں مجھے معاف کرو۔ میں نہایت بیکسی کی حالت میں ہوں گی

نوجوان:۔ "کہاں جائے گی اسفندر کو ششوں سے تمہیں یہاں لایا ہوں۔ کیا چلے جانے کے لیئے؟"

جوشنی:۔ آپ دھرماتما ہیں۔ ہنومان جی کے پجاری ہیں۔ دھرم کا خیال کیجیئے۔ سنی عورت کی بے عزتی ہنومان جی برداشت نہیں کر سکینگے؟"

جوشنی۔ چلنے لگی۔ پاپی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا جوشنی چلا اُٹھی۔ اُن میں سے ایک نے اُس کا منہ دبا لیا۔ اور مہنت نے طاقت سے اُسے دبا لیا ذرا دور پر پانچکوڑی ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہؤا یہ سب دیکھ سن رہا تھا اُن کی زبان تو وہ اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا۔ مگر طرز گفتگو سے وہ اسفدر ضرور سمجھ گیا

کہ معاملہ نازک ہے۔ ان لوگوں کے دالون بیچ سے اس کی عصمت و عفت بگاڑنے کی ٹھان لی ہے۔ بیکس و بے بس لڑکی کو مرض کا خوف دکھا کر اور اس کا وظیفہ ایک تعویذ تجویز کرکے اسے دھوکا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ دل ہی دل میں بہت کڑھ رہا تھا۔ مگر جب بد معاشوں نے اس بیکس پر ظلم کرنے کی کوشش کی تب تو اس سے نہ رہا گیا۔ وہ ایک ہی چھلانگ میں ان کے پاس جا پہنچا اگرچہ وہ دو تھے اور پانچکوڑی اکیلا۔ تاہم اس ستی کی عصمت و عفت پر داغ لگتے ہوئے دیکھ کر اس کے جسم میں دیوتاؤں کی طاقت کا اثر آگیا۔

موقع پر پہنچتے ہی سب سے پہلے پانچکوڑی نے اس نوجوان کو جو جوشی کا منہ دبائے تھا اتنی زور سے دھکا دیا۔ کہ وہ دور جا کر گرا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے کے منہ پہ جو جوشی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ بڑے زور سے تھپڑ مارا۔ نوجوان اس تھپڑ کی چوٹ برداشت نہ کر سکا اور چکر کھا کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

پانچکوڑی نے جوشی کا ہاتھ عاجزانہ انداز سے پکڑ لیا اور اسے شہر کی طرف تیزی سے لے چلا۔

مگر تھوڑی ہی دور گیا تھا۔ کہ پیچھے سے کسی نے اس کے سر پہ اس زور سے ایک بھرپور ہاتھ چلایا کہ وہ بیہوش ہو کر اسی جگہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر جوشی بڑی اونچی آواز سے چلانے لگی۔ عین اسی وقت دو کانسٹبل اس جگہ آ گئے اور جوشی کے منہ سے تمام حالات سنکر انہوں نے نوجوانوں کو گرفتار کر لیا پانچکوڑی بیہوش پڑا تھا۔ اس کی اشارہ کرکے ایک کانسٹبل نے جوشی سے پوچھا کیا یہ بھی انہی بدمعاشوں میں سے ہے؟"

جوشی نے درد بھری آواز سے کہا:- اُنہوں نے تو میری حفاظت کی ہے اگر یہ نہ ہوتے تو خیر نہیں یہ لوگ میری کیا گت بناتے اور نہ معلوم کس اندھیر نگر میں بیچاتے - میرا خیال ہے - کہ یہ میری عصمت و عفت کے درپے تھے ایک کانسٹیبل نے جا کر پانچکوڑی کی ناک کے پاس ہاتھ رکھا - اس کے بعد مُنہ پکڑ کر کھینچا - پانچکوڑی بیہوش تھا - بہت دیر کے بعد ہوا کرنے سے اُسے ہوش آیا کانسٹبلوں کی کھینچا کھانچی سے وہ اُٹھ بیٹھا -

اُس نے چاروں طرف اپنی نظر ڈالی پہلے تو اُس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا - پھر تمام باتیں یاد آئیں - اُس نے کانسٹبلوں سے کہا:- اِس عورت کو اس کے گھر پہنچا دینا - میں جاتا ہوں اگرچہ وہ لوگ کچھ کم کے رہنے والے تھے - تاہم پانچکوڑی کی بات سمجھ گئے اُنہوں نے کبھی ٹوٹی پھوٹی ہندی آمیز بنگالی میں پوچھا:- آپ کیا اس عورت کو جانتا ہے ؟

پانچکوڑی:- "نہیں"

کانسٹبل:- آپ یہاں کیوں آیا ؟

پانچکوڑی:- "شہر میں گھومتے گھومتے اِس عورت کو راستے میں اکیلے آتے ہوئے دیکھ کر کچھ خوف معلوم ہوا: اور اسی وجہ سے اِس کے پیچھے پیچھے چلا آیا"

کانسٹبل:- "اِس مقدمہ میں گواہی دینی ہوگی"

پانچکوڑی:- "جو سچ ہے اُسے کیوں نہ کہونگا ؟"

کانسٹبل - نہیں تھانے میں جانا پڑیگا - تھانے میں جاکر داروغہ کے سامنے اپنا بیان لکھانا ہوگا"

پانچکوڑی:- "اگر چلنا ضروری ہے تو چلو"

تب کانسٹیبل۔ جوشی اور پانچکوڑی کو لے کر تھانے کیطرف روانہ ہوئے

نواں باب

اس وقت رات کے دس بج چکے تھے۔ تھانہ کے داروغہ صاحب اپنے گھر جا چکے تھے تھانے کے دیگر ملازمین میں سے کوئی کھانا پکا رہا تھا اور بعض سو رہے تھے۔ کانسٹیبل وغیرہ اپنا اپنا پہرہ دینے کے لیئے چلے گئے تھے۔

جوشی۔ اور پانچکوڑی دونو تھانے کے پاس ایک مولسری کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کانسٹیبل داروغہ صاحب کو بلانے کے گیا دوسرا ملزموں کو لیکر حوالات کیطرف روانہ ہوا گ

اس وقت اطراف و جوانب نور کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے چاندنی کی صاف شفاف چادر زیب تن کئے ہوئے نظر آ رہے تھے ہوا کی مدہم رفتار خوشبو کو اڑاتے ہوئے چاروں طرف ایک عنبر بیز طراوت پھیلا رہی تھی۔

جوشی اور پانچکوڑی دونوں مولسری درخت کے نیچے پاس ہی پاس بیٹھے ہوئے تھے ہر طرف خموشی کا سکوت تھا۔ چاند کی نقرئی کرنیں اُن کے گندمی چہرہ پر پڑکر ایک نہایت ہی دلکش رنگ کا رقص دکھا رہی تھیں۔

جوشی نے ایک بار پانچکوڑی کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگی ایسے انسان دنیا میں کتنے ہیں؟ دوسروں کے لیئے اپنی حیات جوکھوں میں ڈالدے وہ انسان ہی نہیں دیوتا ہے۔ جسکے پاس بیٹھی ہوئی ہوں۔ [illegible]

اور پانچکوڑی بھی جوشی کے چاند جیسے چہرہ کو نوشگفتہ کلی کی طرح بار بار سنجیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسکے دل میں جوشی کے حسن دلاویز نے ایک عقیدت آمیز محبت کا دریا بہا دیا دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ جوشی کے حسن کے ذریعہ ماتا دُرگا اپنا جلال و جمال دکھاکر اُسکی آنکھوں کو طراوت بخش رہی ہیں۔

پانچکوڑی کی آنکھیں پھاڑکر آنسو نکل آئے۔ اُس نے عقیدت آمیز لہجہ میں اُسے ماں کہکر پکارنا چاہا۔ اُسی وقت ایک کانسٹیبل نے آکر جوشی اور پانچکوڑی کو بُلالیا۔

میز اور کرسی کے سجے ہوئے کمرے میں ایک شریف بنگالی بیٹھے ہوئے تھے وہ مُنتظر تھے یہی تھانے کے داروغہ تھے۔ سامنے کے میز پر ایک ... لیمپ جل رہا تھا۔ پانچکوڑی اور جوشی اُن کی میز کے پاس جاکر کھڑے ہوگئے۔ داروغہ نے ایک بار اُنکی طرف دیکھکر واقعات پوچھنے شروع کئے جوشی اور پانچکوڑی نے علیحدہ علیحدہ تمام واقعات بیان کئے داروغہ صاحب نے پانچکوڑی سے سوال کیا تم بنگالی ہوکر اس عورت کے ساتھ کیسے ملے ؟"

پانچکوڑی: "یہ سب تو پہلے ہی لکھ چکا ہوں"

داروغہ "اُن باتوں پر یقین نہیں آتا"

پانچکوڑی پھر کونسی باتیں قابل یقین ہیں ؟"

داروغہ صرف یقین ہی نہیں۔ بلکہ ثبوت مل گیا۔ کہ تم دونوں بھاگے جارہے تھے۔ جھنت مہاراج نے اپنے دوست کے ساتھ اِس راستہ سے آتے ہوئے تم دونوں کو دیکھ لیا۔ اور کانسٹیبلوں کو بلاکر پکڑ دا دیا ہے"

پانچکوڑی :۔ کس مقصد سے بھاگے جا رہے تھے ؟
دارو غہ ۔ اپنا منہ کالا کرنے کے لیئے ۔"
پانچکوڑی :۔ مہاشے ! یہ آپ کیا کہتے ہیں ۔ ماں کے ساتھ بیٹے کی کیا کبھی بُری خواہش ہو سکتی ہے ۔ یہ تو میری ماں ہے ۔"
دارو غہ صاحب چونک اُٹھے ۔ اُس نے بڑے غور کے ساتھ پانچکوڑی کے منہ کیطرف دیکھا ۔
دارو غہ :۔ تم یہاں کیا کرتے ہو ؟"
پانچکوڑی :۔ کوئی کام نہیں کرتا ۔ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ آیا ہوں
دارو غہ :۔ تمہارے بھائی کیا یہاں کوئی کام کرتے ہیں ؟"
پانچکوڑی :۔ ہاں وہ سرکاری ڈاکٹر ہیں "
دارو غہ :۔ دانیش بابو ؟"
پانچکوڑی :۔ ہاں !"
دارو غہ بابو دانیش چندر کو پہچانتے تھے ۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ کے بنگلے پر انہیں کئی بار دیکھ چکے تھے ۔ اور یہ بھی سُنا تھا ۔ کہ دونوں میں بہت ربط ضبط اور محبت ہے
دارو غہ صاحب کچھ دیر تک نہ معلوم کیا سوچتے رہے ۔ اُس کے بعد بولے "ہم دل میں خیال نہ لاؤ ۔ مقدمے کا سچ جھوٹ دیکھنے کے لیئے ہمیں گھما پھرا کر باتیں کرنی پڑتی ہیں ۔ خیر !
اب ہم ایک بات بتاؤ "
پانچکوڑی :۔ کیا کہیئے "
دارو غہ :۔ اگر یہ مقدمہ کورٹ میں جائے تو کیا اس عورت کو کچھ نقصان پہنچے

پانچکوڑی :- نقصان کیسا؟"
دارو غہ :- یہی کہ اِس کا شوہر اُسے قبول نہ کرے اور اِس کے علاوہ اور کوئی بات پیدا ہو جائے۔
پانچکوڑی :- آپ عقلمند ہیں۔ جو مناسب ہو کیجئے۔
داروغہ صاحب۔ بہت سے لے دے چکے تھے۔ اِس لیئے اُنہوں نے معاملہ کو رفع دفع کر دینا ہی مناسب سمجھا اور پانچکوڑی کو یہ سمجھا بجھا کر رخصت کیا کہ اِس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرے، یہانتک کہ اپنے بھائی دانیش کو بھی نہ بتائے۔ پانچکوڑی نے منظور کیا۔
اُسوقت ایک کانسٹبل کو ساتھ لیکر پانچکوڑی نے جوشی کو اُس کے گھر پہنچا دیا جب پانچکوڑی جوشی سے رخصت ہونے لگا۔ اُسوقت جوشی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ درد بھری نظروں سے پانچکوڑی کیطرف دیکھنے لگی۔
جسوقت پانچکوڑی گھر پہنچا۔ رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔
کھانا پکانے والے برہمن نے پوچھا :- اتنی رات تک کہاں رہے بابو؟
پانچکوڑی :- شہر میں گھوم رہا تھا۔"
برہمن :- غیر شہر میں اتنی دیر تک گھومنا اچھا نہیں ؟
پانچکوڑی :- دادا کچھ کھانے کو رکھا ہے؟"
برہمن :- کچھ نہیں وہ شام ہوتے ہی چلے گئے اور رونا ہی جانتے ہیں؟
برہمن دل ہی دل میں بولا :- دونوں بھائی ایک جیسے نکلے آج تو آدھی رات ہو آئے کل صبح سے پہلے نہیں لوٹیں گے؟

دسواں باب

دانیش :- کے ساتھ یُوتھکا نے مشورہ کیا تھا۔ کہ وہ صبح آکر پانچکوڑی کا گانا سنیگی۔ مگر صبح کے وقت گانے میں پُوری طرح سے لُطف نہیں آتا۔ اِس لئے یُوتھکا صبح کی بجائے شام کو آئی۔ آسمان اُس دن صاف تھا۔ اور چاند اور چاند کی صاف صاف شفاف روشنی دنیا پر چادر کیطرح یکساں پڑی ہوئی تھی۔

یُوتھکا :- جسوقت آئی۔ اُسوقت مشورہ کے مطابق دانیش کہیں باہر چلے گئے تھے۔ دانیش اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ یُوتھکا تعلیمیافتہ ہے اور اُس کے دل میں محبت کا دریا بہ رہا ہے صرف معمولی طور پر صاف دلی سے وہ پانچکوڑی کا گانا سُننا چاہتی ہے۔

یُوتھکا کے آتے ہی نوکر نے دانیش کا کمرہ کھولدیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور نوکر سے پوچھنے لگی :- بابوجی کہاں ہیں ؟

نوکر :- " باہر گئے ہیں

یُوتھکا :- " چھوٹے بابو کو بُلادو۔

نوکر نے جاکر چھوٹے بابو سے یہ بات کہی چھوٹے بابُو سے مراد پانچکوڑی سے تھی پانچکوڑی نے اسوقت پرانایام سے فراغت حاصل کرکے ایک رسگلہ پر دانت جمایا ہی تھا۔ کہ نوکر نے جاکر یُوتھکا کا حکم سُنایا۔ پانچکوڑی جلدی سے رسگلے کو نگل کر براہمن سے پوچھنے لگا :- یہ عورت کون ہے "

براہمن :- یہ ایک بنگالی میم صاحبہ ہے۔ ایک کرسٹانی سکول کی مالکہ ہے

پانچکوڑی :۔ یہاں کیوں آتی ہیں؟"

برہمن :۔ کیا جانوں، سنتا ہوں کہ انگریزی پڑھے لکھے مرد عورتیں پاس بیٹھتی ہیں شرم و حیا کو وہ بُرا سمجھتی ہیں۔"

پانچکوڑی :۔ اس کا چال چلن کیسا ہے۔

برہمن :۔ سات روپے مہینہ پر چاول پکاتا ہوں۔ اتنے بڑے لوگوں کی خبر کیونکر رکھوں؟

اگرچہ پانچکوڑی کی خواہش لُوتھکا کے پاس جانے کی نہ تھی۔ مگر اس ملک تہذیب سے واقفیت نہیں تھی۔ اس وجہ سے یہ سوچ کر کہ شاید نہ جانے سے کسی قسم کی بد تہذیبی کا گمان ہو وہ جلدی سے لُوتھکا کے پاس گیا۔ لُوتھکا دلفریب مسکراہٹ کی جھلک دکھا کر دلپذیر لہجہ میں بولی "میں بڑی دیر سے یہاں آکر آپ کا انتظار کر رہی ہوں گی

اس بات کا کیا جواب دیا جائے۔ ہر چند سوچنے پر بھی پانچکوڑی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا چند الفاظ تھے جو بار بار اس کے منہ تک آتے تھے۔ مگر کچھ کہنے سننے کا حوصلہ اُسے نہیں ہوتا تھا ذرا سا مسکرا کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا

لُوتھکا نے کہا :۔ آپ بہت اچھا گا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کا گانا سننے آئی ہوں ہارمونیم لیکر ذرا ایک گانا تو سنائیے۔

پانچکوڑی نے اس مرتبہ زبان کھولی۔ متحیرانہ انداز سے بولا :۔ "میں گا سکتا ہوں یہ آپ سے کس نے کہا؟"

لُوتھکا :۔ "کیوں؟ آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر صاحب نے"

پانچکوڑی چونک اُٹھا۔ لُوتھکا ہنسکر بولی :۔ آپ کیا شرماتے ہیں؟ یہ گانا گاؤں میں رہنے کا پھل ہے۔ گانا نہایت پاک چیز ہے۔ آسانی دولت ہے کسی

کے سامنے گانے میں شرم نہ کرنی چاہیئے +

پانچکوڑی نے سوچا: - بغیر گائے ہوئے چھٹکارا مشکل ہے - اس نے ہارمونیم اُٹھاکر گانا شروع کیا ۔

ہارمونیم کے ساتھ ساتھ پانچکوڑی کا گلا بھی چلتا تھا - اس نے ہارمونیم کے سروں میں اپنی آواز بالکل ملا دی تھی - تھوڑی دیر کے لیئے سماں بندھ گیا - اور دیر تک وہ گاتا رہا اس کے بعد گانا ختم کرکے وہ قطرات پسینہ پونچھنے لگا - پُوٹُھکا نے کہا آپ کی آواز نہایت ہی رسیلی ہے - باجا بھی خوب بجاتے ہیں - مگر گانا آپ نے پھیکا گایا ہے کوئی مزیدار چیز سنائیے اچھے آدمی ایسا گانا کبھی نہیں گایا کرتے

پانچکوڑی پُوٹُھکا کی باتیں نہ سمجھ سکا - دِل ہی دل میں سوچنے لگا - ٹھاکرجی کا بھجن اور پھیکا ؟ یہ عورت پاگل ہے کیا ؟؟ مگر کچھ ہمت نہ ہوئی ٹکٹکی لگائے ہوئے صرف پُوٹُھکا کیطرف دیکھتا ہی رہا ۔

پانچکوڑی نگاہیں اپنے چہرہ پر دیکھکر پُوٹُھکا نے کہا : - معلوم ہوتا ہے آپ گاتے تو ہیں - مگر گانے کے اصلی لطف سے ناواقف ہیں - آپ کا گانا سُن کر بندرابن جمنا کے کنارے کرسب کے درخت سے معاف کیجئے گا یہ تمام باتیں یاد آتی ہیں - اس کے علاوہ بے لطفی پُوجا کی بات ایشور کا بھوجن بھوگ برتن - ہائے ہائے !! ایک تعلیمیافتہ عورت کے سامنے اگر کوئی دوسرا شخص یہ گانا گاتا - وہ تو یقیناً غش میں آجاتی - مگر آپ سے محبت کرتی ہوں - دِل سے چاہتی ہوں - اسوجہ ایک خاموش بیٹھی رہی - اس داسی پر کرپا کرکے اور اس کے اصرار پر کوئی پریم رس میں ڈوبا ہوا راگ سُنائیے - جسکو راگ سُنکر ذرا طبیعت پھڑک اُٹھے رگ و پے میں ایک بجلی سی دوڑ جائے

محبّت کے خالی تشنہ دل سے ذرا دیر کے لیئے یہ دل مست و سرشار ہو سکیں چھلک جائیں۔ اور دل پر ایک عالم بے خودی طاری ہو۔ بڑی اُمید میں سے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ مہربانی فرما کر ایک اچھا گانا سُنایئے۔ تاکہ اِس سوختہ دل کو ذرا تسکین و طراوت حاصل ہو۔

پانچکوڑی لوتھکا کی یہ باتیں نہ سمجھ سکا۔ اُس نے پوچھا۔ پھر کونسا گانا گاؤں ؟"

لوتھکا نے پانچکوڑی کیطرف ترچھی چتونوں سے دیکھ کر کہا:۔کوئی محبّت کے رس میں ڈوبا ہوا گانا سُنایئے کیا آپ نہیں جانتے۔ کہ دنیا محبّت کے رشتہ سے جکڑی ہوئی ہے۔ محبت! محبّت! ہائے! کیسا پیارا اور پاک نام ہے۔ اِس کے بغیر دنیا کی ہر چیز روکھی پھیکی اور بے رس نظر آتی ہے۔

پانچکوڑی سوچنے لگا انگریزی پڑھنے سے انسان کیا پاگل ہو جاتا ہے نہ معلوم محبّت محبّت کیا بک رہی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اِس کی بات چیت کا ڈھنگ تو بالکل پاگلوں جیسا ہے۔ آج میں بُری طرح پھنسا مجبور ہو کر اُس نے آنکھیں بند کر کے ایک محبّت آمیز گانا شروع کیا۔ کمرے میں ایک تیز روشنی کا لیمپ جل رہا تھا۔ اُسی کی روشنی کے نیچے پانچکوڑی گانا گا رہا تھا اُس کے سُرخ چہرہ پر انگور کیطرح سُرخ موتی جھلک رہے تھے کلفھن کیطرح اُسکی شیریں آواز اور لہر کیطرح دلآویز اٹھکیلیوں سے کھیل کود کر رہی تھی۔ خواہشات کے دام پھنسی ہوئی اور محبّت سے بھری ہوئی لوتھکا ساکن نگاہوں سے پانچکوڑی کو دیکھ رہی تھی اُس کا دل اندر ہی اندر بیتاب ہو رہا تھا۔ بظاہر وہ گانا سُن رہی تھی۔ مگر اندر ہی اندر نفسانی خواہشات کی ترنگوں نے ایک ہلچل مچا دی تھی۔ دفور جذبات سے وہ تھر تھر کانپنے

لگی ۔ پانچکوڑی نے گانا ختم کیا ۔ یُو تھکا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا:۔ میں سمجھتی ہوں آپ کا گانا بہشتی نعمت ہے ۔ مجھے ایسا احساس ہو رہا ہے ۔ کہ آپ نے گاتے گانے خوبصورتی کے مجسّم دیوتا کی طرح میرا مایۂ دل لے لیا ہے"

پانچکوڑی نے شکرا کر کہا:۔ اب مطمئن ہو ئیں تاہی میرے لیئے سب کچھ ہے"

یُو تھکا:۔ آپ سے میری ایک درخواست ہے ۔ اگر قبول کریں تو زہے نصیب

پانچکوڑی:۔ کہئے"

یُو تھکا:۔ آپ جب تک یہاں رہیں ۔ مجھے ایک گانا سُنا دیا کریں"

پانچکوڑی کیوں"

یُو تھکا:۔ آپ کے گانے نے مجھے پاگل بنا دیا ہے"

پانچکوڑی جس کے سُننے سے مزاج میں پاگل پن آجائے اُس کا نہ سُننا ہی بھلا ہے"

یُو تھکا:۔ آپ کا دل پتھر کی طرح سخت ہے"

اتنے میں باہر بڑا گول مال مچا ۔ نوکر کے شور و شر سے تمام مکان کانپ اُٹھا

پانچکوڑی نے چونک کر کہا:۔ کیا بات ہے بوا"

یُو تھکا نے کہا:۔ نوکر چاکر آپس میں لڑتے مرتے ہونگے ۔ آپ اُدھر توجّہ نہ دیجئے"

پانچکوڑی یُو تھکا کی بات پر توجّہ نہ دیکر جلدی سے باہر نہ چلا آیا تماشا دیکھنے کے لیئے یُو تھکا بھی پیچھے پیچھے آکر دروازہ پر کھڑی ہو گی ۔ آنگن میں آگ دھو دھو کر تی ہوئی جل رہی تھی ۔ آگ کے چاروں طرف نوکر چاکر بیٹھے ہوئے تھے ۔ ایک ضعیف فقیر آنگن میں گھس آیا تھا ۔ نوکر چاکر اُسے نکالنے کا فکر کر رہے تھے ۔ مگر وہ کسی طرح نہیں جاتا تھا ۔ دردبھری آواز سے کہہ رہا تھا:۔ بابو میں ہسپتال میں رہونگا ۔ دس دن میں صحت ہو جائے گی ۔ اچھے ہولے

پر پھر چلا جاؤنگا - اس دنیا میں میرا کوئی پرسان حال نہیں "
پانچکوڑی بھوک سے بیتاب اور مرض سے تنگ آئے ہوئے بوڑھے کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا - اور عاجزانہ انداز سے بولا: "تم یہاں کیوں آئے؟"
بوتھکا: - نے پانچکوڑی کو آواز دیکر کہا: - "آپ یہاں آ جایئے - آپ کو کونسا مرض ہے کچھ کہا نہیں جاتا چہرہ پر تمام آثار بیماری کے نظر آ رہے رہے ہیں - آپ جلدی سے ہٹ آیئے مجھے بہت خوف معلوم ہو رہا ہے "
پانچکوڑی نے بوتھکا کی بات ایک کان سے سنکر دوسرے سے اڑا دی
بوڑھے نے کہا بابا! میں نے دن بھر سے کچھ نہیں کھایا "
نوکر نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا: - یہاں کیا تیرے لیئے کھانا پکاکر رکھا ہے جا ورنہ ابھی سپاہی کو بلاتا ہوں "
بوڑھا: - بابو جی بھوک کے مارے مجھ میں اٹھنے کی طاقت نہیں بیتاب ہو رہا ہوں مجھے کچھ کھانے کے لیئے "
نوکر: ٹھہر جا ابھی تجھے کھانے کو دیتا ہوں - ذرا لانا تو میری لاٹھی "
رہو - اسقدر گرم ہوتا ہے تو نوکر سے یہ کہکر پانچکوڑی کو بلایا - برہمن سے پوچھا: -
اس بھوکے کو کیا کچھ کھانا دیسکتے رہو ہو "
برہمن: - اسوقت کہاں پاؤنگا آپ اسے یہاں مت آنے دے (ایک نوکر سے)
منتھر: - اسے یہاں سے نکالدے ہمارے بابو ایسے آدمی سے بہت چڑھتے ہیں
بوتھکا: - چڑھنے کی بات ہی ہے - ایسے لوگوں کو بنا دینے سے روح بھی غیر آسودہ رہتی ہے - مگر ہمارے ٹھاکر دیوتا بہت خوش ہوتے ہیں " یہکر پانچکوڑی

دوڑکر اپنے کمر کیطرف گیا۔ گھر سے جو چھ پیسے بچا تھا۔ اس میں سے صرف ساٹھ آنے پیسے بچے تھے وہی ساٹھ آنے لیکر وہ بوڑھے کے پاس آیا۔ اور بولا: ہمارے ساتھ آؤ۔ ہم تمہیں کھانے کو دلادینگے۔

بوڑھا: بابو! بھوک کے مارے اُٹھا بیٹھا نہیں جاتا۔ جسم کانپتا ہے۔ ہائے پیٹ میں ایک دانہ بھی نہیں گیا۔

پانچکوڑی نے اس کا ہاتھ پکڑکر اُٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ گھر سے باہر نکلکر ایک دوکان پر لے گیا۔ وہاں سے پوری ترکاری کچھ مٹھائی اور ایک لوٹا پانی لے کر ایک اچھی جگہ پر آیا بوڑھے کو وہاں بٹھاکر کھلایا پلایا ساٹھ آنے میں دو آنے بچ رہے تھے۔ وہ دو آنے بڈھے کو دیکر پوچھا اب تم کہاں جاؤگے؟

بڈھے نے دعائیہ لہجہ میں احسان مندانہ نگاہوں سے پانچکوڑی کیطرف دیکھکر کہا بابو! بھگوان تیرا بھلا کرے۔ اب میں درخت کے نیچے لیٹ رہونگا تم گھر جاؤ۔ پانچکوڑی گھر لوٹ آیا۔ اسوقت واپس آگئے تھے اور گوبند کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے پانچکوڑی کھانا کھانے چلا گیا۔

گیارھواں باب

برسات :- کی بیل کیطرح ٹونکا کی خواہشات دن بدن بڑھنے لگیں وہ پانچکوڑی کے دل کو چاہتی تھی۔ پانچکوڑی اسوقت اس کا دیوتا تھا۔ مگر شکاری کو دیکھکر جسطرح ہرنی خائف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ دور رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ پانچکوڑی فطرتاً دنیا کی نام و نمود ان کی نفس

نگاہوں سے دیکھنے کا عادی تھا۔ عورتوں کا حسن اُس کے دل میں کبھی کوئی بُرا خیال نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اِس کے دل میں ایک روحانی محبت کی لہریں موجزن ہونے لگتی تھیں۔

ایک مہینہ گذر گیا۔ بُدھکا پانچکوڑی کو اپنے محبت کے دام میں پھنسانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس نے اِس معاملہ میں جسقدر کوشش و سرگرمی سے کام لیا۔ وہ سب بے سود ثابت ہوئی۔ اور پانچکوڑی کھنچی کھنچی رہنے لگا۔ پہلے پہلے اُس نے بُدھکا کے گھر بھی سمجھ لیئے رہنا جانا بھی ترک کر دیا۔ بار بار بلانے پر بھی وہ ٹال مٹول سے کام لیتا۔ مگر جسدن یہ سمجھ بیٹھا کہ بغیر گئے نہ بنے گا اُس دن مجبور ہو کر اُسے جانا ہی پڑتا ہے۔

ساون کی تیرہ تاریخ تھی۔ شہر میں ہندوں کے جلسے ہو رہے تھے۔ آسمان بادلوں سے صاف تھا ہر طرف چاندنی کی روشنی اپنی بہار دکھا رہی تھی۔

پانچکوڑی اُس دن بُدھکا کے متواتر اُس کے گھر گیا تھا۔ گھر کے سامنے والے باغ میں دونوں پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پاس کے جھرنے سے پانی کی صاف شفاف دھار جھر جھر کرتی ہوئی گر رہی تھی۔ نوشگفتہ غنچوں کی شگفتگی نے ہر چہار طرف عنبریز خوشبو پھیلا دی تھی۔ چاند کبھی بادلوں میں چھپ جاتا تھا اور کبھی باہر نکل آتا تھا۔ پانچکوڑی نے ہارمونیم سے کر دیسے سروں میں بجانا شروع کیا۔

بُدھکا کی مخمور اور دلفریب نگاہیں پانچکوڑی کے چہرہ پر تھیں۔ ہوا کے مس سے اُس کی لٹیں گالوں پر چوٹی کے پھولوں کو لیئے ہوئے کالی ناگن کی طرح لہرا رہی تھیں۔ مسرت بھرے دل سے کانپتی ہوئی آواز میں بُدھکا نے پانچکوڑی سے کہا۔ گت رہنے دو کوئی اچھا سا گانا گاؤ۔

اب یوتھکا پانچکوڑی کو "تم" نہیں "تم" کہہ کر مخاطب کرنے لگی تھی اور پانچکوڑی بھی ایسا کرنے کے لیئے مجبور تھا۔

یکایک آم کی شاخ پر کوئل کوک اٹھی۔ پانچکوڑی نے گانا شروع کیا۔ یوتھکا اپنی مخمور نگاہوں سے پانچکوڑی کے چاند جیسے چہرے پر چکور کی طرح دیر تک ٹکٹکی لگائے رہی۔ اس کا دل رہ رہ کر پانچکوڑی کے سرخ سرخ ہونٹوں کو چومنے کے لیئے مچل اٹھا تھا۔ پانچکوڑی نے گانا ختم کیا۔ یوتھکا نے ہنسکر اس کی گردن میں اپنی دونوں بانہیں ڈالدیں۔

جس طرح خائف شیر چونک کر یکایک کھڑا ہو جاتا ہے۔ پانچکوڑی اسی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بولا "کیوں ماں" یہ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں؟ میں تمہارا لڑکا ہوں۔

یوتھکا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی حالت اور شکل وصورت بالکل پاگلوں جیسی ہو رہی تھی۔ بولی "پریتم! اب زیادہ نہ ستاؤ۔ میں تمہاری ہوں۔ تم سمجھتے ہو گے کہ تمہارے بھائی کے ساتھ میری محبت ہے۔ اور میں انہیں پیار کرتی ہوں۔ مگر یہ نہیں۔ یوتھکا اس دنیا میں کسی کو پیار نہیں کرتی تمہیں دیکھنے سے پیشتر یوتھکا نہیں جانتی تھی کہ محبت کیا شے ہے؟ میں سب کو محبت کے سبز باغ دکھاتی تھی مگر خود اس سے خالی تھی۔ تم نے مجھے بتا دیا کہ محبت صرف نام ہی نام نہیں بلکہ وہ کوئی گراں بہا جواہر ہے۔ جان آرزو! اسوقت میری بات رکھ لو۔ جو دل، مدتوں کے طوفان سے بھی نہ ہلا آج وہ تمہاری نگاہ ناز کی ایک چتون سے ذرا دیر میں محبت کے نشہ سے سرشار ہو گیا۔ اسوقت میرے تو اس بات میں ہے۔ اگر تم روپیہ نہیں کما سکتے۔ تو کوئی فکر نہیں میرے پاس جو کچھ اثاثہ ہے وہ تمہارے قدموں پہ نثار کر دونگی۔ میں تمہاری خادمہ ہو کر رہونگی۔ تم بھی میرے ہو

جاؤ اب زیادہ نہ ترساؤ۔ میرے پاس اسقدر دولت ہے۔ کہ ہم دونوں بافراغت زندگی بسر کر سکتے ہیں؟

اندھیری اور اماوس کی کالی رات میں چڑیل دیکھکر جسطرح مسافر اپنی جان لیکر بھاگ جاتا ہے اور راستہ چھوڑ دیتا ہے اُسی طرح خائف ہوکر پانچکوڑی بھی وہاں سے بھاگ نکلا۔ اُس نے پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔

بارھواں باب

اِس واقعہ کے دوسرے روز دن کھانا وغیرہ سے فارغ ہوکر وانیش چند رنے پانچکوڑی کو بلا کر عجیب لہجہ میں پوچھا۔ تم یہاں کیا سوچکر آئے ہو ؟

پانچکوڑی نے عاجزانہ انداز سے کہا۔ گھر میں سکھ نہیں۔ شانتی نہیں اسی وجہ سے چلا آیا۔ آپ خرچ وغیرہ بھی نہیں بھیجتے۔ اِس لیے اور بھی آنا پڑا ؟

وانیش :- اب یہاں تمہارا رہنا نہیں ہوگا۔

پانچکوڑی :- تو پھر کہاں جاؤنگا۔

وانیش :- گھر۔

پانچکوڑی :- کہا تو کہ گھر میں سکھ۔ شانتی نہیں۔ یہاں تک کہ منجھلی بہو ! چھوٹی بہو تک کو میرے پاس نہیں آنے دیتیں ؟

وانیش :- تمہارے جیسے مُنہ زور اِسی سلوک کے مستحق ہیں۔

پانچکوڑی چونک اُٹھا۔ اُس کے ہمیشہ خوش رہنے والے چہرے پر اُداسی چھاگئی۔ وہ نہیں سمجھ سکا۔ کہ اُس نے کیا قصور کیا ہے۔ کیونکہ بڑے بھائی بغیر قصور کے کبھی کچھ نہیں کہتے۔ وہ اِسی بیچ میں پڑ گیا۔ کچھ پوچھنا

دیا ہا۔ مگر ہمت نہ ہوئی۔ چپ چاپ بھائی کے منہ کی طرف دیکھتا رہ گیا کوئی جواب نہ پاکر دانیش نے کہا۔ ایک پیسہ کی کمائی کے قابل نہیں میٹھا بیٹھا پرائی کمائی کھائے گا۔ اور اسپر بدنامی!!

پانچکوڑی سے بغیر بولے نہ رہا گیا اُس نے لجاجت آمیز انداز سے پوچھا۔ میں نے کیا قصور کیا۔ بہت جھلا کر دانیش چندر نے کہا۔ کیا کیا ہے کیا کچھ کسر اب باقی ہے جو کسی نے بالکل صحیح کہا ہے۔ کہ جاہل میں مختلف عیب ہوتے ہیں۔ تھانہ کے داروغہ صاحب سے تمہارے سب گُن سن چکا ہوں

پانچکوڑی اب تک کھڑا تھا۔ اب بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ داروغہ نے اس رات کا واقعہ دادا کو بُری بھلی طرح سُنایا ہے۔ وہ کچھ کہنے والا تھا۔ مگر دانیش نے موقعہ نہ دیا۔ بولے تجھ میں اسقدر حوصلہ! بہت تھا آج کو اتنا دو منٹ پولیس سے اسقدر جھگڑا۔ اگر انہیں معلوم نہ ہوتا کہ تو میرا بھائی ہے۔ تو معقول سزا دیتے۔ جو ہو۔ اب میں تمہیں یہاں رکھنا نہیں چاہتا۔ تم آج رات کو یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہ لو۔ اپنے کرائے کے چار روپے! گیارہ بجے رات کو گاڑی جاتی ہے۔ اُسی پر چلا جا!

پانچکوڑی نے ایک لمبی سانس لیا۔ اُسکی فطرتی عادت تھی۔ کہ وہ کسی مسئلہ پر بحث مباحثہ کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لیے اُس نے بڑے بھائی کی بات پر بھی کوئی بحث نہیں کی اور گھر جانا منظور کر لیا۔ صرف آبدیدہ نگاہوں سے بڑے بھائی کی طرف دیکھ کر بولا۔ چھوٹی بہو نے آنے کے لئے بہت خوشامد کی تھی۔

دانیش نے عجیب و غریب ہنسی ہنسکر کہا۔ وہ ہوا کا رخ پہچانتی بھی جان گئی مان گئی۔ بھائی گیا۔ بھاوج گئی۔ پیغام کس کا دیا۔ چھوٹی بہو کا! ابھی سے!!

پانچکوڑی:- بہت شرمندہ اور بد دل ہُوا۔ تاہم بولا گھر کے لیئے کچھ خرچ دیکھنا دینا ہوگا۔ بھیجدینگے۔ دگھڑی دیکھکر) دس بجکر سات منٹ ہوئے ہیں۔ دیر ہونے سے گاڑی نہ ملے گی۔ اِس گاڑی سے نہیں ضرور جانا چاہیئے۔

پانچکوڑی نے اُسی وقت اپنے کپڑے پہنے۔ چھاتا لے کر گھر سے باہر نکلا اُس دن کرشن پکش کی اکادشی تھی۔ چاروں طرف اندھیرا چھایا ہُوا تھا۔ دُور دُور پہ مٹی کے تیل کی لالٹین جل رہی تھیں وہ اپنی روشنی سے تاریکی دور کرنے کی بیفایدہ کوشش کر رہی تھیں۔ سڑک پر سوفت سنّاٹا تھا۔ کبھی کبھی دو ایک بیل گاڑیاں گھڑگھڑ کرتے ہوئے اسٹیشن کیطرف جاتی ہوئی نظر آجاتی تھیں۔ اور جگہ جگہ پر دو ایک دیہی شُفتے زمین پر پڑے ہوئے سو رہے تھے۔ پانچکوڑی ہاتھ میں بیگ لیئے اُس تاریکی سے معمُور راستہ سے کچھ گنگناتا ہُوا جارہا تھا۔

ابھی گیارہ بجنے میں کئی منٹ باقی تھے۔ کہ پانچکوڑی سٹیشن پر پہنچ گیا۔ گاڑی آنے ہی والی تھی۔ بہت سے مسافر ٹکٹ لیکر پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے تھے ٹکٹ گھر کے پاس دو چار شخص کھڑے ہوئے تھے۔ پاس ہی ایک بڈھا چلّا چلّا کر رو رہا تھا۔

پانچکوڑی اسٹیشن پر پہنچکر۔ اور یہ سُنکر گاڑی آنیوالی ہے۔ جلدی سے کلکتہ کا ایک ٹکٹ خرید لایا۔ اِس کے بعد یکایک اُس کی نظر رونے چلّاتے بڈھے پر پڑی۔ وہ اُس کے پاس جلدی جلدی گیا۔ بابا تم کیوں رونے ہوا بڈھے نے کہا۔ میرا ستیاناس ہوگیا!!

پانچکوڑی کیا ہُوا۔ صاف صاف کہو۔ گاڑی آنے میں اب دیر نہیں ہے"

بڈھا:- میں بنگالی ہوں

پانچکوڑی:- یہ تو تمہاری باتوں سے ہی میں سمجھ گیا تھا"

بُڈھا :- میرا لڑکا اس دیس میں نوکری کرتا تھا۔ اُسے پلیگ ہو گیا تھا۔ بابو اُسے شفاخانہ میں چھوڑ کر اپنے دیس چلے گئے۔

پانچکوڑی :- اچھا پھر۔

بُڈھا :- میں یہ خبر پاکر یہاں آیا تھا۔ لڑکا آج مجھے دھوکا دیکر اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر راہیٔ عالم بقا ہُوا! ہائے! مجھ جیسا بدنصیب دُنیا میں اب کون ہو گا؟ اس ضعیفی کی عمر میں ایسا لڑکا ہاتھ سے کھو بیٹھا۔ ظالم پنجۂ موت نے ہمیشہ کے لیئے مجھے اُس کی محبّت سے محروم کر دیا۔

پانچکوڑی :- دنیا کی دلچسپیوں میں تلخیوں کا ذائقہ کس نے نہیں چکھا۔ سب کو اپنے اپنے کرموں کا ثمرہ ملتا ہے۔ یہاں بیٹھ کر رونے سے کیا ہو گا؟ گاڑی آیا ہی چاہتی ہے چلو جلدی چلو تم کہاں جاؤ گے؟

بُوڑھا :- ہائے بھگوان۔ مہاشے! میں کلکتے جاؤں گا۔ مگر جانے کی سبیل نہیں مصیبت پر مصیبت پر آئی۔ لڑکے کے دُکھ سے بہت دُکھی تھا۔ ٹکٹ گھر کی کھڑکی پر بہت بھیڑ دیکھ کر ایک بابو کو ٹکٹ لانے کے لیئے دام دیئے تھے مگر بابو نہ معلوم کہاں چلے گئے تھے؟ اسٹیشن کے بابو سے کہا وہ بولے کوئی چور تھا۔ بھاگ گیا۔ مہاشے! میں نے آج دن بھر سے کچھ نہیں کھایا ایک تو بیٹے کی موت کا رنج۔ دوسرے پاس پیسہ نہیں! بھگوان! میرا کیا ہو گا؟ اور کیسے گھر جاؤنگا؟

عین اُسی وقت گاڑی پلیٹ فارم پر آپہنچی۔ یہ دیکھ کر بڈھا بڑی زور زور سے رونے چلانے لگا۔

پانچکوڑی کی حالت زار پر اُسے رحم آگیا۔ وہ خود بھی بہت دُکھی ہوا اپنا ٹکٹ دیکر بولا یہ لو ٹکٹ! اور گاڑی پر جلدی سے چڑھ جاؤ۔

بڈھے نے کہا:- بابا کیا تم ہی میرا ٹکٹ لینے کے لیئے گئے تھے ۔ تمہارے ہی ہاتھ میں کیا میں نے روپیہ دیا تھا اُف! نہیں کتنے ہی لوگ چور اور ٹھگ ہوتے ہیں اسی سے تو کہتے ہیں ۔ کہ شریف ہی ہے وہ تھوڑی سی رقم کے لیئے دھوکا نہیں دیتا ۔ میں بڈھا غریب شخص ہوں ٹکٹ نہ ملتا ۔ تو تم بڑی خرابی میں پڑتا ۔

پانچکوڑی نے کہا ۔ زیادہ بات چیت کا موقعہ نہیں ۔ تم جلدی سے جاؤ گاڑی چھوٹنے کو ہے ۔

وہ بڈھا ۔ یہ کہکر چلا گیا ۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی نے اسٹیشن چھوڑ دیا ۔

پانچکوڑی کو جانا نہیں ہوا کیونکہ دانیش نے اُسے صرف کلکتہ تک کا کرایہ ہی دیا تھا ۔ اُس نے اُس روپے سے جو ٹکٹ لیا تھا ۔ وہ بڈھے کو دیدیا اُس کے پاس اب صرف تھوڑے سے ہی پیسے رہ گئے تھے ۔ مگر اُسے کوئی پرواہ نہ تھی ۔ وہ ہاتھ میں بیگ لے کر اسٹیشن سے باہر کیطرف چلا گیا ۔

اسٹیشن سے تھوڑی دور پر حلوائی کی دوکان تھی ۔ اُس کی دوکان پر مسافر کھانے پینے اور آرام کرنے تھے ۔ پانچکوڑی اُس دوکان پر گیا ۔ اور کچھ کھا پی کر ایک تخت پر لیٹ گیا ۔ لیٹتے ہی نیند آ گئی ۔

رات میں ایک گاڑی کلکتہ جانی تھی ۔ گاڑی آنے سے پیشتر ایک گھوڑا گاڑی پر تین چار بنگالی نوجوان آئے ۔ وہ لوگ بھی اسی تخت پر آکر بیٹھ گئے تخت پر بیٹھ کر ہنسی دل لگی کرنے لگے اُن کی بات چیت اور زور سے ہنسنے سے پانچکوڑی کی نیند اُچٹ گئی ۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا ۔ ایک نوجوان نے اُس سے پوچھا ۔ آپ بنگالی معلوم ہوتے ہیں ۔ یہاں کیسے آئے ہ؟

پانچکوڑی ۔ میرے بڑے بھائی یہاں ہیں اُن سے ملنے آیا تھا ۔

نوجوان ۔ کہاں جائیے گا ؟

پانچکوڑی:۔ کلکتہ جانے کا ارادہ تھا۔ آپ لوگ کہاں جائینگے؟
نوجوان:۔ کلکتے
پانچکوڑی:۔ آپ لوگ کہاں گئے تھے؟
نوجوان:۔ سب مل کر گھومنے پھرنے آئے تھے۔

اس کے بعد ان لوگوں نے بھی کچھ ناشتہ کیا۔ ایک نے ریلوے گائڈ اور گھڑی دیکھکر کہا۔ گاڑی آنے میں ابھی آدھ گھنٹہ کی دیر ہے۔ جب تک ایک گانا ہو جائے چندو ! تم ہارمونیم نکالو۔ اُن میں سے چندر ناتھ نامی ایک اچھا گانیوالا تھا۔ چندر کچھ نخرہ کا ٹٹوا تھا۔ اُس نے دوسرے سے گانے کی فرمائش کی۔ دوسرے نے تیسرے سے اسی طرح ایک دوسرے سے گانے کی درخواست کرتا تھا۔ بالآخر جب کسی نے نہ گایا۔ تو پانچ کوڑی بول اُٹھا۔ معاف کیجئیگا۔ اگر آپ میں سے کسے گانا وانا آتا ہے۔ تو مہربانی کرکے ہارمونیم دے دیجئے۔

پانچ کوڑی نے رضامندی ظاہر کی اور ہارمونیم بجا کر گانے لگا۔ اُس کی دلدوز تانیں سُنکر نوجوانوں کا مجمع حیرت میں آگیا۔

اسی اثنا میں گھنٹی بجی۔ لوگ ٹکٹ لینے کے لیئے دوڑے۔ ایک نوجوان نے کہا۔ ایک شخص جاکر ٹکٹ لے آئے۔ گانا بند نہیں ہوگا۔ گاڑی میں گانے چلینگے ۔ پانچکوڑی سے) کیوں جناب ہم لوگوں کے ساتھ چلنے میں آپ کا کوئی ہرج تو نہیں؟

پانچکوڑی نے ہنسکر جواب دیا ہرج تو کوئی نہیں۔ مجھے بھی کلکتہ ہی جانا ہے مگر اسوقت میرا جانا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ میرے پاس کرایے کے لیئے روپے نہیں ہیں۔

کچھ پرواہ نہیں۔ اس کی آپ فکر نہ کیجئے۔ یہ کہکر وہ نوجوان ٹکٹ لینے کے لیئے چلا گیا۔ اور دس منٹ کے اندر اندر پانچ ٹکٹ لیکر لوٹ آیا۔ چار اپنے

اور ایک پانچکوڑی کے لیے گاڑی وقت پر آئی۔ اور چاروں نوجوان معہ پانچکوڑی کے گاڑی بیٹھ گئے۔

تیرھواں باب

جس دن پانچکوڑی بُونھکا کے پاس بھاگ آیا تھا اُسی دن سے بُونھکا کا دل نامُوس محبّت کی آگ میں جلنے لگا۔ بُونھکا۔ عیش پسند اور خواہشات نفسانی کے بس میں آئی ہوئی بُونھکا نے آج تک محبّت کی آگ کا مزہ نہیں پایا تھا جہاں اُس کا دل گیا۔ وہاں ہی کامیابی ہوئی۔ جب اور جسے اُس نے چاہا دم بھر اُسے اپنا شکار کر لیا۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہوئی مگر آج یونھکا۔ تعلیم یافتہ بُونھکا۔ مغرور بُونھکا۔ ایک مغرور ایک معمولی اور جاہل نوجوان کا شکار بن گئی۔ اُسے خود اپنی حالت پر تعجب ہوتا تھا۔ پانچکوڑی کو بھولنے کی وہ ہر چند کوشش کرتی تھی۔ مگر وہ پاکیزہ صورت کبھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوتی تھی۔ اندرونی ہُولکے ایک جھونکے سے اُس کا عرصہ کا جمع شدہ شکوہ اور خوبصورتی کا نشہ پاگلوں کی طرح کافور ہو کر ہوگیا۔ پانچکوڑی کے بغیر دُنیا اُسے تاریک اور سنسان معلوم ہوتی تھی وہ اُٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے پانچکوڑی کے تصوّر ہی میں محو رہتی تھی۔ شکار نکل جانے سے جس طرح شیرنی غصّہ سے جل اُٹھتی ہے۔ اُسی طرح دانیش کی زبانی پانچکوڑی کی روانگی کا سُنکر بُونھکا جل اُٹھی۔

عورت ہو یا مرد تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیمیافتہ۔ جو کبھی دل کو اچھی طرح یکسُو نہیں کرتا اُس کے دل میں خواہشات کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ اُس میں کسی طرح کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ دن بدن بڑھتی ہی گئی۔ اور خوفناک سے

خوفناک ترقی ہوتی گئی۔ صرف بیرونی تعلیم حاصل کرنے والے ہی شخص ترقی نہیں کھوتے۔ آدرش اور ماں باپ کے حسن انتظام سے تعلیم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے انسان حیوانوں سے زیادہ ترقی نہیں کر سکتا۔ یوتھکا ایسی نہ تھی اور اسی وجہ سے اُسے اپنی خواہشات پر قابو نہ تھا۔ وہ پانچکوڑی کی جُدائی نہ برداشت کر سکی

ایک دن دوپہر کو دانیش کے ساتھ یوتھکا ایک خاص مشورہ کرنے لگی۔ دانیش نے اُس کے دلی حالت کا اندازہ نہیں کیا۔ پروانہ شمع پر نثار ہونے کے لئے تیار ہوگیا۔ دونوں آپس میں پیار و محبت کی باتیں کرنے لگے۔

یوتھکا:۔ ایک آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یکایک اُس نے ایک لمبا اور گہرا سانس لیکر کہا۔ آہ! اب جلن نہیں سہی جاتی ناقابل برداشت ہے۔ پیارے ڈاکٹر صاحب اِس طرح کب تک چلے گا؟

ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا۔ کیوں یوتھکا! تمہیں اب پھر کیا ہوگیا؟

یوتھکا:۔ پریتم! تمہارا علیحدہ رہنا میرے لیے ناقابل برداشت مصیبت ہے تمہاری ایک لحظہ کی جُدائی بھی میرے لیے شاق گذرتی ہے

دانیش۔ پران پیاری یوتھکا تو کیا میں تمہارے گھر آجاؤں۔ یا تم ہی یہاں آجاؤ گی۔

یوتھکا:۔ تمہارے اُس بھائی کا نام کیا ہے۔ ہاں خوب یاد آیا۔ پانچکوڑی! تم نے پانچکوڑی کو گھر کیوں بھیجدیا

دانیش:۔ وہ جاہل ہے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا گھر جاکر کچھ کام کاج کرے گا یہاں اُس کا رہنا بالکل فضول تھا۔ کیونکہ وہ نوکری چاکری بھی نہیں کر سکتا!

یوتھکا:۔ کام کے قابل نہ سہی۔ مگر بہت سادہ مزاج اور عقلمند ہے۔ تم

اسے اب گاؤں میں دیہاتیوں کو اپنے پاس بلا کر کام کاج سکھاؤ۔ گاؤں میں رہنے سے وہ دن بدن بگڑتا جائیگا میں اسے بہت پیار کرتی ہوں۔ خواہ تمہاری وجہ سے۔ یا اُسکی سادہ مزاجی سے! ہاں! تو میں کیا کہہ رہی تھی؟ خوب یاد آیا پیارے ڈاکٹر صاحب! تم نے میرا سب کچھ لے لیا۔ یہ دِل تمہاری محبت کا شکار ہوگیا۔ اب کوئی ایسی تدبیر کرو۔ کہ میری نگاہوں سے کبھی دُور ہی نہ ہو اچھا میری ایک بات مانوگے!

دانیش:- بھلا میں تمہاری بات بھی ٹال سکتا ہوں۔ یہ زندگی تمہارے لیئے اور یہ دل تمہارے اُوپر نثار ہے۔

بوتھکا:- مجھے اچھی طرح تم پر بھروسہ ہے یہی سمجھکر تم پر مرمٹی۔ اچھا تو اگر ہم لوگ یہاں پر ایک ہی گھر میں رہینگے۔ تو بڑی بدنامی ہوگی۔ ابھی لوگ کانا پھوسی کیا کرتے ہیں۔ میری تو یہ خواہش ہے۔ کہ دونوں کے دونوں نوکری چھوڑ کر کلکتہ چلیں۔

دانیش۔ اچھا پھر؟

بوتھکا۔ پھر کیا؟ دِل کی مراد بر آئے گی دُرِ مقصود ہات آئیگا ہم تم دونوں ایک ہی جگہ رہیں گے۔ اگر تم یہ خیال کرو کہ خرچ کیونکر چلے گا۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں میرے پاس پانچہزار روپے ہیں۔ ایک شفاخانہ کھولدینا۔ بس اُسی سے ہمارا تمہارا خرچ چلتا رہیگا۔

دانیش نے سوچا۔ بوتھکا! تمہاری اسقدر محبت! میرے لیئے تمہاری اسقدر قربانی!! بولے ایسی محبت! کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ جو تمہاری خواہش ہو کرو۔

بوتھکا۔ خواب نہیں۔ دانیش۔ میں سچ کہتی ہوں۔ اِس کے علاوہ اور کوئی دوسری تدبیر نہیں ہے۔

دانیش:۔ تم جو مناسب سمجھو وہی کرو۔ میں تو صرف تمہارا بندۂ بیدام ہوں جو حکم دوگی ہزار جان سے بجالاؤنگی۔

پوتھکا۔ میں بھی اسی مہینہ نوکری چھوڑنے کے لیئے نوٹس دیدونگی۔ اور تم بھی ایساہی کرو۔ اگلے مہینہ ہی چلینگے۔ دانیش نے مسرت بھرے دل سے پوتھکا کی بات قبول کی۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک کلکتے جانے کے متعلق مختلف تجاویز پیش کی گئیں۔ اثنائے گفتگو میں پوتھکا نے دانیش سے یہ بھی کہدیا کہ شفاخانہ میں کام کرنے کے لیئے پانچکوڑی کو ضرور بلانا ہوگا۔ دانیش نے یہ سمجھا کہ اُن کے بھائی ہونے کی وجہ سے پوتھکا پانچکوڑی کو پیار کرتی ہے۔

دانیش اُٹھکر چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے پر پوتھکا اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کمرے میں ٹہلنے لگی۔ پہلے پہل اُس نے ایک سرد آہ بھری۔ جس نے اندر سے اندر اُس کے دل میں جانگداز ہلچل مچادی۔ ۔ ۔ آپ ہی آپ بولی جان سے پیارے پانچکوڑی! تمہیں اپنا بنانے کے لیئے کیا کیا نہیں کیا اور ابھی کچھ نہیں کہا جاتا کہ کیا کیا کرنا پڑیگا۔ دیکھو کیسی عمدہ نئی تدبیر نکالی دقتوں سے جمع کردہ دولت کی محبت ترک کردی تم نے میرے مطمئن دل میں محبت کی وہ زبردست آگ بھڑکادی ہے۔ جو تمہارے بغیر ہرگز ٹھنڈی نہ ہوگی۔ اب تمہیں اپنے ہی پاس رکھونگی اور جسطرح ہو سکیگا تمہیں اپنا بناکر چھوڑونگی۔ یہاں یہ کام نہیں ہوسکتا تھا اسی وجہ سے کلکتہ جاکر یہ کام کرونگی۔ سنگدل۔ بیدرد! کیا تو اب میرا نہ ہوگا اور اسی طرح مجھ سے بھاگا بھاگا پھرے گا۔

کچھ عرصہ تک وہ اسی طرح بڑبڑاتی رہی۔ بدنصیب نے اعلے درجہ کی تعلیم حاصل کرلی تھی کیا یہ اسی تعلیم کا پھل تھا۔ تعلیم حاصل کرکے بھی اگر اسقدر آزادی نہ ملتی یا اوائل عمر میں ہی مذہبی تربیت سے اُس کا دل اور دماغ روشن ہوتا

تو آج اسکی یہ دردناک کیفیت نہ ہوتی وہ صرف ایک ہی شخص کے خیال کو پختہ کرتی اور سب کچھ اُسی پر فدا کرتی رہتی اس طرح ماری ماری نہ پھرتی اور خیال فاسد کے جھمیلے میں نہ پڑتی نہ سراب کے پانی کی پیاس میں دلی صدمے اُٹھاتی۔ ایسی ناپاک زندگی تو دوزخ سے بھی بدتر ہے

یہ کہکر پُوتھنا چپ ہوگئی۔ اس نے اس خیال سے کہ کوئی دیکھتا نہ ہو چاروں طرف نگاہ کی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ صرف گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز آرہی تھی

تیسرا حصہ ختم ہُوا

تیسرا حصہ ختم ہُوا

چوتھا حصہ

پہلا باب

ساون کے مہینہ میں ایک دن کے پچھلے پہر پانچکوڑی گاڑی سے اتر کر گھر کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں سات آنے کی ایک چھوٹی سی ڈھولکی تھی۔ تپیش اسے بجائے گا اور بائیں ہاتھ میں ایک پوٹلی۔ اس میں کئی ایک نئے کپڑے تھے۔ ایک قمیض جوتا، دوسرا ایک بانسری تھی۔

پانچکوڑی مظفر پور اسٹیشن سے جن لوگوں کے ساتھ کلکتہ گیا تھا وہ سب کے سب بہت دولتمند تھے۔ آپس میں بات چیت ہونے اور گانا وغیرہ سنانے کی وجہ سے پانچکوڑی اور ان کے درمیان محبت ہو گئی تھی۔ ان لوگوں نے پانچکوڑی کو اپنے پاس رکھ کر چند دنوں بعد بیس روپیہ دیکر رخصت کیا۔

گاڑی سے اتر کر محلے کے جن لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ان سب سے پانچکوڑی نے پہلے تپیش کا حال پوچھا۔ یہ سنکر کہ وہ اچھا ہے۔ پانچکوڑی بہت خوش ہوا وہ کہیں نہیں ٹھہرا۔ گھڑی بھر کی بھی دیر نہیں کی۔ دوڑتا ہوا گھر پہنچا۔ کئی دن سے اس نے تپیش کو نہیں دیکھا تھا۔ جاتے وقت بھی باوجود منتوں کوششوں کے تپیش کو اپنی گود میں بٹھا کر پیار نہیں کر سکا۔ تمام راستہ وہ دل ہی دل کڑھتا رہا مسرت بھرے دل میں بھی تھوڑی دیر کے لیے تاریکی کا پردہ پڑ جاتا تھا

وہ سوچتا: "کاش انجھلی پھو نے پھر شچیش کو میری گود میں نہ آنے دیا تو میرے گھر جانے سے کیا فائدہ؟ اس زندگی کا سہارا صرف شچیش ہی ہے۔ اس دنیا میں میرے لئے وہی سب کچھ ہے۔" وہ انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا امید کی شمع یکایک دل میں روشنی ہوگئی۔ مگر کیا یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ انجھلی پھو اتنے دن پر بھی کیا شچیش کو میرے پاس نہ آنے دینگی۔ انسان کو غصہ آتا ہے۔ مگر کیا وہ اتنے دنوں تک رہ سکتا ہے؟ وہ میرا بھتیجا ہے میرے خاندان کا روشن چراغ میرے دل کی دولت۔ میں اُسے گود میں کیوں نہ لے سکونگا؟

پانچکوڑی جلدی جلدی گھر چلا گیا۔ اور آنگن میں پہنچکر نہایت ہی محبت آمیز لہجہ میں شچیش کو پکارا۔ "شچیش!!"

شچیش نے جواب نہیں دیا۔ پانچکوڑی نے پھر پکارا۔ آواز سُنکر نستارہ باہر آکر بولی: "کون؟ چھوٹے بابو! آگئے؟ شچیش سو رہا ہے۔ چلو۔ اندر چلو۔ ماں تمہیں بار بار یاد کرتی تھیں۔" پانچکوڑی نے پوچھا: "منجھلی پھو کیا کرتی ہیں؟" نستارہ نے انگلی کے اشارہ سے منع کیا۔ اور کہا: "مالکن کے گھر میں چلو سب باتیں معلوم ہونگی۔"

پانچکوڑی چُپ چاپ ماں کے پاس گیا۔ اسوقت بڑی پھو چھوٹی پھو اور مالکن وہاں موجود تھیں۔ ماں نے سب سے پہلے دانیش کی خیر عافیت پوچھی پانچکوڑی نے سب باتیں صاف صاف کہیں۔ ماں نے یہ سُنکر گہرا سانس لیا۔ چھوٹی پھو خاموشی سے بیٹھی رہیں۔

پانچکوڑی نے اُس کے بعد اپنا حال کہا۔ اسکے بعد پوٹلی کھول کر پانچ دھوتیاں نکالیں ایک ماں کی نذر کی اور چار اُسی کے سامنے رکھدیں۔ ماں نے آنچل سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "اسوقت تونے رحم کرکے ہولی آگ کو اپنے محبت

سے پانی سے چھینٹے دے کر نکھایا ہے بیٹے میرے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا۔ کچھ گھر کے لیئے خرچ بھی لایا ہے ؟

پانچکوڑی نے روکھی ہنسی ہنسکر کہا: ”میں کیا روپئے کمانے والا آدمی ہوں بابو لوگوں نے مہربانی کرکے بیس روپے دیئے تھے۔ کپڑے وغیرہ خرید کر اور ریل کا کرایہ دیکر سات روپے تو آنے بچے ہیں۔ یہ لو“

یہ کہکر اُس نے اپنی جیب سے روپے نکالکر بڑی بہو کے آگے رکھ دیئے اُس کے بعد ماں سے پوچھا: ”ماں منجھلی بہو چھیٹش کو میرے پاس تو آنے دیگی اگر نہ آنے دیگی تو میں اُن کی ایک بات بھی نہ سنوں گا۔ بہت دنوں سے اُسے گود میں نہیں لیا“

ماں نے کہا: ”کیا جانوں بیٹا! تیرے بڑے بھائی آئے ہیں“

پانچکوڑی:۔ ”تمہارے ساتھ کیا باتیں ہوئیں ہے؟“

ماں نے کہا:۔ علیحدہ ہونے کی بات چیت ہو رہی ہے

پانچکوڑی:۔ ”بیچ بچاؤ دادا کے آنے پر بھی جھگڑا نہیں مٹا ہے“

ماں:۔ مٹایا کہاں ہے اور بڑھا دیا۔

پانچکوڑی:۔ ”تم نے کچھ بھی نہیں کہا ہے“

ماں: ”بیٹا میں نے تو کہنے سننے میں کچھ اُٹھا نہیں رکھا۔ مجھ سے بولے تم لوگوں نے مل ملا کر اُسے پاگل بنا دیا۔ وہ جُدا ہونا چاہتی ہیں۔ ہونے دو۔

پانچکوڑی:۔ ”تمہیں اُنھوں نے کچھ خرچ دیا ہے ؟“

ماں:۔ پانچ روپیہ ماہوار دینے کا وعدہ کیا ہے ؟“

پانچکوڑی:۔ ”اور بھاوجوں کے بلئے ؟“

ماں:۔ ”نہیں! انہیں کیوں دینگے؟“

پانچکوڑی :- پھر کون دے گا ؟"

ماں :- بھگوان ؟"

پانچکوڑی :- طیرا بھی ان بالوں کو سونچ کر پاگل ہونے سے کیا فائدہ ؟ شچیش سو کر اٹھے اور ہیں اُسے گود میں لوں تو چین آئے ۔

ماں ! شچیش کپڑا جوتا پہن کر اور گلے میں ڈھولک ڈالکر بہت خوش ہو گا ۔ کیوں ماں ؟"

ماں :- ہو گا تو سہی مگر جب وہ اُسے میری گود میں نہ آنے دے ؟"

پانچکوڑی ! کیا نہیں آنے دے گی ؟"

ماں :- کیا جانوں ؟

پانچکوڑی :- دیدی میں کیا بُرائی ہے ۔ میں اُس کا چچا ہوں ۔ وہ میرا سب کچھ ہے ۔ اُسے میری گود میں کیوں نہ آنے دے گی ۔ اگر میں نے کوئی قصور کیا ہے تو منجھلی بھو گالی دے لیں ۔ مگر شچیش کو کیوں نہ آنے دیگی ۔ وہ کیا نہیں کاسے میرا نہیں ۔ انتے میں شچیش کو گود میں لیئے ہوئے نستار باہر آئی تو دور سے اُسے آتے دیکھکر پانچکوڑی دوڑتا ہوا اُسکے پاس گیا معصوم بچہ بہت دنوں بعد پانچکوڑی کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور ہمک کر اُس کی گود میں دوڑا ۔ اپنی دونوں بانہیں پانچکوڑی کی گردن میں ڈالدیں ۔ فرط محبت سے لپٹ گیا ۔ پانچکوڑی اُسے پیار کرتے ہوئے کپڑا اور جوتا پہنانے لگا ۔ اپنے کمرے کے اندر سے منجھلی بھو یہ سب دیکھ رہی تھیں شچیش کو پانچکوڑی کی گود میں دیکھکر دوڑی ہوئی آئیں اور نستار کو پھٹکار کر شچیش کو پانچکوڑی کی گود سے چھین لینے کا اشارہ کیا ۔

نستار منہ بنا کر بولی ۔ دیدو بابو ! بچہ کو جلد اُتار دو ۔ کاکا کی گود میں دینے سے ایسا ہو گا ۔ یہ اگر جانتی تو کون لانے دیتی ۔

پانچکوڑی نے نستار کی بات پر توجہ نہیں دی وہ بیٹھے چلا گیا۔ یہ دیکھ کر منجھلی بہو نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ گرج کر بولیں لڑکے کو دیدو ورنہ بہا بھارت مچا دُونگی۔ مجھے یہ تانیں ابھی نہیں معلوم ہوئیں۔ نستار نے دوڑ کر ننھے پٹیش کو پانچکوڑی سے چھین لیا۔ ننھا پٹیش نستار کی گود میں چلّانے لگا۔ پانچکوڑی نے آنسوؤں سے لبریز نگاہوں سے منجھلی بہو کی طرف دیکھا۔ دل کی تمام طاقتیں کھو کر حفاظت کے نا قابل ہو کر بیدلی سے گود کے بچے کو اُتار کر انسان جیسے گود خالی کر کے مغموم و ہراساں ہو کر گھر واپس آتا ہے اُسی طرح ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے۔ پانچکوڑی ماں کے پاس چلا گیا۔"

دُوسرا باب

دوسرے شام کو محلّہ کے وشنو سرکار جنیش چندر کے گھر آئے وہ جنیش چندر کے والد مرحوم کے جگری دوستوں میں سے تھے اور محلّہ کے مکھیا سمجھے جاتے تھے جنیش چندر نے حقہ بھر کر اور آم کے پتے کی نگالی لگا کر اُنکے سامنے پیش کیا حُقّہ پیتے پیتے وشنو سرکار بولے۔ ابھی کتنے دن گھر رہو گے؟

جنیش چندر:۔ کل ہی جانے کا ارادہ ہے۔

وشنو سرکار:۔ آجکل کیا وہاں بہت کام ہے؟

جنیش چندر:۔ زمیندار اور کسانوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ اب مٹا ہے اِسی وجہ سے یکدم کام کا بار آپڑا

وشنو سرکار:۔ اِس جھگڑے بکھیڑے میں تو تم نے خوب پیدا کیا ہوگا؟

جنیش چندر:۔ بہت نہیں معمولی۔

وشنوسرکار:- خیر ابھی تم سے ایک بات کہنے آیا ہوں - بہو کہاں ہیں ؟
بہو سے مراد جنیش کی ماں سے تھی -
جنیش :- وہ تو اب ادھر زیادہ آتی جاتی نہیں اُدھر رسوئی خانہ کیطرف ہونگی -
وشنوسرکار:- اُنہیں بُلالو - مجھے جو کچھ کہنا ہے - اُنہیں کے سامنے کہونگا -
جنیش چند رنے نستار کو بُلا کر کہا - ماں سے کہہ دو کہ کاکا بُلاتے ہیں
نستار چلی گئی - پاس ہی کھڑکی کے پاس منجھلی بہو آکر کھڑی ہوگئیں -
تھوڑی دیر کے بعد جنیش کی ماں آئیں - اور پاس ہی کھڑی ہو کر بولیں - دیور جی ! کیا تم نے بلایا ہے -
تھوڑا علیحدہ رُک کر وشنوسرکار نے کہا - ہاں بہو ! بہت دنوں سے گھر کا کوئی حال نہیں معلوم ہوا تھا - لوگوں کے منہ سے طرح طرح کی باتیں سننے میں آتی ہیں - اس لیئے آیا ہوں - کہ دیکھ آؤں کیا بات ہے ؟
ماں :- جان کر کیا کروگے ؟ دیور جی ! اب یہ پہلا سا گھر نہیں رہا - میں تو ایشور سے رات دن منا تی رہتی ہوں - کہ مجھے موت آجائے - مگر نہ معلوم ابھی اور کیا کیا دیکھنا ہے یہ کہتے کہتے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے -
وشنوسرکار نے جنیش کے چہرے کیطرف دیکھ کر پوچھا - دانیش کی کوئی خبر ملی ؟
جنیش :- کیا معلوم ؟ پانچکوڑی گیا تھا - کل آیا ہے - مگر میں نے تو کچھ سنا نہیں
وشنوسرکار :- کیوں ؟ تمہارا بھائی ! اور تم نے اس کا حال نہیں دریافت کیا
جنیش :- جب میں ان جھگڑوں میں ہی نہیں رہتا تو پوچھکر کیا کروں ؟
وشنوسرکار :- کیوں ؟ گھر بار کی مایا موہ چھوڑ کر ویراگ لے لیا
جنیش :- نہ میں تین میں نہ تیرہ میں ایک دن کے لیئے گھر آتا ہوں - اس

میں کیا کروں؟ کھا پی کر بیٹھ رہتا ہوں۔

وشنو سرکار :۔ کہاں بیٹھے رہتے ہو۔ ماں کے پاس

جتیش :۔ نہیں

وشنو :۔ تو پھر کہاں؟ کیا بیوی کے پاس ہے؟

جتیش ۔ ہاں!

وشنو :۔ کیوں؟

جتیش :۔ تو کیا کروں

وشنو :۔ کروں کیوں نہیں ۔ اگر بیوی ماں کے ساتھ جھگڑا کرتی ہے اور ایک جگہ نہیں رہنا چاہتی ۔ تو اس کا علاج نفرت کردہ ۔ تم تو ماں کے بیٹے ہو ماں کے پاس کیوں نہیں رہتے؟

جتیش چندر نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ وشنو سرکار نے پوچھا تم نے اپنی ماں کے کھانے پینے کا کیا انتظام کیا ہے ۔

جتیش :۔ میں ہر مہینے پانچ روپیہ دیتا ہوں

وشنو :۔ مکان کا کرایہ؟ اچھا تم نے اپنے دیگر متعلقین کے لئے کیا بندوبست کیا

جتیش :۔ یہ میں کیا جانوں؟ سب کو تو میں دے نہیں سکتا ۔

وشنو ۔ چھی چھی جتیش! سمجھدار ہو کر ایسا کہتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی ۔ تم نہیں دے سکتے ۔ تو کیا وہ بھوکوں مر جائے گی ۔ اور تم بیوی کو لے کر چین اڑاؤ گے ۔ نہیں تم مناسب ہے کھاؤ پیو ۔ آپس میں بانٹ کر کھاؤ ۔ ایک وقت فاقہ کرو ۔ مگر سب ایک ساتھ کھاؤ ۔ ہندو نہچے کا یہی دھرم ہے

جتیش :۔ یہ تو ہوتا ہی تھا ۔

وشنو :۔ تو پھر بند کیوں ہو گیا؟

جنبش :۔ سب نے ملکر ایک شخص کو جلانا شروع کیا۔ اگر نظر انداز کرجائیں تو ایسا کیوں ہوتا۔

وشنو :۔ وہ ایک شخص کون! تمہاری بیوی پر نظر انداز کرنے اور برداشت کرنے کی نصیحت اوروں کو ذکر نے۔ اُسی کو کرنے وہ تمہاری بیوی سے بمقابلہ اوروں کے اسپر تمہارا زور زیادہ ہے جنبش چند ر خاموش ہو گئے۔

وشنو سرکار نے پھر کہا سُنا ہے۔ کہ کل پانچکوڑی نے آکر تمہارے لڑکے کو گود میں لینا چاہا۔ مگر منجھلی بہو نے خوب جلی کٹی سُنائیں۔ اُسے نہیں لینے دیا۔ کیوں؟ ایسا کیوں ہوا جانتے ہو۔ کہ پانچکوڑی کو اس سے کسقدر صدمہ پہنچا ہوگا؟

جنبش :۔ جسکا لڑکا ہے۔ اگر وہ نہیں لینے دیتی۔ تو میں کیا کروں؟ اسقدر گول مال کی کیا ضرورت ہے؟

وشنو سرکار ملامت آمیز ہنسی ہنستے ہوئے غمگین لہجہ میں بولے "جنبش! ابھی تک میں تمہیں انسان سمجھتا تھا۔ مگر آج معلوم ہوا۔ کہ تم حیوان سے بھی بدتر ہو۔ ہائے! عورت کسقدر خوفناک ہوتی ہے؟ خیر میں جو کچھ کہنے آیا ہوں۔ اُسے سُنو!!

جنبش :۔ کیا کہئے!

وشنو :۔ میں نے سُنا ہے۔ کہ اس دفعہ زمیندار اور کسانوں کی باہمی مخالفت میں تمہیں دو تین ہزار روپئے ملے کیوں صحیح ہے یا نہیں؟

جنبش :۔ نہیں جھوٹ۔ بالکل جھوٹ۔ دوسرے کی دولت ہمیشہ زیادہ دکھائی پڑتی ہے۔

وشنو : خیر اتنا نہ سہی کچھ کم ہوگا؟ اچھا جو کچھ لائے ہو۔ اُس میں سے پانچ

سو روپے تمہیں اپنی ماں کو دینے ہونگے۔ اُس روپے سے وہ پانچکوڑی کے ذریعہ کھیتی وغیرہ کراکر گھر کا خرچ چلائیں گی۔

جنیش:- اتنے روپے ہ

وشنو:- ہاں یہ تمہیں دینے ہی پڑینگے

جنیش:- میں اس بات کا جواب آج نہیں دے سکتا۔ کل دونگا۔

وشنو۔ بہت اچھا [illegible]۔ مگر بغیر ہماری بات کا جواب دیے ہوئے کل چلے نہ جانا۔ یہ کہکر وشنو مہاراج چلے گئے۔ جنیش چندر کی ماں بھی آہستہ آہستہ رسوئی خانہ کی طرف چلی گئیں۔

تیسرا باب

جنیش چندر اپنے کمرے میں گئے تو پیچھے پیچھے بکتی جھکتی منجھلی بہو بھی گئیں لال لال آنکھیں کرکے بولیں جتنی خوشی ہے کرو۔ اُسی قدر سر پر چڑھتی جاتی ہیں یہ گویا کوئی چیز ہی نہیں ہے

جنیش چندر نے پیچھے پھر کر منجھلی بہو کیطرف دیکھ کر کہا۔ کیا تم سب سنتی تھیں منہ پھلاکر کیوں چڑھا کر اور لال لال آنکھیں کرکے چلا کر منجھلی بہو نے کہا کیوں سنتی کیوں نہیں یہ سب سن لیا۔ جیسا گاؤں ویسے لوگ اور ویسی ہی موٹی عقل!

جنیش:- یہ تو سب ٹھیک ہے۔ مگر آج جو وشنو کہہ گئے ہیں۔ اُس کے لیے کیا کہتی ہو؟

منجھلی بہو:- ایک پیسہ بھی نہیں روپے ہمارے ہیں۔ ہم کیوں دیں؟

نہیں دینگے تو وہ ہمارا کیا کر لیں گے؟

جنیش:۔ کرینگے تو کیا؟ مگر۔

منجھلی بہو:۔ مگر کیا دینا چاہتے ہو تو دیدو۔ اور میرے چھیش کے ہاتھ میں کاسۂ گدائی دیدو۔ تم کیا میرے بچے کی بابت کبھی کچھ نہیں سوچتے۔ لڑکے میں کیا کھا کر زندہ رہونگی۔ میں ایک پیسہ بھی نہیں دونگی۔ خواہ دنیا اُدھر کی اُدھر ہو جائے۔ اور چاہے جو ہو۔

جنیش چندر بتی سنو تو سب لوگ مذمت کرتے ہیں اور دھرم کے بھی خلاف ہے اس مرتبہ تین ہزار سے زیادہ روپے لائے ہیں۔ اس میں سے تین سو ان کو دیدو۔ اس سے وہ کھیتی باڑی کر کے اپنا کام چلائیں گے

منجھلی بہو:۔ ایک پیسہ بھی نہیں دو۔

جنیش چندر بتی اس کے ! کل پانچکوڑی کو بہت دکھ ہوا۔ اسکی بات سنکر میرا کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔

منجھلی بہو:۔ اوہو ! ایسے دیا ساگر ! میں ایک پیسہ بھی نہ دونگی۔ میرے چھیش کو کوئی ایک مٹھی اناج دینے والا بھی نہیں ہے۔ اگر آج وہ لوگ راجہ ہو جائیں تو میرے بچیا وہ مفلس کا لڑکا ہے مفلس ہی رہیگا۔ اس میں سے ایک پیسہ بھی نہیں ملیگا۔ نہیں ملیگا۔

جنیش چندر چپ چاپ سوچنے لگے کہ بات تو جھوٹی نہیں ہے۔ آج اگر ہم مر جائیں۔ تو چھیش کی پرورش کون کرے گا؟ اُدھر ماں اور بھاوجیں بھوکوں مر رہی ہیں۔ ادھر بیوی بھی ٹھیک کہتی ہے کیا کریں کیا نہ کریں؟

پاس ہی ایک کوٹھڑی میں چھیش سو رہا تھا۔ وہ اسی وقت چلا کر رونے لگا جنیش دوڑ کر اس کے پاس گئے۔

ایک بدحیثیت چراغ اُس گھر میں ٹمٹما رہا تھا اُس کی مدہم روشنی بدنصیب کے مزار کے دیئے کی طرح جھلملا رہی تھی۔ سچیش چلا کر روتے روتے بولا: "اوبابا! اوہو! دوڑو۔ دوڑو مجھے بلی نے کاٹ کھایا"

جگدیش چندر نے اُسے گود میں اُٹھا لیا۔ اور روشنی کے پاس لاکر دیکھا بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں کاٹنے کا داغ بنا ہوا تھا۔ اور خون شرآتے سے بہ رہا تھا۔

لڑکا دھیرے دھیرے چلاتا ہوا اُٹھا۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں نیلگوں ہو رہی تھیں جگدیش چندر نے کہا: "دیکھو بستر پر بلی ہے یا نہیں؟"

منجھلی بہو جلدی جلدی چراغ اُٹھا کر بستر کے پاس گئیں اور اچھی طرح سے دیکھنے لگیں کون ہے بستر پر تو بلی نہیں۔ تخت کے نیچے دیکھا۔۔۔ دیکھتے ہی چلا اُٹھیں سیاہ فام خونخوار اژدہا اپنی خوفناک پھنکار دکھا کر چراغ کی روشنی کو مدہم کر رہا تھا۔

جگدیش چندر بھی دیکھ کر چلا اُٹھے۔ اور کسی نہ کسی طرح لڑکے کو گود میں لے کر باہر آئے منجھلی بہو روتی روتی پیچھے چلیں۔

جگدیش چندر نے باہر آکر چلاتے ہوئے کہا: "پانچکوڑی! پانچکوڑی!! ستیاناس ہوگیا۔ دوڑو دوڑو سچیش کو سانپ نے کاٹ کھایا

پانچکوڑی باہر سے آکر بیٹھا ہوا چولا اور گڑگڑا کھا رہا تھا۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دوڑا۔ سب حال سُنکر سینہ کوبی کرتا او جھاجی کو بلانے کے لئے دوڑا رام سانپ کا اچھا جھاڑنے والا تھا۔ پانچکوڑی اُسے بلا کر گھر لایا۔ مگر اُس وقت سچیش کی جان قالبِ خاکی کو چھوڑ چکی تھی۔ طائرِ روح قفسِ عنصری کو چھوڑ کر قید و بند کی بندشوں سے آزاد ہو کر کسی لا معلوم ملک میں منڈلا رہا

تھا۔ گھر کے تمام لوگ سرہانے بیٹھے ہوئے ماتم کر رہے تھے۔ مگر مرے جو جاتا ہے وہ ہزار ماتم کرنے چیخنے اور چلانے پر پیچھے پھر کر نہیں دیکھتا!!

محلے کے دس آدمی آکر اکٹھے ہو گئے اور شچیش کے نازک و لطیف جسم کو اس کے رشتہ داروں عزیزوں سے چھین کر شمشان میں پھینک آئے۔ سانپ کے کاٹے ہوئے کو نہ جلاتے ہیں اور نہ پانی میں پھینکتے ہیں شمشان کے کنارے رکھ کر واپس آنا پڑتا ہے۔ اس لاش کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔

چوتھا باب

اس وقت بھی تاریکی نے دنیا کا پیچھا نہ چھوڑا تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ لامحدود نیلگوں آسمان پر چند مدہم تارے چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہے تھے۔ خوفناک جانور ٹہل رہے تھے اور ہوا شفق کے استقبال کے لیے آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

اسی وقت اپنے بچپن و لکو سینہ میں دبائے پانچکوڑی شمشان میں آکر کھڑا ہوا۔ معلوم ہوتا تھا۔ وہ شچیش کو ڈھونڈ رہے گذشتہ رات کو وہ اپنی زندگی کی دولت شچیش کو اسی مقام پر پھینک گیا تھا۔ مگر وہ کہاں ہے؟ ہر جہاں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔

شمشان کے کنارے کو دھوتی ہوئی ندی کی لہریں سمندر سے ملنے کے لیے چلی جا رہی تھیں اور ہوا ہُو ہُو کا نغمہ الاپتی ہوئی بہہ رہی تھی دور دور پر گھنے گیدڑ اور چند مردہ خور جانور وغیرہ رہ رہ کر چلا اُٹھتے تھے شچیش! جان سے عزیز شچیش! تجھے گود میں لئے ہوئے آج کتنے دن ہو گئے؟

اب بھی کیا تو نہیں آئے گا؟ ہائے میری گود خالی ہوگئی۔ پانچکوڑی کے خاموش دل سے خاموش زبان میں یہ باتیں نکلکر اطراف و جوانب میں پھیل گئیں۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ جیسے کسی نے سُنا ہی نہیں۔ تمام دنیا اُسے سنسان۔ مغموم اور رس سے خالی دکھائی دینے لگی

پانچکوڑی نے اسقدر بُلایا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ اُسوقت اُس نے سوچا شچیش کے بغیر اِس دُنیا میں رہنے سے کیا فائدہ؟ وہ دُنیا کو چھوڑ گیا۔ کیا میں نہیں چھوڑ سکتا؟ یہ جو تمو تج بہر دریا بہ رہا ہے اُسمیں غوطہ لگانے سے دل کی تمام آگ بُجھ سکتی ہے۔ مگر خودکشی پاپ ہے پاپ! پاپ کیا؟ کیا پاپ کی آگ اِس آگ سے زیادہ گرمی رکھتی ہے؟ اور وہ ناقابل برداشت ہے۔ ہائے کسی نے نہیں دیکھا کہ اِس دل پر کیا گذر رہی ہے؟ ہائے بھگوان! تمہیں لوگ منگل مے کہتے ہیں۔ پھر تمہارے راج میں اسقدر بے چینی اور جلن کیوں؟ اگر شچیش کو اسقدر جلد بُلا لینا تھا تو اُسے دنیا میں بھیجا ہی کیوں؟

اِس مرتبہ جیسے کسی نے اُس کی بات کا جواب نہ دیا۔ اُس پار سے نہ معلوم کس نے عجیب و غریب آواز میں کہا "اِس تباہی کا سبب بیہودی نہیں دنیا میں رحم و کرم کے تماشے بھی دکھائی پڑتے ہیں۔ اور بین و بکا کے مرقعے بھی نظر آتے ہیں اگر اِس قسم کی بربادیاں نہ ہوں تو نظام قدرت میں فرق آجائے"

پانچکوڑی نے درد آلود لہجہ میں کہا:۔ میرے دل سے علیحدہ کرکے۔ میری سر بھری بین کو توڑ کر کیا فائدہ ہُوا۔

جواب ملا۔ ہم تم کیا ہیں؟ ہمارا تمہارا کیا کرتے ہو؟ جاندار اور بیجان سب یکساں ہیں رنج کس بات کا؟ کون آتا ہے اور کون جاتا ہے؟ سب مایا ہے

اور سراب ہے۔ بھول جاؤگی

کس کو ؟ شچیش کو ؟ اُسے کیا بھول سکتا ہوں ؟ وہ تو میرا سب کچھ تھا۔ چھوٹی بات ہے۔ جب آیا تھا۔ تب تو بُلایا نہیں۔ جب گیا تب جانے کو نہیں کہا۔ جاؤ سب اُمیدیں چھوڑ دو۔ بھول ہے بھول ہے

تو شچیش ! جان سے زیادہ پیارے شچیش !! ایک مرتبہ میری گود میں آجا تیری ماں نے تجھے میری گود میں نہیں آنے دیا

میں اُسی وقت پانچکوڑی کے پیچھے کوئی آکر کھڑا ہوگیا۔ پہلے تو اندھیرے کی وجہ سے پانچکوڑی نے اُسے نہیں پہچانا۔ مگر اچھی طرح دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ اُس کے منجھلے دادا جگیش چندر ہیں۔

اُس کی ماں نے تیری گود میں آنے نہیں دیا۔ پیارے پانچکوڑی ! آہ میں نہیں جانتا تھا کہ شچیش کو تو اسقدر پیار کرتا ہے۔ آؤ بھائی ! آج ہم دونوں ایک ہی تیرتھ کے یاتری ہیں ایک ہی دیوتا کے پجاری ہیں۔ مگر وہ کہیں نظر نہیں آتا

جگیش چندر نے پانچکوڑی کی گردن میں اپنی دونوں باہیں ڈال دیں۔ اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے پانچکوڑی کی آنکھوں نے بھی آنسوؤں کی جھڑی لگادی اس کے بعد دونوں بھائی گھر لوٹ گئے۔

جگیش نے ماں کو بُلا کر کہا۔ جس کے لیئے سب کچھ اکٹھا کرتا تھا۔ وہ چلا گیا معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں شوہر و بیوی اُس کے چاچا اور چاچی کو دھوکا دینے تھے اُس کے اکیلے کے لیئے جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے۔ اِسی وجہ سے وہ خاندان کا چشم چراغ ہم دونوں سے متنفر ہوکر چلا گیا۔ میرے ہی پاپ سے ایسا ہوا ماں ! آج مجھے اور پانچکوڑی کو ساتھ ہی کھانے کے لیئے دو۔ ہم دونوں ایک ہی تھالی میں کھا کر جنم بھر کے لیئے جہاں میں ملازم ہوں۔ چلے جائینگے

جو کچھ پاؤنگا۔ماہوار بھیجدونگا جنیش کے بغیر اس گھر میں نہیں رہونگا۔

پانچواں باب

جنیش چند بیٹے کی ناگہانی موت سے ہر وقت مغموم و متفکر ہوکر پڑے رہتے تھے اُن کی ماں نے اُنہیں چار پانچ دن تک نوکری پر نہیں جانے دیا۔

انہیں تین چار دنوں میں اُن کے گھر کی حالت بہت کچھ تبدیل ہوگئی تھی جنیش چند اب علیحدہ رہنے کے لئے تیار نہیں ہوئے منجھلی بہو بیٹے کے رنج میں پاگلوں کیطرح ہوکر پڑی رہتی تھیں۔اُنہوں نے بھی کسی طرف کوئی توجہ نہیں دی گھر کی حالت پہلے کی طرح ہوگئی۔اور سب بدستور رہنے لگیں۔چھوٹی بہو مصیبت کی ماری منجھلی بہو کی خدمت کرنے لگیں۔

جنیش کے موت کی خبر پاکر منجھلی بہو کے مرحوم بھائی کی بیوہ اپنے بیٹے رام سیوک کو لیکر آئیں رام سیوک کی عمر اسوقت پچیس برس کی تھی۔

جنیش چند گھر کے اندر بیٹھے ہوئے منجھلی بہو کو سمجھا بجھا رہے تھے اور طرح طرح سے تسلیاں دے رہے تھے۔اُسی وقت اُنکی سلہج اور سالے کا بیٹا دونوں گھر میں داخل ہوئے اُنہیں دیکھکر لڑکے سے ہاتھ دہولی ہوئی منجھلی بہو نے ماتم کرنا شروع کیا۔آنچل سے مُنہ ڈھانپ کر رام سیوک کی ماں بھی رونے لگیں۔"

منجھلی بہو روتے روتے بولیں:۔ہائے! بہو! میرا سب کچھ تباہ ہو گیا میرا گھر سُونا کودسُونی اور چھاتی سُونی۔"

رام سیوک کی ماں مختلف پورانک قصے سنا کر نند کو سمجھانے لگیں خاتمہ

تقریر پر رام سیوک کا ہاتھ پکڑ کر اور اُسے منجھلی بہو کی گود کے پاس بٹھا کر بولیں :- یہ بھی اسی کا بھائی ہے - یہ تمہارے بھائی کا لڑکا ہے اسے اپنا سمجھ کر گود میں لو- آج سے تمہارا ہی ہے - میرا نہیں گ
منجھلی بہو نے اِس بات پر کسی قسم کے سوال وجواب نہیں کئے جنیش چند باہر چلے گئے نستارنے آکر رام سیوک اور اُنکی ماں کو کھانا کھانے کے لیئے بلائے گئی - کھانا کھاتے وقت جنیش چندر نے ماں سے کہا - ماں :- جو قسمت میں تھا - ہوگیا - میں اب سیتیش سے خالی گھر میں نہیں رہ سکتا گھر میں رہنے سے ہر وقت طبیعت کڑھتی رہے گی-اسی وجہ سے آج رات کو چلا جاؤنگا - پہلے مجھے بنیچر کے گھر جانا ہوگا - کیونکہ وہ آجکل اپنے گھر آئے ہوئے ہیں گ
ماں نے روتے روتے پوچھا :- پھر کب آؤ گے ؟
جنیش :- اِس کی نسبت اسوقت کچھ نہیں کہہ سکتا - شاید اب نہیں آسکونگا
ماں :- ایشور تمہیں سلامت رکھے - ایسی بات بھی کوئی زبان پر لاتا ہے
جنیش :- پُوجا میں اب آنا نہیں ہوگا - کس کے لیئے آؤنگا جسے دیکھنے کی غرض سے آتا تھا وہ چھِن لیا - مگر ایک بات کہہ جاتا ہوں
ماں :- کیا ؟
جنیش :- پانچکوڑی کی شادی کی فکر کرو - میری راہ دیکھنا - دِل ٹوٹ گیا ہے سیتیش کو گھر بُلانے کی فکر کرنا - رام سیوک اور اُس کی ماں آہی گئی ہیں جلدی جائینگی بھی نہیں - اِس کے لیئے تم فکر نہ کرنا اب مجھے جمع کرنے کے لیئے کوئی ضرورت نہیں ہے جس کے لیئے سب کچھ اُٹھا کیا تھا - وہ دھوکا دیکر بھاگ گیا - اسوقت مجھے جو اہوار ملے گا وہ بھیجتا رہونگا - اسی سے گھر کا خرچ چلانا گ

ماں! تم جو کچھ مناسب سمجھو گے۔ وہی ہوگا۔ اسقدر نہ گھبراؤ ساری بات ایشور کے ہاتھ ہے۔

جتیش:۔ ماں! ایشور کا کیا قصور ہے سب اپنے کرموں کا پھل ہے"

یہ دنیا بہت دلفریب ہے۔ اپنی دلفریبیوں اور دلچسپیوں سے یہ لوگونکو اپنی طرف کھینچکر ہیبتناک تاریکی کے غار میں گراتی ہے۔ یہ گورکھ دھندا کیا ہے اسے آجتک کوئی بھی نہیں سمجھ سکا اس لیئے یہ سمجھ میں آتا ہے تمام آدمیونکی آنکھوں کے اندر پڑا رہتا کا کوئی مسرت بخش مقصد پوشیدہ ہے ہماری کوتاہ بین انسانی عقل اِس اسرار نہفتہ کی تہ تک پہنچنے سے ہمیشہ قاصر رہتی ہے"

بیٹے کی موت سے پریشان خاطر جتیش چندر نے بیوی کو سمجھایا "ہم نہایت ہی حقیر ہیں ہم دونوں جھوٹی محبت کے دلفریب جال میں پھنسے ہوئے ہیں ہم نے اپنے خاندانی چراغ کو ہر قسم کے باد مخالف سے بچاکر رکھنے کی خواہش کی تھی خیال کرتا ہوں کہ اسی وجہ سے وہ ہمیں مغموم و متفکر بناکر، دُکھ کیہ ہماری محبت کی زنجیر و نکو توڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اور کچھ نہیں سب کے ساتھ ہل جل کر زندگی کے باقی دن کاٹنے ہونگے"

سنجھلی بہو نے یہ بات نامنظور نہیں کی۔

اِس کے رات کے آخری حصہ میں یکایک اُٹھکر جتیش چندر نے پانچکوڑی کو پکار ا بولے جب تک صبح صادق کا ظہور نہ ہو۔ میرے ساتھ چل صبح ہوجائے تو تو واپس آجانا۔ اگر کوئی ساتھ نہ گیا تو رات کو تکلیف ہوگی"

پانچ کوڑی بانس کی ایک موٹی سی لاٹھی لے کر بڑے بھائی کے پیچھے پیچھے چلا دونوں بھائی خاموش تھے دونوں بھائیوں کا دل ناقابل برداشت دُکھ سے دُکھی تھا۔ ہر چہار طرف خاموشی کا سخت تھا صرف بیچ بیچ میں جھینگوں کی شرشرے

خالی تان درد بھری آواز سے اُن کے ٹوٹے ہوئے دلوں کی تکلیف کو اور بڑھا رہی تھی۔ وہی راستہ کتنے لامحدود زمانے سے یا دکو گود میں لیئے ہوئے چپ چاپ تھا۔ گاؤں کے چیت کے سر بفلک درخت اپنا سر جھکائے ہوئے عہد گزشتہ کے واقعات کے ابواب کا آغاز کر رہے تھے۔ سب کی حالت بدستور تھی صرف ان دونوں بھائیوں کے دلوں میں سکھ اور شانتی کا نام ونشان نہ تھا۔

آہستہ آہستہ وہ گاؤں کو چھوڑ کر میدان میں آپہونچے اور میدان کو طے کر کے ندی کے کنارے پہنچے۔ اسوقت افق کی پہلی شعاع جلوہ ریز ہوئی تھی چاند کی روشنی مدہم پڑ گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اُفق سرخ آنچل میں منہ چھپا کر آفتاب کے خوف سے آہستہ آہستہ اُسی میں غرق ہونا جاتا تھا اور اوپر نیلگوں آسمان میں صبح کا تارا زمین کیطرف نیم باز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

حسرت بھرے دل سے جنبش چند رنے پانچکوڑی سے کہا: ۔اب تو لوٹ جا صبح ہونیوالی ہے میں جاتا ہوں۔ جو کچھ پاؤنگا ہر مہینہ بھیجتا رہونگا۔

درد بھری آواز میں پانچکوڑی نے کہا: میرے پاس یہ میں اس دنیا میں رہنے کے قابل نہیں رہا۔ جس کے لیئے رہنا تھا وہ بھی نہیں رہا۔ پاگل کے لیئے جو بند ھن تھا۔ وہ پنچیش بھی مجھے چھوڑ کر وہ چلا گیا پنچیش کے بغیر میں گھر میں نہیں رہ سکتا۔ دادا! مجھ سے کچھ نہ کہو تم گھر کے مالک ہو جو مناسب ہو کرو میں جلدی ہی گھر سے چلا جاؤنگا۔

پانچکوڑی کی اس تقریر سے جنبش کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ گلا بھرایا بھرائی ہوئی آواز سے بولے: پانچکوڑی بھائی! اتنے دنوں کیا میرا دل موہ جال میں یونہی پھنسا ہوا تھا۔ میری آنکھوں پر مایا کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ اسوقت میں نے نہیں سمجھا۔ کہ انسان کی کمزور طاقتوں کے پیچھے قدرت کی زبردست

طاقتیں اٹھکیلیاں کر رہی ہیں۔ اور انسان کے تمام افعال و اعمال قدرت کی زبردست خیر اندیش طاقتوں کے انگلی ہلانے سے ہی عمل پذیر ہیں۔ سیدھے سادے الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ اپنی طرف سے انسان جو کوشش کرتا ہے اور منصوبے باندھتا ہے وہ سب فضول ہیں انسان کی محدود عقل کہاں تک جا سکتی ہے؟ بدھاتا نے میرے جنبش کو مجھ سے چھین کر میری چشم بصیرت وا کر دی ہے مجھے بتا دیا ہے کہ میں اس دنیا میں اپنی طاقتوں پر کیوں پھولا نہیں سماتا ہوں خود غرضی سے اندھا ہو کر اپنی اس چند روزہ زندگی میں تمام قابل محبت چیزوں کو اپنی محبت سے کیوں محروم کر رہا ہوں؟ اس عالم فانی کی ہر چیز آنی جانی ہے یہ میں کیوں بھول گیا ہوں۔ مجھے اپنے فرائض کے ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے اُن کی فراموشی سے رنج اور مصیبت میں لازمی طور پر پھنسنا ہوگا۔

نہیں بھائی! تم کہیں مت جاؤ۔ میں نے تمہارے ساتھ بے رحمی کا برتاؤ کیا تمہیں جنبش تک کو گود میں لینے کی اجازت نہیں دی۔ جب یہ اطلاع مجھے ملی کہ جنبش کو تمہاری گود میں نہیں دیا جاتا۔ تب بھی میں نے اُس کا کچھ علاج نہیں کیا بلکہ اوروں کی ہاں میں ہاں ملا کر تمہارے اوپر اس ظلم کو تقویت دی۔ میرا یہ قصور معاف کرو گے

یہ کہتے کہتے جنبش چند رکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آخر میں وہ زار زار رونے لگے۔ پانچکوڑی کا دل بھی بھر آیا۔ اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکا دادا معافی کیسی؟ جنبش نے برادرانہ محبت کے جوش سے بیقرار ہو کر پانچکوڑی کو سینہ سے لگا لیا۔ اور بزرگانہ شفقت سے اُس کے سر کو بوسہ دیا۔ یہ ایک عجیب و غریب نظارہ تھا۔ وسیع۔ لا محدود نیلگوں آسمان کے نیچے یہ پاکیزہ نظارہ اپنی نظیر آپ ہی تھا۔ یہ نظارہ خالص برادرانہ محبت کا ایک

بیحد دلفریب اور لاثانی مُرقّع تھا۔
اس کے بعد دونوں بھائی اپنی پُر اشک آنکھوں کو پونچھتے ہوئے دو مختلف اطراف میں چلے گئے۔

چھٹا باب

ابھی طلوعِ آفتاب میں دیر تھی۔ کہ پانچکوڑی واپس آیا۔ تمام گھر جیسے بغیر شچیش کے کاٹے کا رہا تھا گھر کے بغیچہ کے پھول پتے سب شچیش کی عدم موجودگی سے خشک ہو رہے تھے۔ اور اُن کی سبزی سیاہی سے مُبدّل ہو گئی تھی۔
پانچکوڑی گھر پہنچ کر سب سے پہلے منجھلی بہو کے پاس گیا وہ اُس وقت پڑی ہوئی تھی۔ درد بھری آواز سے پکار کر کہنے لگا۔ بہوا اُٹھو۔ رونے دھونے سے اب کوئی فائدہ نہیں جان دینے سے بھی وہ گم شدہ گراں بہا جواہر نہیں مل سکتا۔ اگر مل سکتا۔ تو پانچکوڑی اپنا ناکارہ اور بے مصرف جسم کبھی کا اُسکے حوالہ کر دیتا۔
منجھلی بہو اُٹھ کر بیٹھ گئیں۔ اور چلا چلا کر روتے ہوئے بولیں۔ وہ جو تمہارے پاس شوق سے دوڑ دوڑ کر جاتا تھا اور میں نصیبوں جلی اُسے تمہاری گود میں جانے سے منع کرتی تھی۔ ہائے! اسی وجہ سے وہ ناراض ہو کر ہماری آنکھوں سے اوٹ ہو گیا۔ آہ شچیش! بیٹا شچیش! اتو کہاں چلا گیا۔ آ بیٹے! ایک بار پھر اپنی پیاری پیاری صورت دکھا جا۔ دیکھ تیرا چھوٹا چا چا تیرے گھر آیا ہے۔ آ بیٹے! میں تجھے چاچا کی گود میں جانے سے نہیں روکوں گی۔
کسی نے بھی اُسکی بات کا جواب نہیں دیا۔ صرف پانچکوڑی کی آنکھوں میں

آنسو بھر آئے اور وہ زار و قطار رونے لگا۔ اپنی دھوتی کے کنارے سے وہ آنسو پونچھنے لگا۔

رام سیوک کی ماں جلدی سے وہاں آگئیں۔ اور پانچکوڑی سے بولیں۔ اجی تم انہیں اُن باتوں کی یاد دلاکر اور نہ رولاؤ۔ جس میں غم غلط ہو۔ ایسی باتیں کرو۔ ورنہ گھل گھل کر کانٹا ہو جائینگی۔

راما راما۔ آ تو اپنی بُوا کے پاس آ۔ تجھے دیکھکر کلیجہ ٹھنڈا ہوگا (پانچکوڑی سے) جاؤ جی تم اُس وقت باہر جاؤ۔ پانچکوڑی چلا گیا۔

اُسی دن یہ طے پایا۔ کہ رام سیوک اور اُن کی ماں اِس گھر میں ہمیشہ رہینگی اور رام سیوک اپنی بُوا کے ساتھ گود بیٹے ہوئے لڑکے کی طرح رہینگے۔

اِس تجویز سے پانچکوڑی مطمئن نہ ہُوا۔ اُس کی ماں اور دیگر لوگوں کو بھی یہ بات پسند نہ آئی مگر منجھلی بہو کی بات میں کسی کو دخل دینے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اِس واقعہ کے پندرہ دن بعد پانچکوڑی کے پاس دنیش چندر کا خط آیا اُنہوں نے لکھا تھا۔

بہت دنوں سے تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔ میں نے سُنا ہے۔ دادا کا لڑکا مر گیا ہے۔ بڑا دُکھ ہُوا۔ مگر قدرت کے کاروبار میں کون دست انداز ہو سکتا ہے میں خرچ نہیں بھیج سکتا۔ اِس کی کئی وجوہات ہیں میں نوکری چھوڑ کر کلکتہ آگیا ہوں۔ یہاں ایک بڑا دوا خانہ کھولا ہے۔ مگر اکیلا تمام کاروبار نہیں انجام دے سکتا۔ گھر پر تمہیں بھی کوئی خاص کام نہیں۔ خط پاتے ہی یہاں آجاؤ تمہارے آجانے سے کام کاج میں ہر طرح سے سہولیت رہیگی۔ دوسروں کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ تم پر تمام بار چھوڑ کر میں بے فکر ہو جاؤنگا۔ گھر کا حال لکھنا۔

پانچکوڑی نے خط پڑھ کر سب کو سُنایا۔ منجھلی بہو نے بڑا بھلا کوئی جواب

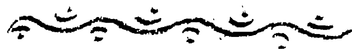
نہیں دیا۔ اسوقت وہ کسی جھگڑے میں نہیں تھیں۔ دوسرے لوگ بھی اُنہیں جھگڑے میں شامل کرنا نہیں چاہتے تھے

گو پانچکوڑی کی ماں بھی شچیش کے غم میں پڑی رہتی تھیں۔ تاہم اُنہیں گرستی کے تمام کاروبار دیکھنے ہی پڑتے تھے۔ اتنے دُکھ و رنج میں بھی اگر گھر کی حالت سدھر جائے تو غنیمت ہے وہ اسی فکر میں رہتی تھیں۔ وہ بولیں۔ لڑکے کے سر سے اگر اب بھی بھوت اُتر جائے تو اچھا ہے۔ تو جا مظفر پور چھوڑ دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اب بھلا ہی ہوگا

چھوٹی بہو نے کتنے ہی دیوی اور دیوتاؤں کی منتیں مانیں۔ ماں کالی کے قدموں میں چھاتی کا خون چڑھانے کی منّت مانی۔ دل ہی دل میں کہتی تھیں ماتا! ان کے خیالات تبدیل کر دو۔ ہے ہری! انہیں راستہ پہ لاؤ تمہارا سوا پانچ آنہ کا پرشاد چڑھاؤں گی۔ یا باست نارائن ایک مرتبہ بھاگنی پہ دیا کرو۔ تمہارا سوا روپے کا پرشاد چڑھاؤں گی۔"

نہیں معلوم اِس سادہ لوح کی چھاتی کا خون سوا پانچ آنے اور سوا پانچ روپے کے پرشاد کی لالچ کر کے بھگوان نے اُس پر نظر کی یا نہیں مگر سب کی رائے سے پانچکوڑی کا جانا ٹھیک ہو گیا۔ پانچکوڑی بھی بغیر شچیش کے گھر کو چھوڑ کر شانتی کے لالچ سے اُسی رات کو کلکتہ چلا گیا۔

پانچکوڑی کی روانگی کے وقت چھوٹی بہو کی بہت خواہش ہوئی۔ کہ وہ کہلا بھیجے۔ ایک مرتبہ صرف ایک دن کے لیئے آکر گھر سے ہو جائیں تو۔ مگر شرم سے کچھ نہ کہہ سکی۔ دل کی بات دل ہی میں رہ گئی۔



ساتواں باب

اب کچھ جنیش چندر کے حالات پر روشنی ڈالنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے رام پور کا بازار اُن کی سسرال سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر تھا۔ چھ روپے ماہوار کے لیئے وہ صبح ساڑھے نو بجے وہاں جاتے تھے۔ اور رات کو آٹھ بجے کے قریب وہاں سے واپس آتے تھے۔ مُنہ اندھیرے اُٹھکر وہ اپنے سالے کی زمین اور کھیتی باڑی کا انتظام کرتے تھے۔ کھیت کھیت گھوم کر اور اپنا کام ختم کرکے کسی طرح گھر آکر بُرا بھلا تازہ یا باسی کھانا کھاکر جسطرح ہوسکتا تھا۔ وہ رام پور چلے جاتے تھے۔ کسی کسی دن وہ صرف ناشتہ کرکے ہی روانہ ہو جاتے تھے۔

اِس دن رام پور میں بازار کا دن تھا۔ ہفتہ میں دو دِن اِس گاؤں میں بازار لگتا تھا بازار کے دن سبزی ترکاری مچھلی۔ دال چاول الغرض کھانے پینے کی تمام چیزیں ملتی جلتی تھیں گاؤں کے لوگ کئی دنوں کے لیئے مچھلی اور ترکاری وغیرہ لے کر رکھ لیتے تھے روز بازار نہیں لگتا تھا۔

رات کے تقریباً نو بجے ہونگے۔ اندھیری اور خوفناک رات تھی۔ اور کرشن پکش آسمان بادلوں سے گھرا ہُوا تھا ٹپ ٹپ بوندیں پڑ رہی تھیں۔ اِسی وقت کندھے پر ایک کدّو رکھے ہاتھ میں ایک مچھلی لیئے۔ اور بغل میں کتنے ہی کھانے پینے کی چیزوں کی پوٹلی دبائے تکان سے چور جنیش چندر رام پور کے بازار سے سسرال میں آئے ہیں۔ چرن اسوقت گھر میں بیٹھے ہوئے ماں اور بہن کے ساتھ خوش گپیاں اُڑا رہے تھے جنیش چندر ننگے پاؤں تھے۔ دونوں پاؤں کیچڑ سے لت پت ہو رہے تھے۔ تمام

بدن پانی سے تر بتر تھا۔ اُن کی وہ ہیئت کذائی اگر آج اُن کی ماں یا بھائی دیکھتے تو یقیناً آنسو آنکھیں پھاڑ کر نکل آتے۔ مگر ہری چرن ہنسنے لگے۔ ستیش کی ساس بھی ہنسی طعن آمیز لہجہ میں بولیں "آؤ۔ کماؤ پوت تمہیں رتی بھر عقل نہیں!

ستیش کی بیوی بھوں چڑھا کر الگ ہو بیٹھیں۔ بیچارے کا بوجھ کسی نے نہیں اتارا دل ہی دل میں وہ بہت دکھی ہوئے۔ آہستہ آہستہ بوجھ اُتار کر درد بھری آواز سے بولے ماتا درگا! تمہارے دل میں ابھی اور کیا ہے؟

ہری چرن نے ہنستے ہوئے پوچھا:۔ کیوں جی! کیا ہوا؟ آہستہ آہستہ کیا کہتے ہو؟"

ستیش چندر نے مایوسانہ لہجہ میں کہا:۔ جب اپنی حالت خراب ہے۔ تو سہائے کرموں کے پھل کے اور کیا کہوں؟

ہری:۔ تم بڑے بوڑم ہو۔ اتنی رات کیوں کر دی؟ اور پیر میں کیا ہوا ہے؟"

ستیش:۔ اندھیرے میں ٹھوکر لگ گئی۔ انگوٹھا چھل گیا"

ہری چرن:۔ "اوہو! خفا ہو گئے بابا"

ستیش:۔ ٹھہرو ذرا دم لے لوں گا

ہری چرن:۔ کیا کیا لائے ہو"

ستیش:۔ مچھلی۔ آلو۔ اور پھل وغیرہ سب کچھ لایا ہوں"

ہری چرن:۔ اور ہماری چیز؟"

ہماری چیز سے مطلب افیون سے تھا۔ وہ افیون کھاتے تھے۔

ستیش:۔ لائے ہیں مگر تھوڑی سی

ہری چرن:۔ کتنی

ستیش:۔ چار آنے بھر!

ہری چرن - اتنی کم کیوں ؟
ستیش :- پیسے پاس نہیں ہے - اس مہینے کے روپے پیشگی لے کر دے دیئے ہیں
آج جو کچھ پایا اُدھار میں یہ سامان خرید لایا
ہری چرن :- تم میں یہی بڑا عیب ہے - کہ سب پہلے ہی سے لیکر کھا جاتے ہو
ستیش :- بھوک بہت زور سے لگی ہے -
ہری چرن :- دھوبی کے گھر سے کپڑے لائے ہو؟
ستیش - ہاں لے آیا ہوں -
ہری چرن - حقہ پیو گے تمباکو لائے ہو؟
ستیش :- لایا ہوں مگر تھوڑی دیر صبر کرو - دم لے لوں - تو بھر دوں
ہری چرن :- تم اسقدر سست الوجود کیوں ہو ؟ کاہل آدمی اچھا نہیں ہوتا
پہلے چلم بھر دو - اس کے بعد ہاتھ پاؤں دھو کر کپڑے اُتار دو گے
ستیش چندر سمجھ گئے ہری چرن کو اسوقت افیون کی خواہش ہو رہی ہے
بغیر چلم بھرے چھٹکارا نہیں حاصل ہوگا - اُسی وقت چلم بھر کر حقہ تازہ کر کے
پہلے دو چار کش خود پی کر ہر چرن کو دیا - اس کے بعد ہاتھ پاؤں دھو کر کپڑے
بدلے گے

ساس جی بولیں - آج ہم سب گھوش مہاشے کے یہاں نیوتے میں گئے تھے
تمہارا ہی نیوتہ نہ تھا - مگر تمہارا جانا تو ہوا نہیں - دیر کو کھانے کیلئے کچھ ہے - ہری
اور ستیش تو کھائینگے نہیں تمہارے اکیلے کے لیئے بننے سے رہا - تم چوڑے چبا لو
کیوں ٹھیک ہے نا؟"
سب ٹھیک ہی ہے ستیش چندر نے کہنے کو کہہ دیا - مگر پیٹ میں چوہے
قلابازیاں کر رہے تھے -

وقت پر دو مُٹھی یا چُولے۔ آدھ پاؤ دودھ اور تھوڑا سا گُڑ ملا ستیش چندر نے چُپ چاپ بیٹھ کر اُسے زہر مار کر۔ کھا پی کر اپنی خوابگاہ میں گئے۔ سنجھلی بھو نے منافت آمیز لہجہ میں کیا خیریت پوچھی۔

نہایت ہی عاجزانہ کر درد انگیز لہجہ میں ستیش چندر نے کہا "نہیں"

نہیں یہ کہکر سنجھلی بہو اُچھل کر پلنگ پر بیٹھ گئیں۔ اور ایک تکیہ کو ٹیک کر بولیں ہم! تم مجھے اُٹھا کیوں نہیں لیتے۔ مجھ جیسی البیلی کو تم بھی نہیں پوچھتے۔ کتنی گئو دھنیا اور جپ تپ میں نے کی تھی۔ ہائے بھگوان! میرے پاپوں کا خاتمہ نہیں!!

ایک سانس میں ایک بات کو ختم کرکے سنجھلی بہو پلنگ پر منہ پھیر کر پڑ رہیں بہت دُکھی اور پریشان خاطر ہو کر ستیش چندر بولے۔ سنو میری بات سنو میرا کوئی قصور نہیں۔ اگر میرے پاس ہوتا تو کیا میں تمہارے لیئے ایک کپڑا نہ لاؤں ایسا کبھی ہو سکتا ہے۔

مگر کیا کروں۔ بہت مصیبت میں ہوں۔ بھگوان نے اگر کبھی میری طرف اپنی نگاہیں پھیریں تو سب دُکھ دور ہو جاویگا۔ ورنہ یہ زندگی تو یونہی گئی"

زیادہ چاپلوسی کی ضرورت نہیں۔ بہت خوشامد ہو چکی۔ میرے نصیب میں آگ لگ گئی ہے۔ میں بہت پچھتا رہی ہوں۔ اسی وجہ سے تم جیسے لوگوں سے چیزیں لانے کو کہتی ہوں۔ یہ کہکر سنجھلی بہو نے منہ ڈھانپ لیا۔

ستیش نے کہا کیا کروں مہینے میں چھ روپے ملتے ہیں اُس میں ہاٹ بازار کا خرچ پھر مجھکو ہی کرنا پڑتا ہے آٹھ مرتبہ مہینے میں بازار لگتا ہے آٹھ روپے سے کم خرچ نہیں ہوتا تمہارے بھائی ایک پیسہ بھی نہیں دیتے!

بستر پر پاؤں ٹپک کر سنجھلی بہو بولیں تم جیسا مفلس و کنگال دُنیا میں کوئی نہیں۔ دادا دو دو آدمیوں کو کھلاتے ہیں۔ اب اور کیا اپنا گوشت نوچ کر دے

دیں - ایک پیسہ کی مچھلی دو بینگن لانے میں اتنا غرہ! اچھی بات ہے - اب نہ لانا نہیں جہاں ٹھکانا ہو چلے جاؤ - میری قسمت میں جو لکھا ہے وہی ہوگا -

بالآخر سنجھلی بہو نے اپنی جلی کٹی باتوں سے سنیش کو بہت غمگین اور پریشان کر دیا - سنیش کو جواب دینے کی بھی ہمت نہ ہوئی یہاں تک کہ سنجھلی بہو نے انہیں بستر پہ بھی لیٹنے نہ دیا - سنیش پلنگ پر جگہ نہ پاکر زمین پر بیٹھ کر ایک نئی کتاب کا اشتہار پڑھنے لگے -

اس کے بعد جب سنجھلی بہو سو گئیں - تو ایک کونے پڑ کر سنیش نے بھی کسی طرح رات کاٹ دی ۔

آٹھواں باب

علی الصباح اٹھکر ہری چرن نے سنیش سے کہا - کھیت میں مزدور جاتے ہیں کچھ مزدوروں کو دکن کے کھیت میں اور کچھ کو ہزار بلے والے کھیت میں لگا کر بعد میں تم اپنے کام پر چلے جانا -

سنیش چندر کچھ ہچکچا کر بولے - ان دونوں کھیتوں میں کام بتاتے بتاتے دوپہر ہو جائینگے پھر کام پر کب جاؤنگا ہ کئی دنوں سے دیر کو جاتا ہوں - اسوجہ سے کل وہ بکتے جھکتے تھے -

ہری چرن :- تو اس کے لیئے میں کیا کروں ؟ یہ کام بھی تو دیکھنا - چھ روپے ماہوار میں دونوں آدمیوں کا کھانا پینا کیسے کر چلے گا ؟

سنیش چندر نے اور کوئی بات نہیں کہی کندھے پر چادر ڈال کر گھر سے باہر چلد یئے -

دس بجے کے قریب تھکے ماندے ۔ پسینہ میں لت پت اداس منہ لئے جب ستیش چندر واپس آئے ۔ اُس وقت دیکھا ۔ کہ گھر میں ایک ہلچل مچی ہوئی ہے ہری چرن کے بڑے بہنوئی آئے ہوئے ہیں

انکا نام رائے چرن دے تھا ۔ وہ ڈھاکے میں مناسب جلیلہ پر ممتاز تھے ۔ زیادہ چوری وغیرہ ہونے سے اُنہیں خوب آمدنی ہوئی تھی ۔ اس کے علاوہ بہت کچھ کمائی تھی اُن کی عمر قریباً پچاس سال کی تھی ۔ مگر دیکھنے میں بہت بڈھے لگتے تھے ۔ تھوڑے دنوں تک گاؤں کے پاٹ شالا میں دو ایک کتابیں پڑھی تھیں لکھنا پڑھنا چاہئے جیسا ہو ۔ مگر اُن کی کمائی خوب ہوتی تھی اُن کی بیوی کے جسم پر سونے کے بیش قیمت زیورات تھے ۔ اسی وجہ سے اُن کی عزت بھی زیادہ تھی ۔

بہت سے مرد اور عورتیں اُنہیں گھیرے ہوئے بیٹھی تھیں ۔ وہ ہنس ہنس کر سب سے باتیں کر رہے تھے ہری چرن کی ماں لائق داماد کے کھانے پینے کے انتظام میں ہمہ تن مصروف تھیں ۔

ستیش چندر نے آکر اُنھیں پرنام کیا ۔ رائے چرن خط و کتابت کے ذریعہ سے اُن کے واقف تھے ہنسکر بولے ۔ کہو بھائی کیسے ہو؟

ستیش :۔ ایک طرح سے اچھا ہی ہوں ۔

رائے مہاشے :۔ کہاں گئے تھے ؟

ستیش :۔ کھیت ایکھ مزدوروں کو کام بتانے گیا تھا ۔

رائے :۔ یہ تو اچھا ہے ۔ ہری بابو کا ہاتھ بٹانا ہی چاہیئے ۔

ستیش ۔ گھر میں تو سب اچھے ہیں ۔

رائے :۔ جی ہاں !

ستیش نے جلدی جلدی تمباکو لے کر حقہ بھرا خود پی کر رائے چرن کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس کے بعد فوراً نہا دھوکر رسوئی خانہ میں جاکر ساس سے پوچھا: کھانا ہوگیا ہے ناک پھلاکر ساس جی بولیں۔ ایسے میں بھات کیونکر پکے بھائی بابو آگئے ہیں کیا دیکھا نہیں تمہارے جسم پر انسان کا چمڑا نہیں ہے۔

ستیش۔ مجھے بازار جانا ہے۔

ساس۔ تو کیا کروں۔ ایک دن نہ جائیگا تو کیا ہوگا۔

ستیش۔ آج ایک ضروری کام تھا۔

ساس۔ تو اس کہنے سے کیا ہوگا؟ بھات ہونے میں ابھی دیر ہے۔ پہلے رائے چرن کے لیئے کھانا ہوجائے گا تب تمہارے لیئے پکیگا

ستیش:۔ ابھی تو بہت دیر ہے تو آج جانا نہیں ہوگا۔ ناشتہ کے لیئے کچھ ہے

ساس:۔ نہیں جلدی میں کچھ نہیں بن سکا۔ ذرا سا گڑ لے لو۔ اور پانی پی لو

ستیش چندر نے گڑ کھاکر پانی پیا۔ اس کے بعد دیوی مندر میں چلے گئے اس دن کام پر نہیں جاسکے۔ اس لیئے ان کا دل غمگین تھا۔ کیونکہ ان کو نہیں معلوم تھا۔ کہ آج کئی ضروری کام ہیں۔ مالک نے جلدی آنے کے لیئے کہا تھا مگر جائیں کیونکر کل اسیوقت کھانا کھایا تھا۔ شام کو ضرور چڑوے چباکر ہی رہنا پڑا تھا۔ اسوقت بھوک کیوجہ سے وہ بیتاب ہو رہے تھے اور جسم کانپ رہا تھا۔

رائے چرن نے نہا دھوکر ناشتہ کیا۔ بعد میں کچوڑے یا رس گلے کھالیے۔ پان کھاتے کھاتے وہ دیوی مندر میں پہونچے ہری چرن بھی نہا دھوکر ناشتہ کرکے وہیں آگئے۔ محلہ کے شیاما چرن ہری داس اور یگل کشار بھی آکر بیٹھے۔ سب کی رائے سے حقہ بھرنے کا کام ستیش چندر کے ہی سپرد ہوا بیچارے بھر لائے۔ اس کے بعد تاش کا کھیل شروع ہوا۔

گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد رائے چرن اور ہری چرن کھانا کھانے کے لیئے بلائے گئے۔ ستیش چندر نے پوچھا۔ میں بھی چلوں؟

جواب ملا:۔ نہیں تمہارے بیلئے ابھی نہیں بنا۔

ستیش چندر نے غصہ میں بھر کر اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ رائے چرن اور ہری چرن دونوں گھر کی طرف چلے گئے۔

شیاما چرن نے پوچھا۔ ستیش چندر تم کب کھانا کھاؤ گے۔

ستیش:۔ جب ملے گا۔

بمل:۔ مجھے نہیں معلوم۔ داماد آیا ہے۔ اس کے لیئے عمدہ عمدہ چیزیں بنی ہیں۔ ہری چرن بھی انہیں کے ساتھ کھا لینگے۔ اور یہ گھر کے نوکر ہیں۔ کہ نہیں۔ ان کے لیئے ابھی تک موٹا چاول نہیں ہوا۔

ستیش بابو بُرا نہ مانئے گا۔ آپ تو پڑھے لکھے۔ ذی فہم شخص ہیں عالی نسب ہیں پھر آپ یہاں کیوں پڑے ہیں؟ جب آپ کے گھر بار موجود ہے۔ تو وہاں کیوں نہیں رہتے؟ اگر بھائیوں سے نہیں بنتی۔ تو الگ رہیئے۔ مگر یہاں پڑے پڑے [illegible] اس طرح ذلت و نیست کی زندگی بسر کرنا اچھا نہیں سسرال کی غلامی کیا [illegible] اچھی ہوتی ہے۔

[illegible] کا کوئی جواب نہیں دیا۔

[illegible] بعد رائے چرن اور ہری چرن دونوں کھانا کھا کر واپس آئے [illegible] ستیش سے کہا۔ جاؤ تم بھی کھانا کھاؤ۔ حقہ پیتے جاؤ۔ پھر کر کھانا [illegible] بنا۔ پھر کھانا کھانے جانا۔

نہایت ہی غمزدہ دل سے حقہ لے کر ستیش چندر گھر گئے اور حکم بجا لا کر کھانا کھانے بیٹھے ان کے لیئے موٹے چاول اُبال دیئے گئے تھے بڑی دقتوں سے

خود اپنے پاس سے پیسہ دیکر کل جو مچھلی لائے تھے اس میں سے ایک ٹکڑا بھی ستیش چندر کو نہ ملا۔ ساس مہارانی نے یہ کہکر سمجھا دیا لڑکے چرن بہت دنوں بعد آئے ہیں۔ جو مچھلی کل لائے تھے وہ آج کام میں آگئی۔ ہری بھی ساتھ ہی کھانے بیٹھ گیا تھا۔ اُسے بھی دینی پڑی۔ دو تین ٹکڑے باقی رہ گئے ہیں پرشنتو ابھی بیماری سے اُٹھی ہے اُسکے لیئے رکھی ہے۔ اور جو کچھ سبزی ترکاریاں ہیں وہ شام کے لیئے رکھی رہینگی۔ کیونکہ شام کو ترکاری کہاں سے آئے گی۔ یہاں ملتی نہیں۔"

ان باتوں پر ستیش چندر کو کسی قسم کی مخالفت یا مباحثہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اس لیئے انہوں نے موٹے چاول دال اور چاچی سے اپنا پیٹ بھر لیا۔ گھی انہیں پہلے بھی نہیں ملتا تھا۔ آج بھی نہیں ملا۔

نواں باب

رات کو کھانا وغیرہ سے فارغ ہو کر ستیش چندر کو بستر پر لیٹے۔ لیٹے کتنی ہی دیر ہوگئی۔ مگر اُن کی بیوی نہیں آئی۔ ابتک کیوں نہیں آئی رسوئیں خانہ کا چراغ بجھا ہوا تھا۔ سب اپنا اپنا کام کر کے چلے گئے تھے ستیش چندر بھی باہر چلے گئے۔ اُن کی خوابگاہ کے پاس والے کمرے سے کسی عورت کے گانے کی آواز آ رہی تھی وہ آواز اُن کی جانی پہچانی ہوئی تھی۔ اُن کی بیوی کی آواز تھی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ جھانک کر دیکھا۔ لڑکے چرن بستر پر پڑے ہوئے تھے اُن کی آنکھیں جھپک رہی تھیں پاس ہی منجھلی بہو بیٹھی ہوئی محبت کے رس میں ڈوبا ہوا گانا گا رہی تھی۔ انہیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوا۔ مگر اتنا حوصلہ نہ ہوا۔ کہ وہ بیوی کو بلائیں۔ شاید وہ دیر تک گاتی رہے۔ اسی وجہ سے وہ

وہاں سے ہٹ بھی نہ سکے۔ چُپ چاپ کھڑے ہوئے دیکھتے اور سنتے رہے۔
عین اُسوقت ناگہاں اُن کی ساس جی بھی وہاں پہنچ گئیں۔ ستیش کو اُس
جگہ کھڑے ہوئے جھانکتے دیکھ کر ایک مرتبہ نیل کے بیگن کی طرح جل اُٹھیں
سنجیدہ آواز سے غضبناک لہجہ میں بولیں۔ ذرا سنو تو جی!"
ستیش نے گھوم کر دیکھا۔ انکی ساس اُنہیں بلا رہی ہے۔ وہ اُنہیں کے
کمرے میں چلے گئے ساس جی اماوس کی کالی رات کی طرح اپنا منہ بنا کر بولیں
وہاں کھڑے ہوئے کیا دیکھتے تھے؟"
ستیش: وہ کچھ نہیں باہر جا رہا تھا۔ ذرا اُدھر بھی نظر چلی گئی۔
ساس: "بھلا اس طرح بھی کوئی دیکھتا ہے۔ بہنوئی کے ساتھ سالی کیا
کرتی ہے۔ یہ اوٹ میں ٹھہر کر کون دیکھتا ہے؟"
ستیش: "نہیں ماں! میں تو دیکھتا ہوں۔ شریف گھرانے کی بہو بیٹیاں بڑے
بہنوئی کو بڑے بھائی کی طرح اور چھوٹے کو چھوٹے بھائی کیطرح مانتی ہیں
میری آنکھوں کے لیے یہ نیا نظارہ ہے۔"
یکایک خاموش ناگن جس طرح پتھر مارنے سے چونک کر زور سے پھنکارتی
ہے اسی طرح ستیش کی ساس گرج کر بولی: "ہم سب بازاری رنڈیاں ہیں
اسی لیے ایسا کرتی ہیں تمہاری ماں نہیں سکتی اور ہم لوگ اسنتی۔"
خوفناک اور کالی ناگن کو دیکھکر جس طرح انسان خائف ہو جاتا ہے اُسی
طرح ستیش ڈر کر درد بھری آواز سے بولے: "ماں! مجھے معاف کرو۔
میں نے تو کچھ کہا بھی نہیں اور نہ کوئی بُرا کام کام کیا صرف ایک مرتبہ اُدھر دیکھا
ہی تھا۔"
اس پر بھی ساس کا غصہ فرو نہ ہوا۔ وہ بولیں: "تم نے کیوں دیکھا۔ ایسا بدنفس

دل تمہارے جیسے جاہلوں کا ہی ہوتا ہے۔ اچھا اگر وہ اسوقت اپنے بہنوئی کے ہاتھ پاؤں دباتے ہوتی تو سنیتش کا دِل دھڑکنے لگا۔ مگر کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہُوا۔ ساس مہارانی ان کے خاندانی تعلیم اور کم ظرفی پر مدلل تقریر کرتے کرتے گھر چلی گئیں۔

معلوم ہوتا ہے۔ اُنہوں نے جا کر یہ تمام باتیں اپنی لڑکی کے گوش گذار کر دیں اور اُسے اپنی خوابگاہ میں سونے کا حکم دیا۔ یا اساڑھ مہینہ کی کالی گھٹا کیطرح اپنے مُنہ پر کالی لٹیں جھٹکا کر سنجھلی بہو اپنی خوابگاہ میں آئیں اور بیساکھ کی بارش کیطرح تھوڑی دیر تک برس گرج کر سنیتش سے پوچھا۔ "کیا ہُوا ہے"

سنیتش چند رمسکرائے۔ اُن کی مسکراہٹ روکھا پن لیئے ہوئے تھی۔ بولے کچھ نہیں۔ سنجھلی بہو بھویں چڑھا کر بولیں "تم کیا دیکھنے گئے تھے؟

سنیتش:۔ اپنی شرادھا!

سنجھلی بہو:۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو سب جھگڑے ہی ختم ہو گئے ہوتے۔

سنیتش:۔ میں بھی ایشور سے رات دِن یہی درخواست کیا کرتا ہوں مگر بدقسمتی سے میری یہ درخواست منظور نہیں ہوتی۔

سنجھلی بہو:۔ باتیں بناتے میں تو بڑے شیر مرد ہو۔ ہر طرح سے جلاتے رہتے ہو ہر بات میں آگ برساتے ہو۔ تم جیسا جس عورت کو شوہر ملے۔ اُس جیسی بدنصیب عورت دنیا میں کوئی نہیں۔"

سنیتش:۔ یہ بات جھوٹ نہیں ہے۔ آخر میں نے کیا کیا؟ اتنا غصہ کس لیئے؟

سنجھلی بہو:۔ وہ کھانے پینے کو دینے والا کوئی نہیں۔ ناک کاٹنے والے گوسائیں اپنے خفیفی بہنوئی کے پاس بیٹھکر باتیں کرنے میں تمانک جھانک ہوتی ہے

اڑ میں گھٹنوں کھڑے بھی رہے - اور اُس پہ ماں کو جو منھ میں بُرا بھلا آیا - کہہ سُنایا کیوں ؟ اتنی گرمی کیوں ؟ رہینگے - تو غلام بن کر اور دماغ ہوگا آسمان پہ !

سنتیش :- میں نے کسی قسم کی گرمی کا اظہار نہیں کیا صرف غلام ہی کیوں ؟ غلام تو غلام ہے بھگوان نے جب اِس حالت میں رکھا ہے - تو رہنا ہی پڑیگا - اپنے کرم کا پھل بھوگنا پڑے گا -

سنجھلی بہو :- جو جیسا شخص ہو - اُسے اِسی حالت میں رہنا مناسب ہے اپنے کرموں کا پھل آپ نہیں بھوگو گے - تو کیا تمہارے لیئے کوئی دوسرا آئیگا ؟

سنتیش :- یہ تو ٹھیک ہی ہے - اب رات زیادہ آگئی ہے - سونا ہوگا یا نہیں ؟

سنجھلی بہو :- میں نہ سوؤنگی !

سنتیش :- تو جاؤ بھوئی صاحب کو دو چار گالیاں اور سُنا آؤ !

غصہ میں بھری ہوئی شیرنی کے سر پہ پتھر مارنے سے جسطرح وہ اُچھل کر کھڑی ہو جاتی ہے - اِسی طرح سنجھلی بہو بھی کھڑی ہو گئیں - اور گرج کر بولیں تو کیا میں گالیاں دیتی پھرتی ہوں - میں کیا . . . . . "

سنتیش چِلا کر گھبرا اُٹھے - جلدی سے سنجھلی بہو کا ہاتھ پکڑ کر بولے - چِلاؤ نہیں اینٹوں کے لیئے آہستہ آہستہ بولو - میں نے تو تمہیں کچھ کہا نہیں - کہا بھی ہو تو معاف کرو - اگر تمہاری ماں سُن لے گی - تو آکر سینکڑوں گالیاں سنائینگی -

سنجھلی بہو :- تو یہاں رہتے کیوں ہو میں مری ! میری ماں بُری ! میرا بھائی بُرا ! میرا گھر بھی بُرا ہے - تو ان بُروں میں کیوں رہتے ہو - اچھوں میں کیوں نہیں چلے جاتے ؟

سنتیش نے اِس بات کا کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ سنجھلی بہو کی آواز تو ساتویں آسمان تک پہنچنی چاہتی تھی - اگر کہیں ساس آگئی تو مہابھارت مچا دیں گی - اسوجہ سے بیچارے خاموش ہو رہے سنجھلی بہو تھوڑی دیر تک جھک کر سو رہیں تھا

دسواں باب

دوسرے دن کھیت سے لوٹ کر جلدی جلدی نہا کر ستیش چندر جس وقت کھانا کھانے گئے اس وقت ساس جی اُن کے سامنے بھات کی تھالی رکھ کر بولیں۔ داماد گھر میں ہے۔ اتنے سویرے بھات نہیں بن سکیگا۔ اسی وجہ سے کل رات کو ہی بنا کر رکھدیا تھا۔

مسرت آمیز لہجہ میں ستیش چندر بولے :۔ اچھا کیا۔ کل کھانا نہ ملنے سے کام پر نہیں جا سکا۔ "کھانا نہ ہونے سے کام پر نہیں جا سکے" اتنی بڑی بات ساس جی کو ناقابل برداشت ہوئی غصہ میں بھر کر بولیں۔ سنو جی! تمہاری باتیں گنواروں کی سی ہوتی ہیں۔ اسی لئے تم سے تمہاری ماں۔ اور بھائیوں سے نہیں بنتی۔ کب تمہیں کھانا نہیں ملا اب یہ کلنک کا ٹیکا لگاؤ گے لوگ سنینگے تو کیا کہیں گے کہ میرے ہر کے یہاں کھانا بھی نہیں۔

ستیش چندر نے عاجزانہ انداز سے کہا۔ نہیں نہیں۔ میں نے تو یہ نہیں کہا۔ کل داماد آئے تھے۔ اس لئے جلدی نہیں بن سکا تھا۔

ساس :۔ یہ دیکھو تمہاری بات نا پسند ہوتی ہے۔ رات آئے ہیں۔ اسی وجہ سے نہیں کھانا نہیں ملا۔ ہاتھ کی پانچوں انگلیاں برابر ہوتی ہیں۔ کسی کو کاٹو۔ دُکھ یکساں ہی ہوگا۔ ہائے رام لوگ سنینگے تو کیا کہیں گے۔ کھانا کپڑا دیکر پالا پوسا۔ اُس پہ یہ کلنک اسی سے کہتے ہیں کہ دودھ پلا کر سانپ پالنا!

جو بات کہی جاتی ہے۔ وہی اُلٹی پڑتی ہے۔ یہ دیکھکر ستیش چندر خاموش رہ گئے اور کھا پی کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ سنجھلی بہو اپنے کمرے میں موجود

تھیں کل رات سے انہوں نے ستیش چندر سے بول چال بند کردی تھی ستیش چندر نے ایک پان مانگا۔ بچھلی بہو نے سُنی ان سُنی کردی اور باہر چلی گئیں ۔

ادھر وقت ہوگیا تھا۔ اس لئے پان کا سلسلہ چھوڑ کر ستیش چندر ایک پھٹا کُرتا پہنکر اور میلی چادر کندھے پر ڈالکر اپنے کام پر چلدیئے۔ راستے میں چھوٹے سالے رادھا چرن سے ملاقات ہوئی۔ بہت دنوں کے بعد وہ گھر آرہے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی خیر وعافیت دریافت کی۔ اور اپنے اپنے راستے پر چلے گئے۔

ستیش چندر آرٹ پر پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی اُن کے مالک نے ڈانٹ ڈپٹ شروع کی۔ بالآخر انہوں نے صاف صاف کہدیا۔ کہ کل چالان کی مال گاڑیاں سٹیشن پر گئیں تھیں۔ تمہیں اُنکے ساتھ جانے کو کہا تھا۔ مگر کل تم آئے نہیں۔ تمہارے جیسے سست الوجود شخص سے ہمارا کام نہیں چلیگا۔ آج تم اپنا حساب کرلو کل سے نہ آنا۔

ستیش چندر چپ چاپ سر جھکا کر کام کرنے لگے۔ گویا یہ باتیں کسی دوسرے سے کہی جارہی تھیں۔ اور اُن سے کوئی مطلب ہی نہیں۔

وہ چار بار یک جھک کر مالک صاحب خاموش ہو رہے۔ مگر بطور ضمیمہ خاتمہ تقریر یہ اسقدر کہدیا کہ اگر پھر کبھی ایسا ہوگا۔ تو گردن میں ہاتھ دے کر ہم دوکان سے باہر نکالدینگے۔

ستیش چندر نے دل ہی دل میں سوچا جس کے پاس روپیہ نہیں۔ اُسے یہ تمام باتیں برداشت کرنی چاہئیں۔ لیکن اگر اسجگہ اُن کا کوئی ہمدرد اور بہی خواہ ہوتا۔ تو کہدیتا کہ روپے کے لئے دن رات اس طرح بے عزتی برداشت کرنے سے مرنا ہی بہتر ہے۔ ستیش کی بے عزتی کا سبب روپے کی عدم موجودگی نہیں تھی

بلکہ اُن کی عقل کی خرابی تھی۔

وقت مقررہ پر کام ختم کرکے ستیش چندر دوکان سے چلے۔ بازار میں ایک دکاندار کی دکان پر جا کر سستانے لگے۔ دوکاندار نو عمر تھا۔ اور پڑھا لکھا شخص تھا ستیش چندر کے ساتھ اُن کی دوستی ہوگئی تھی۔ اُس دن کلکتہ سے مختلف چیزوں کا چالان آیا تھا اس لیئے ستیش نے غصّہ و بیوی کا غصّہ فرو کرنے کے لیئے ایک شیشی خوشبودار تیل خریدا۔ دوکاندار سے کچھ دیر گپ شپ کرکے ستیش چندر گھر لوٹے۔

گیارھواں باب

بہت دیر ہوئی۔ شام ہو چکی تھی۔ شام کا تارا آسمان میں شمال کیجانب طلوع ہو چکے تھا۔ اور شکل پکش کی چترو شی کا مدہم چاند آسمان کی نیلگوں بساط پر بیٹھا ہُوا کومدی کو روشنی دے رہا تھا۔ ایک گھر میں چراغ جل رہا تھا رادھاچرن وہاں بیٹھے ہوئے مائیکل مدھوسودن کی میگھ نادھ بدھ کاویہ" نامی کتاب کا مطالعہ کررہے تھے۔ پاس ہی ہرچرن اور راۓ چرن ہری چرن کی ماں سیتھلی بہو اور محلہ کے تین چار آدمی بیٹھے ہوئے سُن رہے تھے۔

رادھاچرن کئی اشعار پڑھ کر بولے:۔ معلوم ہوتا ہے۔ تم لوگوں میں اس کا مطلب کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ میں بھی اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا۔ اس لیئے بیفائدہ پڑھنے سے کیا حاصل ؟ مہا بھارت پڑھونگا۔

رادھاچرن کی ماں بولیں۔ ہاں رے! لوگ تو کہتے ہیں۔ تو کچھ دنوں بعد حاکم ہوگا اور تو اُسے سمجھ نہیں سکتا۔

رادھاچرن ہنس پڑا۔ بولا حاکم نہیں لاٹ ہوگا۔ ماں یہ بہت مشکل کتاب ہے

اِس کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔"

ماں:۔ اچھا تو پڑھنا جا۔ رائے چرن سمجھاتے جائیں گے۔"

رادھا چرن:۔ کیوں رے مہاشا! اجی رام رام! وڈے مہاشے کیا سمجھیں گے ان لوگوں میں یہ علم کہاں؟ رائے مہاشے ابھی آئے نہیں وہ ہوتے تو سمجھا دیتے۔"

ماں کو بڑا تعجب ہُوا۔ جو رادھا چرن کی سمجھ میں نہیں آیا جسے اتنے بڑے کماؤ داماد رائے چرن نہیں سمجھ سکتے۔ اُسے سمجھائیں گے۔ کچھ روپے ماہوار کے ملازم رائے مہاشے عرف سنتیش۔

ماں کو اس بات پر یقین نہیں آیا۔ بولی:۔ رائے ہمارے پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ تو بول تو سہی وہ سمجھا دیں گے۔"

رائے چرن سر کھجلاتے ہوئے بولے:۔ مایا دیا کی بات ہے۔ اِس کا کیا سمجھنا اِس کا مطلب یہی ہے۔ کہ انسان کو انسان پر مہربانی رکھنی چاہیئے۔ شاستر بھی یہی کہتا ہے۔"

رادھا چرن ہاہا کر کے ہنس پڑے۔ عین اسی وقت سنتیش چندر رواں آموجود ہُوئے۔ رادھا چرن بول اُٹھا۔ آپ آگئے ہیں؟ وے مہاشے سے نئے بنگھنادبدھ کے ایک شعر کا خوب ترجمہ کیا۔ سُنئے۔ یہ کہہ کر اُس نے پھر وہی شعر پڑھا۔ اور سنتیش سے اُس کا مطلب بیان کرنے کے لیئے اصرار کیا۔ سنتیش نے نہایت قابلیت سے اِس کے مطالب ذہن نشین کرائے۔ مگر ساسُوجی کو اب بھی یقین نہ آیا۔ وہ سمجھیں کہ بڑے جمائی بابو بہت سا روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ تو اتنے روپے کمانے والا شخص کیا کبھی پڑھنے لکھنے میں کچا ہو سکتا ہے۔ انہیں یقین تھا کہ جو کچھ بڑے داماد نے بتایا ہے۔ وہی ٹھیک ہے۔ باقی سب غلط۔ اگر سنتیش لکھنا پڑھنا جانتا۔ تو اُس کی بُری حالت کیوں ہوتی۔ غلاموں کی سی زندگی کس لیئے بسر کرتا۔ رائے چرن عرف رے

پتے کیطرح پھول گئے۔ اسی غرور میں غصہ نے بھی آکر اپنا قبضہ جمالیا۔ مگر غصہ رادھا چرن پر نہ آیا۔ اس کی بوچھاڑ بدنصیب ستیش چندر پر پڑی ستیش جیسے کمزور پر غصہ آتا ہے بیچارے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

رائے چرن بھی غصہ سے بھرے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے ساس نے لڑکی سے کہا: بیٹی جیا جمائی بابو کو پان دے آ۔ جمائی کا مطلب رائے چرن سے تھا اور لڑکی سے مطلب ستیش چندر کی بیوی سے تھا۔ شیو موہنی اٹھیں اور اٹھ کر چلیں گئیں۔ رادھا چرن نے کچھ دیر پڑھ کر کتاب بند کر دی۔ اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔

سنجھلی بہو رائے چرن کے کمرے میں گئیں۔ ستیش چندر نے کپڑے اوتار کر ہاتھ پاؤں دھونے چاہے۔ مگر پانی نہیں تھا۔ کچھ دیر تک سنجھلی بہو کا انتظار کرتے رہے۔ مگر جب وہ نہ آئیں تو خود ہی گھبرائے گئے۔ اور کنوئیں سے پانی لاکر ہاتھ پاؤں دھوئے ازاں بعد خشک منہ اور اور اداس نگاہوں سے سنجھلی بہو کا راستہ دیکھنے لگے۔ مگر بہت دیر گذر گئی وہ نہ آئیں!

اب ستیش چندر کے سر پر پھر وہی بچا نہی کا بھوت سوار ہوا۔ باہر جاکر کمرے کے پاس دبے پاؤں گئے اور دبلی ہوئی مگر جھجکتی آواز میں پکارا:۔ ذرا یہاں آؤ ایک کام ہے!

رائے چرن نے سنجھلی بہو سے کہا۔ جاؤ۔ جاؤ ہم شیر ہیں۔ تمہیں کھا جائینگے تمہارے شوہر ڈرتے ہیں۔ کہ مبادا کہیں کاٹ کھائیں گے

ستیش یہ پُر اسرار گفتگو نہ سمجھ سکے۔ سنجھلی بہو غصہ میں بھری ہوئی بجلی کیطرح چمکتی اور بادل کیطرح گرجتی ہوئی اپنی خوابگاہ میں آئیں۔ ستیش پھر پیچھے پیچھے گئے۔

منجھلی بہو منہ پھلا کر اور بھویں چڑھا کر بولیں :- کیا ہوا ؟ موت آنے لگی تھی کیا بلاتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی ؟"

ستیش :- بلایا اس لیئے کہ بہت دیر سے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔ اتنی دیر آئے ہوئی ایک مرتبہ بھی پاس نہیں آئیں ؟

منجھلی بہو :- چھی چھی ! لوگ دیکھینگے تو کیا کہیں گے ؟"

ستیش :- میرے پاس آنے سے لوگ سب کچھ کہیں گے اور بہنوئی کیساتھ خلوت میں بیٹھنے سے کوئی کچھ نہ کہیگا ؟

جلتے ہوئے گھی میں پانی کا چھینٹا پڑنے سے جس طرح زور سے کڑکڑا اٹھتا ہے منجھلی بہو بھی اسی طرح جل اٹھیں۔ انگارے کیطرح لال لال چہرہ بنا کر غصہ سے کانپتے ہوئے لہجہ میں گرج کر بولیں :" جم ! تم آؤ اور مجھے لے جاؤ۔ ہائے میں کہاں چلی جاؤں۔ بہنوئی کے پاس بیٹھنے سے اتنی بدگمانی !

لڑکی کی یہ گفتگو گرج سنکر ماں غصہ سے کانپتی ہوئی آپہنچی ؛

ماں کو دیکھکر لڑکی چلا اٹھی۔ روتے روتے بولی :" میں گلے میں پھانسی لگا کر مرجاؤنگی۔ دے بھاشتے کے پاس ہے بھگوان ! میں مرجاؤں ! ابھی مرجاؤں اب کیا تھا " اللہ دے اور بندہ لے " والی مثل صادق آئی۔ چلا کر ساس مہارانی بولیں کیوں رے ! ہماری چھاتی پر بیٹھا بیٹھا کھائے گا۔ ہمارے ہی گھر میں رہیگا۔ اور ہماری لڑکی کو اس طرح جلائے گا۔ تیرے لیئے کیا اب ہمارے رشتہ دار نہیں آئینگے۔ یا ہمارے لڑکے بالے گھر میں نہیں رہیں گے ؛

بارہواں باب

اُس دِن تمام مکان میں ایک کہرام سا مچ گیا۔ محلّے کے چند لوگ گھبرا کر وہاں پہنچے۔ ساس جہار لالی کے منہ سے سب نے یہ سُنا کہ شبھو موہنی کو رائے چرن کے کمرے میں صرف ایک مرتبہ جاتے ہوئے دیکھ کر ستیش چندر نے اُسے بہت کچھ بُرا بھلا کہا ہے۔ اور مارنے کے لیئے بھی تیار ہوئے تھے۔ رائے چرن تو ستیش سے پہلے ہی جلے بھُنے بیٹھے تھے۔ اسوقت موقع پا کر بولے "خانہ داماد اور پالو کُتا" یہ دونوں جب کسی دوسرے کو گھر میں آتے ہوئے دیکھتے ہیں تو جل مرتے ہیں۔ اِس لیئے میں یہاں نہیں رہونگا۔ کل صبح ہی چلا جاؤنگا"

ساس جی بولیں:۔ ہے بھگوان اب میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ اسوقت اگر گھونس بوڑھے کھوسٹ کو پاتی۔ تو جھاڑو مار مار کر تمام کسر نکال لیتی۔ اُسی جل موئے نے میری سونے کی پتلی کو ایسے بدنصیب کے ہاتھ میں دیا تھا جسے اور میری بچی کو جلا جلا کر خاک کئے ڈالتا ہے۔

ہری چرن بولے:۔ "سُنو ستیش! اب تم اپنے لیئے کوئی اور گھر دیکھو۔ تمہارا گذر اب یہاں نہ ہوگا"

ستیش چندر ابھی تک خاموش کھڑے تھے۔ ہری چرن کی یہ بات سُنکر بولے "ایسا ہی ہوگا۔ اچھی بات ہے" یہ کہکر ہری چرن چلے گئے رائے چرن بھی بڑبڑاتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئے۔ رفتہ رفتہ تمام لوگ روانہ ہوئے صرف ستیش ہی اُس کمرے میں بیٹھے رہے اُن کی حالت دامِ بلا میں گرفتار جانور کی تھی

اُن کے دل میں اسوقت آگ سی جل رہی تھی۔ کس لیئے ہم نے کیا کہا؟ سنبھلی تھی!

ہیں جو تمہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں کیا یہی اِس کا معاوضہ ہے دل کی اندرونی رگوں سے ایک آہ سرد نکلی وہ بستر پر جاکر پڑ رہے رفتہ رفتہ رات زیادہ گذر گئی۔ رائے چرن اور ہری چرن جب کھانا کھا چکے تو ستیش بلائے گئے۔ اُنھوں نے کہدیا میں اسوقت نہیں کھاؤنگا۔ طبیعت ٹھیک نہیں ساس بولیں۔ بابو بڑا مان گئے ہیں تو مانا کریں یہاں کوئی برداشت کرنے والا نہیں ہے کھانا وغیرہ کھاکر پان چباتے چباتے وقت مقررہ پر سنجھلی بہو خوابگاہ میں آئیں۔ مگر ستیش سے بغیر بولے چالے ہی بستر پر پڑ رہیں ستیش نے بھی کچھ نہیں کہا۔ جب رات بہت گذر گئی اور گھر کے سب لوگ اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے۔ تو سنجھلی بہو کو جگاکر ستیش نے کہا:۔ "اُٹھکر ذرا میری ایک بات سُن لو۔ نہایت لاپرواہی اور غصّہ میں بھری ہوئیں سنجھلی بہو بولیں "آدھی رات کونسی بات کہنی ہے۔ نہ معلوم کب بھگوان تمہارے پنجہ سے مجھے نجات دلائینگے ایک سرد آہ بھرکر ستیش نے کہا۔ آج ہی آج ہی آخری رات ہے آج سے تم آرام سے رہنا سنجھلی بہو! جان سے زیادہ تمہیں پیار کیا۔ تمہارے لئے ماں بھائی بھاوج بھتیجے کے گھر بار بھی چھوڑ دیا۔ گاؤں چھوڑ۔ پرائے دروازے پر پڑ کر غلامی کی۔ بے عزتی گوارا کی۔ گالیاں سُنیں۔ تمہاری محبت کے دام میں پھنس کر کیا کیا نہیں کیا ہے مگر تم نے اُس کا معاوضہ خوب دیا"

غصہ سے لال ہوکے آنکھیں چڑھاکر تمکنت آمیز لہجہ میں سنجھلی بہو نے کہا میرے ہی لئے سب کچھ چھوڑا۔ میں ہی تمہاری دشمن ہوں۔ تو پھر تم میرے ساتھ کیوں رہتے ہو۔ جہاں سُکھ ملے وہاں کیوں نہیں چلے جاتے"

ستیش "وہاں ہے نہیں وہاں اب نہ جاؤنگا۔ دُنیا دیکھی۔ دُنیا کی محبت دیکھی اب جہاں روپیہ ہے۔ وہاں جاؤنگا"

منجھلی بہو:- جہاں مرضی ہو۔ وہاں جاؤ سیمے کیا؟ مجھے جگا کر جلاتے کیوں ہو؟

ستیش:- اگر تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو اب نہ جگاؤنگا۔ تم سکھ سے سو رہو مگر ایک بات سن لو۔ تمہارے لیئے ایک شیشی نہایت ہی خوشبو دار تیل لے آیا ہوں وہ لے لو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب اِس زندگی میں اور کوئی چیز نہ دے سکونگا

ستیش کی آنکھیں اشکگوں ہوگئیں۔ تیل کی شیشی منجھلی بہو کے ہاتھ میں دیدی "اسقدر خاطر کی ضرورت نہیں" کہکر منجھلی بہو نے شیشی اُنکی طرف پھینک دی منجھلی بہو بستر پر تھیں ستیش نیچے بیٹھے ہوئے تھے شیشی آکر ستیش کے سر پر پڑی ٹوٹی نہیں۔ مگر سر پھٹ کر ایک جگہ سے خون نکلنے لگا۔ منجھلی بہو نے ایک بار نظر ڈالی۔ اور کروٹ بدل کر پڑ رہیں۔ خون بند کرنے کے لیئے کوئی تدبیر نہ کی گئی

ستیش چندر نے لوٹے کے پانی سے زخم دھویا۔ اس کے کرتا۔ چادر اور لوٹا ہوا چھاتا اُٹھا کر بولے "منجھلی بہو! ذرا اُٹھ کر دروازہ کھولدو۔ اِس زندگی میں کبھی ملاقات نہ ہوگی یہی ملاقات آخری ہے"

منجھلی بہو نے کروٹ بدلکر دیکھا ستیش کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو رہی ہیں اور اُنکا تمام جسم درد و غم کا ایک مرقع نظر آ رہا ہے۔ سر سے اب تک خون بہہ رہا ہے

ستیش چندر پھر وہاں نہیں ٹھہرے۔ اُسی خاموش اور پُرسکون رات کے سناٹے میں گھر سے نکل پڑے۔

منجھلی بہو نے سوچا کہ ابھی لوٹ آئینگے۔ کمرے میں شمع مزار کی طرح ایک دھندلی سی روشنی کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ کھڑکی کے ذریعہ ہُوا آہستہ آہستہ آ رہی تھی۔ اور اُسکی روشنی کانپ رہی تھی اور شیشی سے گرے ہوئے تیل کی خوشبو در و دیوار کو معطر کر رہی تھی "اب آتے ہیں" اِسی فکر میں

سنجھلی بہو دیر تک انتظار کرتی رہیں۔ مگر کوئی نہ آیا۔ تو کیا نہ آئینگے؟ سچ مچ چلے گئے۔ داوا نے جواب ہی دیدیا تھا۔ ماں نے بھی بُری بھلی سُنائیں تھیں مجھ سیاہ بخت نے بھی جلی کٹی سنانے میں کسر نہ رکھی۔ سسکی پھینک کر خون کی دھار رواں کر دی! اس لیئے کیا اب نہ آئینگے؟ تو میں نے جانے سے کیوں نہیں روکا؟ اگر میں روکتی۔ تو وہ ہرگز نہ جاتے۔ سنجھلی بہو کی آنکھوں میں آنسو آگئے آنچل سے آنسو پوچھکر وہ دروازے کے پاس گئیں۔ باہر جھانک کر دیکھا تو چاروں طرف ھیبت ناک تاریکی چھائی ہوئی تھی وہ دروازہ بند کر کے بستر پہ پڑ رہیں

تیرھواں باب

سنجھلی بہو۔ جب صبح سو کر اٹھیں تو انھیں تمام مکان بالکل سُونا سا معلوم ہوُا۔ ہر چرن نے ماں سے پُوچھا تمہارے چھوٹے داما کہاں گئے کھیت جائینگے یا نہیں گے

تیوری چڑھا کر ماں نے کہا:۔ کیا معلوم؟ مجھے یہ سب باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ رائے چرن کل ناراض ہوگئے تھے۔ آج صبح جانے کو کہتے تھے اب کیا کہیں ہم

ہر چرن:۔ کہینگے کیا؟ وہ کیا ایسا کر سکتے ہیں۔ ایسا آدمی ہونا مشکل ہے۔ مگر نہ معلوم کس تپسیا کے پھل سے یہ چھوٹے داما دملے

ماں:۔ قسمت میری پھوٹی قسمت کے پھل سے

ہر ی چرن:۔ اب وہ کہاں گئے۔ دکن کے کھیت میں جانا ضروری ہے۔

ماں:۔ تلاش کرو۔

ہری چرن:۔ سنجھو سے پوچھو۔

ماں نے جاکر بیٹی سے پوچھا۔ بڑے باپ کے بیٹے کہاں گئے؟
وہ عموماً ستیش کو "بڑے باپ کے بیٹے" کہکر پکارتی تھیں۔
شبّو نے غمگین لہجہ میں کہا:۔ کل رات کو کہیں چلے گئے۔
ماں:۔ جائینگے کہاں؟ گھر ہی گئے ہونگے۔ گئے تو جانے دو۔ مجھے باتیں ابھی نہیں لگتیں اور دنوں میں جب کوئی ستیش کو کچھ کہتا۔ تو مجھلی بہو کو ناگوار خاطر نہ معلوم ہوتا تھا مگر آج انہیں ماں کی باتیں بہت بری معلوم ہوئیں۔ بولیں اگر چلے گئے تو برا کیا کیا؟ کیا ہمیشہ ہی تمہارے گھر پڑے رہینگے؟
ماں نے لڑکی کی بات نہیں سُنی۔ بیٹے سے جاکر کہنے لگیں ستیش کل رات کو کہیں چلے گئے؟
ہرچرن بہت غصہ ہوکر بولے۔ دیکھو کیسا نمک حرام ہے؟ ان دنوں کام زیادہ آپڑا تھا اسی وجہ سے بھاگ گیا۔
رادھاچرن بھائی کی بات سُنکر بہت دُکھی ہوئے بولے۔ کل ہم لوگوں نے انہیں جو جو باتیں کہیں۔ انہیں سُنکر وہ چلے نہ جائیں۔ تو کیا کریں؟ تم نے جیسا حقیر سمجھ رکھا ہے وہ ویسے نہیں ہیں۔ تم لوگ انہیں جسقدر بدحیثیت سمجھتے ہو۔ دراصل نہیں ہیں۔ مگر کیا کریں؟ ہمیشہ ایک سے دن نہیں رہتے!
آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں سے مجھلی بہو نے رادھاچرن کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے یہ بات سُنی۔ اندر کی گہری سانس اندر ہی دبا کر بولیں میں نے سینکڑوں قصور کئے مگر انھوں نے مجھے کبھی آدھی بات نہیں کہی۔ دن یکساں نہیں رہتے!!
مجھلی بہو نے رادھاچرن کو تنہائی میں بلاکر کہا۔ ایک بات کہتی ہوں کرو گے۔
رادھاچرن:۔ کہو کیا؟

سنجھلی بہو:- میں پیسے دونگی۔ تو محلے کے کسی آدمی کو سسرال بھیج دے۔
رادھا چرن:- کیوں بڑے بھائی کی خبر لینے؟
سنجھلی بہو:- ہاں رات کو گئے ہیں۔ اچھی طرح تو پہنچ گئے! یہ خبر لے آئے
رادھا:- اچھا جاتا ہوں۔ پیسے انہیں نہیں دینے پڑیں گے۔ میرے پاس ہیں
سنجھلی بہو کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آنچل سے پونچھ کر بولیں گھر کا کوئی آدمی نہ جانے پائے۔ اس سے کہنا کہ گھر میں نہ آئے۔ تو اسے بھیج دینا اور ایسا ہی ہوگا!!
رادھا چرن چلا گیا۔

اُس روز آدمی ملا نہیں۔ دوسرے دن ایک آدمی بھیجا گیا۔ وہ شام کو لوٹ آیا اور بولا وہ وہاں نہیں ہے

رادھا چرن نے یہ خبر اپنی بہن کو سنائی۔ یہ سنکر سنجھلی بہو بہت پریشان ہوئیں۔ وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے چلے جانے پر دل اتنا مضطرب و بے چین ہو جائے گا۔ جب سر پھٹ کر آنسوؤں کی دھار بہی تھی۔ تو مجھ بدنصیب نے کیوں نہ پوچھا؟ جب آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھ کر رخصت مانگی تھی۔ اس وقت میں نے دوڑ کر کیوں نہ پیر پکڑ لیئے

چوتھا حصہ ختم ہوا

پانچواں حصّہ

پہلا باب

شام کے بعد چھوٹی بھو بڑی بھو کے پاس بیٹھی رو رہی تھیں۔ وہ رونا خموشی لیے ہوئے تھا۔ خاموش آنسو آنکھوں سے نکلکر اس کے پھول جیسے گالوں کو تر کر رہے تھے۔

بڑی بھو نے کہا: کیوں چھوٹی بھو روتی کیوں ہو؟ ہیں دو چار دن بعد آجاؤنگی میرے لیے کیوں روتی ہو؟

چھوٹی بھو نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بھیچ کر کہا:۔ دیدی! اس دنیا میں میرا کوئی نہیں اپنے غم کی داستان کسے سناؤں۔ اور کس سے اپنے زخم جگر پر مرہم رکھاؤں۔ بہت سی ہستیاں اس دنیا میں اپنے رونے ہی کے لیے آتی ہیں میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ روتے روتے آنکھوں میں ناسور ہو جائینگے۔ مگر اس رونے سے شاید نجات حاصل ہو۔ اور کسی کو نہ پاکر تم سے دل لگایا تھا تمہارے پاس آجاتی ہوں۔ تو کسی قدر غم غلط ہو جاتا ہے۔ مگر اب تم بھی جا

ساس جی بوڑھی ہو ئیں لوگ کہتے ہیں۔ اُن کا مزاج بگڑ گیا ہے۔ اور وہ باہر ہی باہر
رہ بیٹھے۔ یہ میرے نصیبوں کا پھل ہے۔ منجھلی دیدی کسی سات پانچ میں نہیں
ایک ننھا سا آنچل پکڑ کر ذرا سا سہارا پایا تھا۔ تم چلی جاؤ گی تو اس گھر میں میں اکیلی
بیٹھ کر رہونگی۔

بڑی پھو:۔ بہن! میرے گئے بغیر نہ بنیگا۔ جتنی جلدی ممکن ہوگا۔ میں چلی آؤنگی
اُنکی صحت مقدم ہے۔

چھوٹی پھو:۔ جائے بغیر نہ بنے گا۔ کیوں نہیں؟ وہ تمہارے کون ہیں؟
موسی کی ساس! ایسے دُور کے رشتہ میں تو کوئی آتا جاتا نہیں۔

بڑی پھو:۔ جو نہیں جاتے۔ وہ اچھا نہیں کرتے۔ پیاری بہن! ہندو عورتوں
کا یہ دھرم نہیں۔ یہ بات تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ تعلقات اور رشتہ داری
کا خیال نہ کرتے ہوئے مریض کی تیمار داری۔ غم میں تسلی دینا عورتوں کا ہی دھرم
ہے جو بُلائے جو اپنی شرن میں آئے اُس کی مدد ضرور ہی کرنی چاہیئے"

چھوٹی پھو:۔ تو جلدی آنا"

بڑی پھو:۔ ہاں ہاں جلدی آجاؤنگی۔ چھوٹے دیور جی کا خط آئے تو مجھے ضرور
اطلاع دینا"

چھوٹی پھو:۔ یہ اُمید موہوم ہے۔ ہوائی قلعہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی
پانچکوڑی جب سے نکلتے گئے ہیں۔ اُن کے پانچ چھ خط آئے۔ مگر اُنہوں نے
ایک خط بھی نہ بھیجا اور پانچکوڑی کے خط کا مطلب سمجھیں تھیں

بڑی پھو:۔ ہاں وہ تو رانڈ اب بھی چڑیل کیطرح پیچھے لگی ہوئی ہے"

چھوٹی پھو:۔ اُس چڑیل کا کیا قصور ہے

بڑی پھو نے ہنسکر کہا:۔ تجھے بس میں کرنا نہیں آتا!!

چھوٹی بہو:۔ یہ جھوٹ نہیں۔ اگر مجھ میں یہ طاقت ہوتی۔ تو کیا تم مجھے چھوڑ کر چلی جا سکتی تھیں ؟"

بڑی پھوپھی چھوٹی بہو کا پیار سے منھ چوم کر اٹھ کھڑی ہوئیں چھوٹی بہو بھی انکے پیچھے پیچھے چلیں۔

اسی دن رات کے آخری وقت ایک بیل گاڑی پر چڑھ کر بڑی پھوپھی ہار ہانڈی میں اپنے رشتہ دار کے گھر اس کی تیمار داری و خدمت کے لیئے چلی گئیں جہاں درد تھا۔ جہاں رنج تھا اور جہاں تکلیف تھی۔ بڑی بہو وہاں جاکر تن من سے خدمت کرنے لگیں یہی انکی زندگی کا برت تھا۔ انہیں دنیا کے جھگڑوں سے کوئی غرض نہیں تھی صرف لوگوں کی خدمت کرکے ہی روحانی سکھ کا احساس کرتی تھیں۔

بڑی بہو چلی گئیں۔ گھر میں منجھلی بہو۔ چھوٹی بہو۔ مالکن رام سیوک کی ماں اور بنسار رہ گئیں ساس بوڑھی تھیں اور دکھ کی آگ سے جلی ہوئیں۔ اس لیئے وہ کبھی رسوئیں خانہ میں نہیں جاتی تھیں۔ منجھلی بہو بیٹے کے سوگ میں تھی وہ خصوصاً اس گھر میں جانے سے گریز کرتی تھیں رام سیوک کی ماں گھر کی لڑکی کی طرح کسی کام میں ہاتھ نہیں لگاتی تھیں۔ گھر کا تمام کام کاج بنسار کی مدد سے چھوٹی بہو ہی کرتی تھیں۔ وہ اسقدر کام کرتے ہیں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ کرتی تھی۔ علی الصباح اٹھ کر رات کو ایک پہر تک وہ کام کرتی رہتی تھیں یہ بڑی بہو کی تعلیم کا پھل تھا بڑی بہو نے اسے تعلیم دی تھی عورت صرف کام کرنے کیلئے ہی پیدا کی گئی خدمت کرنا ہی اس کے لیئے زبردست برت ہے۔ چھوٹی بہو دل و جان سے بڑی بہو کی اس نصیحت پر عمل کرتی تھی۔

جیسے پہاڑ کی بلند تر چوٹی پر چڑھا ہوا شخص ہوا کے زبردست جھونکوں سے جھوجھ

کی تیزی اور بارش کی بیرحم بوچھاڑوں کی سخت تکالیف کے باوجود بھی بے
قدرت کی ہر طرف چھائی ہوئی بوقلمونیوں دلفریب نظاروں کو دیکھ کر محو ہوجاتا
اُسی طرح چھوٹی بہو شوہر کی لاپروائی فرقت کی کوفت افلاس کی شکایت
اور خانگی مصروفیتوں کے ہوتے ہوئے بھی اپنے شوہر کی یاد میں ہمیشہ مگن رہتی
تھیں - اور ہمیشہ اُن کی سلامتی کی دُعائیں مانگا کرتی تھیں - یہ تعلیم اُسے بڑی
بہو نے دی تھی شوہر جس سے خوش رہے - وہی کرنا چاہئے - عورت کا سُکھ اور
اور کیا ہے - شوہر کے سُکھ سے ہی عورت کا سُکھ ہے - جس عورت نے اپنے دل
شوہر کا پریم کرلیا ہے جس نے شوہر کی مورتی اپنے دل کے مندر میں ستھاپت کر
لی ہے - جس نے شوہر کی محبت کے زنجیر میں اپنے آپ کو جکڑ دیا ہے - اُس
کے لیئے شوہر کی جدائی کی تکلیف کوئی بہت بڑی تکلیف نہیں وہ کیوں دُکھی ہو
بڑی بہو کی اِس پاکیزہ تعلیم کو شانتی نے اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تھا - پہلے :
جسے دیکھے بغیر وہ بے چین ہو جاتی تھی - جس کی شیریں اور پیاری آواز سُننے سے وہ بیتاب
ہو اُٹھتی تھی - جسکے لیئے اُس کا دل رہ رہ کر اندر ہی اندر مچل جاتا تھا - اسوقت
وہی شوہر سوتن کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے وہ اُنہیں ایک دم بھر کے لیئے
بھی نہیں دیکھ سکتی یہ سب جان بوجھ کر بھی وہ زندہ تھی - جو باغ شباب کی پہلی کلی
تھی اور محبت کی آبیاری سے شاداب کی گئی تھی - اُسے جان سے زیادہ عزیز
دولت کو چھوٹی بہو سرسوں کے پھولوں کے پھول جیسے نازک ہاتھ سے باندھ رکھنا
چاہتی تھیں - جن کی پیاری آواز سُن پانے سے ابھمان سے سرخ رُخسار پر آنسوؤں
کے موتی نچھاور ہوتے تھے جنکی لاپرواہی کے خوف سے نرم دل کانپ اُٹھتا تھا اس
کی وہ خواہش اب دوسرے کی تھی -

جب یہ تمام باتیں یاد آتی تھیں - اُسوقت اُس کا کلیجہ شق ہوتا تھا - وہ دن ہی

دل میں سوچتی - میں اُن کی خدمت نہ کر سکنے پر اُن کی ماں - اُن کے بھائی - اُن کی بھاوجوں وغیرہ کی خدمت کرنے کا موقع پاتا ہوں تو یہی میری بڑی خوش نصیبی ہے - اُن کی خوشی - اُن کا سکھ کیوں ضائع کروں؟ وہ سکھ سے رہیں جس سے اُنکا ایک بال بیکا نہ ہو - میں بدنصیب اسی اُمید میں اپنے زندگی کے دن کاٹ دوں گی ۔

مگر اسقدر سوچنے پر بھی بدنصیب شانتی کو شانتی نہ ملی - رام سیوک کی پاپی نگاہیں اُس مقدس خوبصورتی کی مجسم مورتی پر ٹھہریں -

دوسرا باب

رام سیوک نے ان کئی مہینوں میں گاؤں کے بہت سے لوگوں سے دوستی پیدا کر لی تھی مگر شریف اشخاص کے پاس وہ کبھی بھولکر بھی نہ پھٹکتے تھے چار گھنٹے دن چڑھے بغیر وہ کبھی اُٹھتے نہ تھے کبھی کسی دن اور بھی دیر ہو جاتی تھی اُنکی ماں جب حقہ بھر کر لیجاتی تھی - تو آپ پلنگ سے نیچے قدم رکھتے تھے - نیچے اُتر کر ایک چلم تمباکو اور پھونکتے تھے - اس کے بعد ضروریات سے فارغ ہوتے تھے لوٹا ہاتھ میں لے کر گھاٹ کے راستہ پر جا بیٹھتے تھے - اس وقت اُس راستے سے گاؤں کی بہت سی عورتیں نہانے کے لئے جاتی تھیں - رام سیوک للچائی ہوئی نگاہوں سے اُنہیں گھورا کرتے تھے پھر گھر میں آکر رسوئی خانہ کے دروازے پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ جاتے تھے - وہاں اُنکی ماں اور بیوہ وغیرہ بھی آکر بیٹھ جایا کرتی تھیں - رام سیوک کی پاپ سے بھری ہوئی بینا یا نہ نگاہ دریائے مسرت میں غوطے کھانے لگجاتی تھی - اور دل ہی دل میں سوچتے تھے کہ جنم جنانتر کی تپسیا کے پھل

سے انہیں ایسا گریں بہار تن ہلا ہے۔ مگر ان کی بُوا کو رام سیوک کی یہ باتیں اور اُنکا یہ رنگ ڈھنگ اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کُڑھتیں کہ اگر رام سیوک کی شادی کسی اچھے گھر میں ہوئی تو اس کی لڑکی ڈوب جائے گی۔

اس کے بعد تیل کی مالش ہوتی۔ اس میں بھی آپ کے قیمتی وقت کا بہت سا حصہ نکل جاتا تھا۔ مالش کے بعد نہانے کے لیئے جاتے تھے۔ نہاتے وقت پانی میں بہت دیر تک تیرنے میں بھی کافی وقت ضائع کیا جاتا تھا۔ بعد ازیں گھر آتے۔ اور کنگھی لے کر گھنٹوں بالوں کے سنوارنے میں صرف کرتے۔ پھر کھانا کھا کر بستر استراحت پر آرام کرتے اور گھنٹوں محو خواب رہتے تھے۔

شام کو اٹھکر ہاتھ منہ دھوتے اور کپڑے بدلکر اور بال بنا کر باہر گھومنے کے لیئے گاؤں سے باہر ہوتے۔ غرضیکہ اسی طرح اُن کا دن گذرتا تھا۔ اور پھر رات کی لیلا کا آغاز ہوتا۔

رام سیوک کسی دن بھولکر بھی کسی شریف شخص کے پاس نہیں جاتے تھے۔ گاؤں میں شام کو لفنگوں اور لچوں کی ایک محفل ہوتی تھی۔ آپ اُس کے صدر مجلس تھے یا التزاماً وہاں تشریف لیجاتے تھے۔

اُس سبھا میں راج نیتی۔ سماج نیتی۔ دھرم نیتی۔ وگیان اور درشن وغیرہ الغرض تمام علوم پر دھواں دھار تقریریں ہوتی تھیں۔ فن موسیقی۔ پر بالخصوص بہت زیادہ گفتگو ہوتی تھی۔ اُس مجمع میں رام سیوک ہی ایک زبردست لفاظ تھا۔ کسی اور کو اُن کے سامنے دم مارنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔ سب اُن کی تجربہ خیز گفتگو سُنکر دنگ رہ جاتے تھے۔

رام سیوک اپنی تقریر میں ذکر کرتے۔ ہائی کورٹ کے جج جاہل محض ہیں۔ کلکتہ کے تمام لوگ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت سب کے سب عرق گلاب سے نہاتے

ہیں۔ انگریزوں کے لڑکے پیدا ہوتے ہی شراب میں ڈال کر رکھے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اسقدر مضبوط ہوتے ہیں سکندر بادشاہ کی کورٹ کے بیرسٹر ہیں۔ لاٹ صاحب نے دس ہزار روپے میں اُن کا دماغ خرید لیا ہے ان کے مر جانے پر دماغ کو توڑ کر دیکھینگے۔ کہ اُس میں کسقدر عقل ہے رابندر ناتھ ٹیگور لکھنے پڑھنے سے قطعی بے بہرہ تھے۔ اسی دُکھ سے دُکھی ہو کر ایک دن دوپہر کو وہ گنگا جی میں ڈوبنے گئے تھے۔ عین اُسی وقت یکایک سرسوتی ماتا نے آکر اُنہیں دعا دی۔ اُسی دن سے وہ شاعر ہوگئے۔ اُن کا ایک بہت بڑا گروہ ہے۔ اور اُسی گروہ کے وہ سرغنہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ جب تک رام سیوک لکچر دیتے رہتے تھے۔ تب تک لوگ متحیرانہ نگاہوں سے اُن کی طرف دیکھتے رہتے۔ خاتمہ تقریر پر واہ واہ اور مرحبا کے نعرے بلند ہوتے جزاک اللہ کی بوچھاڑ سے رام سیوک کا کشت دل شاداب ہو جاتا تھا۔

اس کے علاوہ اُن کی بزرگی کا ایک خاص سبب اور بھی تھا۔ کسانوں کے محلّے میں وہ ایک بڑے دھارمک شخص سمجھے جاتے تھے گلے میں رُدراکش کی مالا سر پہ بڑے بڑے بال جنہیں وہ ہمیشہ بنایا کرتے تھے اور پیشانی پر ایک بہت بڑا تلک لگا رہتا تھا۔ ڈمرو بھی وہ بہت اچھا بجاتے تھے۔ اور کبھی کبھی "ٹھوراہیری ے" گا گا کر وجد میں آکر ناچتے بھی تھے۔ دھرم شاستر کی کتھائیں بھی وہ بڑے شوق سے کہتے تھے۔ بشی کرن منتر جھاڑ پھونک اور دواؤں کی تجویز بھی نہایت قابلیت سے کرتے تھے۔

وہ جس دن دھرم شاستر کی توضیح کرنے بیٹھتے تھے۔ اُس دن سامعین کانپتے ہوئے عقیدت آمیز دل سے اُنکی تقریر سنتے۔ کسی دن لوگ شاستر کے حوالے دیتے کبھی مہابھارت کی کتھائیں سُناتے اور زیادہ تر برہم لیلا کے نظارے

دکھانے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ضعیف کسانوں کے دلمیں ان کی بڑی عزت تھی کبھی کبھی اگر کوئی مخالف بھی آجاتا تو مباحثہ بھی ہونے لگتا تھا۔ ایک دن دھنو نامی ایک کسان کا بھانجا اپنے ماموں کے گھر آیا۔ شام کو جب سب لوگ جمع ہوئے تو دھنو بھی رام سیوک کا نام سنکر وہاں پہنچا۔ دھنو کرشن بھگت تھا اُس نے بھاگوت گیتا، سندر، ابن لہار وغیرہ دو چار کتابیں پڑھی تھیں۔

ہزاری تیلی نے رام سیوک کا پتہ دیا۔ اور رام سیوک سے کرشن کتھا کہنے کا اصرار کیا۔ رام سیوک تو سعادت و خود نمائی کے جوش میں بھرے ہوئے تھے گانجا پینے کی وجہ سے اُن کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ مسکراکر متین اور سنجیدہ لہجہ میں کتھا کہنی شروع کی۔

ایک دن شہزادی رادھا متھرا کے بازاروں میں گھوم رہی تھیں۔ اسی وقت گوپال جی گایوں کو لئے ہوئے جمنا کے کنارے سے آئے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ نگاہیں چار ہوئیں اور انہوں نے جام عشق پلایا ٹھاکر جی نے رادھکا جی کو دیکھ کر یہ گانا شروع کیا:-

رادھے کاہے تمہارو یہ بھیس
دیکھ رہے دیکھت بوری بھئی ہوئی کیوں کینو آو لبیس
رادھے کاہے تمہارو یہ بھیس

رام سیوک صرف کتھا کہکر ہی خاموش نہ ہوئے۔ بلکہ بچوں کیطرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے سامعین "واہ وا کیا کہتے ہیں۔ آفریں!!" وغیرہ کے نعرے لگانے لگے۔ مگر دھنو کی ان باتوں سے تسلی نہ ہوئی۔ اس نے سوچا کہ ان کا امتحان لینا چاہیئے ذرا دیکھوں تو سہی یہ کتنے پانی میں ہیں بولا پر بھو جیسا دوسرا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ میں جاہل ہوں۔ بھگوان کو پرنام کرتا ہوں۔ مگر اُسکا

مطلب تک نہیں جانتا۔ مہربانی فرما کر اس کا مطلب سمجھا دیجئے۔
رام سیوک بولے :- بولو - بولو - کہو کہو - کون منتر ہے -

अज्ञान

رام سیوک بھلا کب خاموش رہنے والے تھے۔ ذرا دیر خاموش رہ کر بولے بھائی! ان منتروں کی توضیح کیا ہر شخص کر سکتا ہے گورو کی کرپا سے ہم کچھ کچھ بتا سکتے ہیں۔

کیا ہے کہ نہیں - اگیانی کے پاس جو تین من دس سیر ہے گیانی کے پاس وہی پورا سولہ سیر ہے - باقی کا مطلب تم خود ہی سمجھ گئے ہو گے۔ اسی طرح شام کو رام سیوک کی لیلا ہوتی تھی۔

دھنّو رام سیوک کا یہ ترجمہ سنکر چونک اٹھا۔ اس کے بعد سب نے رام سیوک کی قابلیت پر جے جے کار،، کے نعرے بلند کیئے۔

رام سیوک کے بہت سے شاگرد بھی ہو گئے تھے۔ انہیں بھی آپ نے گانجا پینا سکھا دیا تھا۔ گھر میں کھانے کو نہیں۔ مہاجن کے تقاضوں سے چین نہیں تاہم اپنی شفقت کی کمائی کو گانجے کی چلم میں رکھ کر پھونکنے لگے۔

دوسروں کو پاکر رام سیوک نے بھی مقدار بڑھا دی گانجہ پی کر نشہ میں چور ہو کر وہ گھر لوٹتے تھے کبھی اس دھن میں گھر پر بڑا گول مال مچاتے تھے۔

تیسرا باب ۳

شام کی لیلا ختم کر کے گھر آتے آتے رام سیوک کو بہت دیر ہو جاتی تھی۔ وہ

کسی دن گیارہ بجے سے پہلے نہیں آتے تھے۔ کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ دیر ہوجاتی تھی۔ مگر رات کو خواہ وہ کسی وقت آئیں۔ اُنھیں کھانا گرما گرم ہی رہنا چاہیئے۔

چھوٹی بہو کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ گھر میں اور کوئی مرد تھا نہیں۔ جب سے بڑی بہو چلی گئی تھیں۔ اُسوقت سے کھانا بھی اُسی کو بنانا پڑتا تھا۔ اُن کی ساس کی طبیعت خراب رہتی تھی ہر روز شام سے پہلے ہی اُنہیں بخار چڑھ آتا تھا۔ اِس لیئے رات کو وہ رسوئیں خانہ کی طرف منہ کرکے بھی نہیں بیٹھ سکتی تھیں۔ اُنا تو دور رہا۔ منجھلی بہو سرشام سے ہی سو جایا کرتی تھیں صرف چھوٹی بہو ہی کھانا پکا کر رکھتے ہوئے رام سیوک کا انتظار کیا کرتی تھیں۔ اگر کسی دن چھوٹی بہو کے اصرار پر نشا کو رحم آجاتا تھا۔ تو وہ رسوئیں خانہ کے دروازہ پر پڑی رہتی تھی اور جس دن طبیعت نہ چاہتی تھی۔ اُس دن شام سے ہی گھر چلی جاتی تھی۔ چھوٹی بہو بیچاری اکیلی کھانا لیئے بیٹھی رہتی تھی۔

پہلے تو شانتی نے اِس تکلیف کو محسوس نہ کیا۔ مگر جب رام سیوک کے عشق کی بارش ہونی شروع ہوئی۔ تو وہ پوچھا چھوٹی بہو نہ برداشت کرسکیں وہ سمجھ گئیں کہ اُن کے اوپر نئی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے۔ پھر جس دن رام سیوک گانجے کی مقدار بڑھا دیتے تھے۔ اُس دن اُن کی رنگینی اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ اُن کی لال آنکھیں دیکھ کر چھوٹی بہو کی ہمت تقاضا نہ کرتی تھی۔ کہ وہ کھانا لیکر اُن کے پاس جائیں۔ وہ اُن کی ماں کو بلا لاتی تھیں۔

رام سیوک کی ماں چھوٹی بہو پر اِس بات سے بہت گرم ہوتی تھیں کہتی تھیں وہ میرا شیر خوار بچہ ہے۔ اُس سے شرم کیسی؟ اور خوف کیا؟ جسکا دل پاپی ہے اُسے ہر جگہ پاپ ہی دکھائی دیتا ہے۔ ایسی باتیں کہکر وہ رام سیوک کو کھلاتی

رام سیوک اپنے گانجے کے نشہ سے لال لال متوالی آنکھوں کے آتشیں بان چلا کر کہتا دیکھو ماں! یہیں کوئی کیا شیر ہوں۔ جو کھا جاؤنگا۔

چھوٹی بہو رام سیوک سے بات چیت نہیں کرتی تھیں اُنکے سامنے سنہا گھونگھٹ نکال کر آتی تھیں۔ چھوٹی بہو کے اس سلوک سے رام سیوک اُسکا مضحکہ اُڑایا کرتے تھے وہ جس وقت تنہائی میں گھونگھٹ ہٹاکر کام کاج کیا کرتی تھیں۔ اُس وقت وہ کمینہ صفات آڑ میں کھڑا ہوکر چھوٹی بہو کو گھورا کرتا تھا۔ اور ہنس کر چپ چاپ سرک جاتا تھا۔ یہ دیکھکر شانتی کا کلیجہ دھڑکنے لگتا تھا۔ وہ جلدی سے گھونگھٹ نکال کر خوف سے اپنے کمرے میں چلی جاتی تھی ساس سے سب حال کہتے پر وہ یہ کہکر بیفکر ہو جاتی تھی۔ کہ منجھلی بہو سے کہونگی جب منجھلی بہو سے کہتی وہ جواب دیدیتی کہ

"چھوٹی بہو تیرا من بڑا پاپی ہے رامانو پیٹ کے لڑکے کی طرح ہے۔ ہنسنا ہے تو کیا ہُوا جا اپنا کام کر!"

چھوٹی بہو اور کچھ نہ کہہ سکتی۔ اُسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار رواں ہو جاتی تھی دل ہی دل میں دوسرے کے دام میں پھنسے ہوئے شوہر کو یاد کرکے کہتی۔ پرانیشور! دل کے دیوتا مجھے اِس طرح اور رشتے داروں تک دُکھ میں رکھو گے؟ میں کتنی اُمیدیں کیا کرتی تھیں کہ تعلیم سے فارغ ہونے پر جہاں کہیں تمہاری نوکری ہوگی۔ میں بھی وہیں تمہارے پاس رہونگی روزانہ خدمت کرکے قدموں کی خاک اپنے سر پر لگاؤنگی۔ مگر پران ناتھ! تم نے اِس طرح مجھے کیوں پاؤں سے ٹھکرا دیا؟ میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتی۔ گانا بجانا نہیں جانتی۔ مگر تمہاری خاطرداریوں میں اپنی خدمت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی میری خدمات سے کیا تمہارا دل نہ بہلتا؟ اگر تمہارے دل میں یہی تھا۔ تو مجھے گانا بجانا اور لکھنا

پڑھنا کیوں نہ سکھایا سکھا دیتے تمہاری دل بستگی کے لیے میں کیا نہ کر سکتی مجھے کیوں پاؤں ٹھکرا دیا ہو اگر تم ہی ایسا کرو گے تو اس دنیا میں تمہارے سوا میرا اور کون ہے ہے میں کس کی ہو کر رہونگی ہائے دھرم راج! اب کرپا کر کے میری لاج رکھو۔ تمہارے سوا اب اور کوئی سہارا نظر نہیں آتا ہے تمہیں مجھ بے کس و بے بس کی پناہ ہو۔ ایشور نے مجھے بھلا دیا ہے۔ مگر تم نہ بھلانا جتنی جلد ہو سکے مجھے پناہ دو۔ دیتا نا غہ اس وقت سوائے تمہارے اور کوئی نہیں مگر دکھ درد کے اس رقت آمیز افسانہ پر کسی نے توجہ بھی نہ دی۔

ایک دن شام کے وقت چھوٹی بہو کو تنہا پا کر رام سیوک نے سوچکر کہا۔ میں پاپی نہیں ہوں۔ میں زیر دست ہوگی اور بھگت ہوں نہ تم میری مدد کرو سکھی ہو۔ اور میرے ساتھ راس لیلا کرو۔ ہم دونوں کو اسی زندگی میں مالک کا درشن ہوگا اور پھولوں کے رتھ پر چڑھ کر . . . .

چھوٹی بہو نے ان تمام بیہودہ باتوں پر توجہ نہ دی برداشت نہ سکی۔ وہ روتے روتے اندر دہکتی سانس بھرتے ہوئے بھاگ گئی۔ اس دن کی یہ بات اس نے ساس جی اور منجھلی بہو کے گوشگزار کر دی۔ مگر اس پر بھی کوئی مفید نتیجہ نہ ہوا۔ رفتہ رفتہ رام سیوک کا حوصلہ بڑھتا گیا۔

چوتھا باب

اس واقعہ کے بعد ایک دن رام سیوک نے بڑی زیادتی سے کام لیا جبکہ چھوٹی بہو رام سیوک کے سامنے کھانا رکھ کر لوٹ رہی تھیں۔ اسی وقت کم بخت نے آنچل پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور کچھ ایسے الفاظ کہے کہ چھوٹی بہو شرم اور خوف

نے دل ہی دل میں جیسے مر سی گئیں وہ اپنے کمرے میں جاکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

رام سیوک کی ماں اسی وقت وہاں آکر موجود ہوئیں۔ چھوٹی بہو اُنہیں پہلے ہی بُلا آئی تھیں آنے میں ذرا دیر ہوئی تھی۔ چھوٹی بہو کو روتے ہوئے ماں دیکھ کر بولیں روتی کیوں ہو؟ آج کیا ہوا!

چھوٹی بہو کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ مگر اُن سے پہلے رام سیوک نے کہا اس گھر میں اب میرا رہنا نہیں ہوگا۔ ماں۔ میں کیا اس کا جیٹھ یا سُسر ہوں اگر کھانے کی تھالی پٹک دی۔ اور چلی گئیں۔ میں نے صرف اسی قدر کہا کہ اگر اس طرح دینا ہے تو اس دینے سے نہ دینا ہی بھلا ہے۔ بس اسی بات پر رونے لگیں۔ اور روتے روتے یہاں چلی آئیں۔

رام سیوک کی ماں جل اُٹھیں۔ بولیں۔ واہ رے چھوٹی بہو! میرا لڑکا کیا تیرے ٹکڑوں پر پڑا ہے تو اسکو دیکھ کر اسقدر کیوں جلتی ہے؟ اس کی بُوا کا لڑکا مر گیا ہے اب رام سیوک کے سوا اور کون ہے؟ جسے دیکھ کر کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ نہ تمہارا کھائے نہ تمہارا پیئے۔ اس کے علاوہ تیرا اسقدر رسنی پن بھی اچھا نہیں۔

چھوٹی بہو نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دُکھ سے اس کی چھاتی پھٹنے لگی پاؤں کے نیچے سے جیسے زمین نکل گئی۔ آنسوؤں کے دریا میں غوطہ کھاتی ہوئی وہ منجھلی بہو کے کمرے میں پہنچی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ کہ ساس سے کہنے کا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا۔

منجھلی بہو اُس وقت خوب سو رہی تھی۔ نہایت ہی درد آلود لہجہ میں چھوٹی بہو نے کہا منجھلی دیدی! ذرا اُٹھو تو سہی۔ میری ایک بات سنو!

منجھلی بہو کی نیند نہ کھلی۔ اُسوقت چھوٹی بہو نے اُس کے پاؤں کو ہلاکر کہا "دیدی! میری ایک بات سُنو"
منجھلی بہو نے کروٹ لی۔ آنکھیں ملتے ملتے بولیں۔ کیوں؟ مجھے کیوں جگایا؟
چھوٹی بہو نے روتے روتے تمام حال کہہ سُنایا۔ رام سیوک نے کہا تھا بآسانی نہ ماننے سے ظلم کرونگا۔ کسی میں طاقت نہیں کہ میرے منہ کے آگے سے یہ شکار چھین لے۔ دوسو کسان میرے ماتحت ہیں۔ کہیں سے لیجاکر کہیں پھینکوا دونگا۔ اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ میرا کہنا مان لو۔ اور زندگی کے دن عیش و آرام سے بسر کرو۔ چھوٹی بہو نے اسقدر کہہ کر منجھلی بہو کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور زار زار روتے ہوئے بولی "دیدی! میری حفاظت کرو۔ میں تمہاری ہی پناہ میں ہوں۔ اور تمہاری ہی بہن ہوں۔ تم اگر میری مدد نہ کروگی۔ تو اور کون مجھے پناہ دیگا؟ تمہارے سوا میرا کون محافظ ہے؟"
دُنیا کا اُونچ نیچ نہ دیکھی ہوئی عورت نہیں جانتی تھی۔ کہ اس راستہ میں دُکھ کے سوا اشکہ کا نام نہیں وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ کہ دروپدی نے بھی اسی طرح بہت رو کر بلاپ کیا تھا۔ اور پناہ مانگی تھی۔ منجھلی بہو عصمت و عفت آب عورت نہیں سنتی کی بے عزتی کا تذکرہ سُنکر اُنہیں بھی دُکھ ہوا۔ وہ بیٹھی ہوئیں کچھ سوچ رہی تھیں۔ یکایک رام سیوک کی ماں کے شور و شر سے تمام مکان گونج اُٹھا۔ "اری لنکا کی ڈائن" کہتی ہوئیں وہ منجھلی بہو کے کمرے میں داخل ہوئیں اور چھوٹی بہو کیطرف ملامت آمیز نگاہوں سے دیکھ کر غضبناک لہجہ میں بولیں لڑکے کو نکالکر پاپی پیٹنی۔ میرے بچے کے پیچھے ہی پڑ گئی۔ وہ اپنے باوا کے گھر آیا ہے جو کدں مرکر نہیں آیا تیرے بھروسے نہیں۔ اوہو! ایسی بیعزتی!!

{منجھلی بہو سے} بس بس اب مجھے رخصت دو ۔ ہم اپنے گھر جائیں ۔ ہم سے یہ بےعزتی نہیں برداشت کیجا سکتی ۔ اِس قسم کی باتوں کی اُنہوں نے بوچھاڑ کر دی اور ضیمہ کے طور پر رام سیوک نے جو کچھ کہا تھا سُنا دیا ۔ منجھلی بہو نے سب سُنکر چھوٹی بہو ہی کو قصور وار سمجھا ۔ اِس لیئے اُنہوں نے دو چار کھری کھوٹی سُناکر چھوٹی بہو کو رخصت کیا ۔

چھوٹی بہو اسوقت کہاں جائیں ؟ ساس کے کمرے میں گئیں اس دن اُنہیں بہت بخار تھا ۔ اُس نے دو ایک بار جسم پر ہاتھ پھیر کر دیکھا ۔ بخار کی گرمی سے جیسے سر پھٹا جا رہا تھا اس لیئے وہ واپس ہو کر گھر جانے لگی ۔ راستہ میں بدبخت رام سیوک کھڑا ہوا تھا ۔ عجیب غریب طور پر منھ کر بولا ۔ خواہ کہیں جاؤ مجھ سے چھٹکارا پانا محال ہے ۔ مجھے "بابا" کہنا پڑیگا اور میری خواہش پوری کرنی ہی پڑے گی ۔ ورنہ تمہارے باپ کے باپ بھی آ جائیں ۔ تو میرے پنجہ سے نہیں چھڑا سکتے ۔

شیر کو دیکھکر جسطرح ہرنی جیفا ہو کر بھاگ جاتی ہے ۔ اُسی طرح چھوٹی بہو بھی رام سیوک کو دیکھکر اپنے کمرے کیطرف بھاگیں ۔ ہانپتے ہانپتے اپنے کمرے میں پہنچی اور دروازہ بند کر کے بستر پڑھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی روتے روتے دل ہی دل میں کہنے لگی "پربھو ! دل کے دیوتا ۔ ! عورتوں کے محافظ ! تم اسوقت کہاں ہو ؟ آؤ ۔ دیکھو ۔ تمہارے ہی گھر میں تمہاری دوستی کا ستیاناس ہُوا چاہتا ہے ۔ تمہارے ہی گھر میں تمہاری بدنصیب داسی کی عفت ایک پاپی کے درپے ہے ۔ ہائے ! کیا اسوقت بھی آکر حفاظت نہ کرو گے ؟ میں تمہارے سوا کسی دیوتا کو نہیں جانتی ۔ نہیں میرے ایشور سہو ۔ ہائے ! تم اسوقت بھی نہیں آتے ! عورت ذات کا وجود عدم ہے ۔ جو اس کی خصوصیت اور تقدیس

ہے۔ اسی کو مٹی میں ملانے کے لیئے طرح طرح کے خوف دکھا رہا ہے بھگوان امگت جب تمہیں پکارتا ہے۔ تو تم اُسے کسی طرح خاموش نہیں رہ جاتا۔ پھر کیوں نہ آؤ گے؟ میں نہیں جانتی کہ تمہاری پوجا کیونکر کی جاتی ہے؟ تمہیں بلانے والی زبان مجھے معلوم نہیں کیا اسی لیئے تم نہیں آتے ہو؟

اس کے بعد بہت دیر تک چھوٹی بہو بستر پر پڑی تڑپتی رہیں۔ اس کے بعد دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ کہ اگر اس پاپی نے جیسا کہا ہے۔ ویسا ہی کیا تو میری حفاظت کون کرے گا؟ اگر یکایک کسی رات کو چند کسانوں کی مدد سے مجھے کسی طرح نکال لے گیا۔ تو مجھے کون اُن کے پنجہ سے نجات دلوائیگا ہائے اُس وقت میری کیا حالت ہوگی؟ اس کا عضو عضو خیال آتے ہی کانپ اُٹھا اور تمام بدن پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اس خوف سے اُسے نیند نہ آئی۔ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ بیٹھنے پر بھی شانتی نہ ملی۔ پھر لیٹی۔ اس کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ میں کہیں بھاگ جاؤنگی؟

ایک مرتبہ خیال آیا۔ کہ اُس کی ساس کو شدید بخار ہے۔ اُس کے چلے جانے پر اُس کی تیمارداری کون کریگا؟ یہ خیال آتے ہی اُس کا دل، جیسے چُور چُور ہونے لگا۔ آنکھوں سے پھر آنسوؤں کی دھار بہنے لگی۔

چلتے وقت اپنی چیزوں کو دیکھ کر بولی۔ رہو! تم سب یہیں رہو۔ میں جاتی ہوں ہمیشہ کے لیئے جاتی ہوں اگر پران ناتھ آئیں۔ تو اُن سے کہہ دینا۔ کہ شانتی ہمیں تمہارے لیئے چھوڑ گئی ہے مگر ہائے اُس نے یہ سوچا۔ کہ میں کہاں جاؤنگی اُسکے لیئے جائے پناہ کہاں ہے؟ آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا تھا اور در و دیوار پر حسرت آلود نگاہیں ڈال رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یہ آخری ملاپ ہے۔ آج سے پھر یہ صورت نہ دکھائی دیگی۔

یہ سب کہکر چھوٹی بہو روتی ہوئی گھر سے باہر نکلیں۔ ہر چہار طرف تاریکی چھائی تھی۔ بلا کا سناٹا تھا وہ سناٹا جو دلوں کو ہلا دیتا ہے۔ راستہ پر پہنچکر اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ہر چہار طرف نگاہ ڈالی فرط خوف سے تمام جسم ہوا سے ہلتے ہوئے پتہ کیطرح تھر تھر کانپنے لگا۔ تھوڑی دیر تک اُس کی یہی حالت رہی اس کے بعد یہ حالت جاتی رہی اس کا عضو عضو ساکن ہو گیا عقل جاتی رہی۔ اور پاگلوں کیطرح اُسی نا معلوم راستہ میں گامزن ہوئی ۔

پانچواں باب

پاگلوں دور دور [illegible] سے بیتاب بدحواس لوگوں کی طرح اُس سنسان اور تاریک راستہ میں چھوٹی بہو تمام رات سفر کرتی رہیں کس راستہ سے کہاں جائیگی اُس سے وہ قطعی بے خبر تھیں اُسوقت اپنی حالت کا ذرا بھی علم نہ تھا صرف بھاگنے کے لیے ہی وہ چلیں تھیں۔ چلتے چلتے ایک دریا کے کنارے پہنچیں دریا خوب زور شور سے لہریں لے رہا تھا۔

راستہ ختم ہوا اور وہ دریا کے کنارے پہنچی۔ تو اُسے اپنی حالت یاد آئی سوچنے لگیں بغیر دریا کے عبور کئے ہوئے آگے جانے کا راستہ نہیں۔ گیان ہوتے ہی پھر خوف معلوم ہوا اور اُس خوف سے اچھی طرح اپنے دل پر تسلط کر لیا بے چین ہوکر وہ ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئیں۔

اُسوقت اُنہیں اپنی زندگی کی داستان یاد آگئی۔ تفکرات اور بیکسی نے دل میں حسرتوں کا ایک طوفان بپا کر دیا۔ دل کو اندیشہ رہی اندیشے کوئی ہوش رہا تھا۔ وہ کہاں جا رہی ہے کیا کریگی۔

دونوں نازک پاؤں راستہ کے کانٹوں سے زخمی ہو کر خون کا فوارہ بہا رہے تھے۔ جسم تکان سے چور چور ہو رہا تھا۔ دیر تک اُسی درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی آنسو بہاتی رہی۔ روتے روتے بد حواس ہو گئی۔ یکایک دریا کے کنارے کوئی پرند چلا اُٹھا۔ اُس کی آواز سے چھوٹی بہو کچھ جیسے ہوش سا آ گیا چونک کر ہر چہار طرف دیکھنے لگی۔ دیکھا مشرق کی جانب نیلگوں آسمان پر شفق پھولی ہوئی تھی۔ "نامعلوم مصیبت کے خوف سے اُس کا دل کانپ اُٹھا اُس نے دل میں سوچا جب صبح ہو جائیگی اور دن نکل آئے گا تو وہ بدنصیب کہاں اپنا مُنہ چھپائے گی"

اسی وقت ایک مچھوا دریا سے مچھلی پکڑ کر گاتا ہُوا چلا۔"

چھوٹی بہو کے کانوں میں اس درد آلود نغمہ نے غم کی رقت انگیز بسی سجادی صبح کی مستانہ ہوا میں یہ آواز ٹکرا کر اور بھی رقت انگیز ہو گئی تھی۔ اُس کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔

بالآخر سوچنے لگی۔ خوف کس کا اسوقت کو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس صاف شفاف پانی میں کود کر اگر میں بھی اسی میں غرق ہو جاؤں تو کیا میری مصیبتوں کا خاتمہ نہ ہوگا کیا اس میں ہمیشہ کے لئے غوطہ لگانے سے بھی شانتی نہ ملے گی؟ زندگی کے اس دشوار گذار اور پُر مصائب سفر میں ہی ایک بدنصیب کا سہارا ہے یہ انسان کی آواز سُنکر چھوٹی بہو کچھ چنچل ہو گئیں۔ انسان کے درشن سے کیا پھر یہ جسم آتشکدہ بن جائے گا۔ نہیں پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں انسان میں ہی بعض بعض پاک ہستیاں دیوتاؤں کا خواص رکھتی ہیں یہ خیال آتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور جسطرف سے آواز آئی تھی اس سے مخالف راستہ پر گامزن ہوئی۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ شمشان کے کنارے پہنچ گئی۔"

صبح کی اُداس ہوا۔ سامنے دریا کا بہاؤ۔ اوپر نیلگوں آسمان میں مدھم تارے کا نظارہ اور چھوٹی بہو اس وقت شمشان میں!!

اس کا دل غمگین تھا۔ جذبات غم اندوز تھے شمشان میں کھڑے ہوئے مُردہ خور جانور اور کتوں کی خوفناک آواز جو ایک لاش کے لیئے آپس میں لڑ رہے تھے ہر چہار طرف سے گوشت پوست سے خالی انسانی ہڈیوں کے قالب گویا زبانِ حال سے کہہ رہے تھے۔ "ستو! ہم میں بھی کبھی حُسن تھا۔ جوبن تھا۔ حسن دولت کام کرودھ۔ موہ۔ اعضا غرض ہر چیز تھی۔ اسوقت اس کے انجام پر نظر کرو۔ نیم سوختہ لکڑیوں کی طرح آہستہ آہستہ سُلگ کر اس جسم کی یہ حالت ہوئی ہے خبردار کبھی کسی بات پر غرور نہ کر۔ ہمارا حال دیکھکر عبرت حاصل کرو دیکھو وہ یہ جگہ ہے جہاں برہمن کھشتری۔ ویش شودر۔ راجا رنک سب کی یکساں حالت ہے اور سب کا ایک ہی انجام ہے"

چھوٹی بہو اس نظارے کو دیکھکر خائف نہیں ہوئیں اس کا رہا سہا خوف بھی جاتا رہا طبیعت نہیں چاہتی تھی۔ کہ وہ کسی طرح وہاں سے ہٹے۔ وہ سمجھی کہ یہاں کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔ بڑے بڑے رام سیوک جیسے جفا کار و ظالموں کے سر یہاں آکر جھک گئے ہیں۔

مگر سڑی ہوئی لاشوں کی بدبو سے چھوٹی بہو دیر تک وہاں نہ ٹھہر سکیں وہ وہاں سے پھر چلنے لگی۔ رفتہ رفتہ صبح ہوگئی سورج کی سنہری کرنیں صفحۂ عالم پر پھیلی ہوئیں دیکھکر اوس کا دل دہل اٹھا۔ چھوٹی بہو کو خوف دامنگیر ہوا اسوقت وہ کس طرح اپنی حفاظت کرسکیگی۔ یہ خیال آتے ہی وہ بیہوش ہوگئیں ٭

درخت درخت پر کوّے۔ کوئلیں۔ پپیہا۔ کھنجن۔ وغیرہ وغیرہ پرند اس مزے سے ملکر چلا اٹھے جو اکسم کی سرخ سرخ کلیاں درختوں کی بلند شاخوں پر

ہلنے لگیں۔ اُن کا عکس دریا کے نیلگوں پانی میں پڑھ کر ایک عجیب و غریب نظارہ دکھانے لگا۔

خوف درد و غم اور تکان سے چُور چور ہو کر "ماں ماں" کہکر چھوٹی بہو دریا کے پاس ریت کے ڈھیر پر بیٹھ گئیں۔

اُسی وقت پیچھے سے کسی نے پوچھا تم کون ہو؟ جو ضیائے حسن سے اِس ویرانہ کو منور کر رہی ہو پھر وہی کمبخت اور سینا نامی حسن! چھوٹی بہو چونک اُٹھیں دیکھا مٹی کے گھڑے بغل میں لئے ہوئے دو ضعیف عورتیں اُس کے پیچھے کھڑی ہیں۔ اُنہیں دیکھتے ہی چھوٹی بہو نے اُٹھکر بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر بھاگ نہ سکی تکان سے چُور چُور۔ پاؤں نہ اُٹھ سکے۔ وہ رونے لگیں۔"

ایک نے کہا بیٹی خوف کی کیا بات ہے۔ تم بھی عورت ہو۔ اور میں بھی عورت ہوں! بتاؤ۔ تم کہاں جاتی ہو؟

درد آلود لہجہ میں چھوٹی بہو نے کہا:۔ ماں! میں بہت دُکھی ہوں۔ کہاں جاتی ہوں اِس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ جس کے گھر کا راستہ ڈھونڈ رہی ہوں۔ مگر نہیں ملتا اُن دونوں عورتوں نے سمجھا۔ کہ ساس نند سے لڑکر یا شوہر کے ظلم سے گھبرا کر گھر چھوڑکر یہ لڑکی اپنے باپ کے گھر جا رہی ہے۔ راستہ بھُول کر ادھر آگئی ہے اُس کے رقیق القلب دل میں رحم آگیا۔ بولی:۔ تم میرے گھر چلوگی کسی قسم کا خوف نہیں ہم غریب ہوتی ہوئیں بھی شریف گھرانے کی ہیں۔"

چھوٹی بہو نے منظور کر لیا دل میں سوچا۔ دن کے وقت کہاں جاؤنگی ہو راستہ میں بہت ہی تکلیف کا احتمال ہے۔ ابھی اِس کے گھر میں رہوں پھر دیکھا جائیگا باپ کے گھر کا راستہ بھی پورے طور پر معلوم نہیں اگر یہاں رہ گئی تو کچھ محنت مزدوری کرکے بھی اپنا پیٹ پال سکتی ہوں غم و الم کے دن تو کسی طرح کاٹنے ہی

پڑیگے۔ یہ سوچکر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں عورتیں گھڑا بھر کر اُسے اپنے ساتھ لے چلیں۔

اُسوقت بھی وہی صبح کا سماں تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی چڑیاں پربھاتی گا رہی تھیں۔ پھولوں کی عنبریز طراوت سے مشامِ جان معطر ہو رہے تھے۔ گاؤں کے مہاجن شنبھو رائے صبح کی سیر کی غرض سے باہر نکلے تھے۔ راستہ میں اُن لوگوں سے اُن کی ملاقات ہوئی۔

شنبھو رائے کی عمر چالیس سال سے کچھ تجاوز کر گئی تھی۔ وہ قوم کے بھاٹ بھوئیے تھے مگر بنگال میں آکر وہ کائستھ برہمن بن بیٹھے تھے۔ گنگارام پور نامی گاؤں کے تمام کسانوں کے مہاجن تھے، روپیہ دیتے تھے۔

کسانوں کی عورتوں کے ساتھ ایک مجسّم حسن کو دیکھکر وہ متحیّر ہوگئے تھے۔ ایسا جانسوز حسن ، ملاحت اور جسم کی یہ ساخت!! زلفوں کے دام میں ہی کتنے ذی ہوش پاگل ہو سکتے ہیں۔ رونے سے آنکھوں میں غضب کے سرخ ڈورے۔ خوف اور شرم سے آہستہ آہستہ ہوا میں ہلتی ہوئی بیل کیطرح اور خوف سے کانپتی ہوئی ہرنی کیطرح متحیّر و شوخ تھے۔

شنبھو چندر حسن کی یہ آب و تاب دیکھ کر ریشۂ خطمی ہوگئے۔ للچائی ہوئی آواز سے بولے۔ وے بہوا یہ کون ہے؟

وے بہو مشکوک لہجہ میں بولیں۔ کیا جانوں۔ گھاٹ کے پاس تن تنہا بیٹھی ہوئی رو رہی تھی اب گھر لیئے جاتی ہوں۔

شنبھو چندر۔ بار بار غیر آسودہ نگاہوں سے چھوٹی بہو کیطرف دیکھتے ہوئے گھر چلے گئے وہ بھی اپنے گھر گئیں۔

مگر شنبھو چندر کے دل کو چھوٹی بہو کے حسن نے بُری طرح چھید دیا تھا کھنچ

پر بھی وہ اُسے بھول نہ سکے۔ اُن کا چال چلن بُرا نہ ہوتے پر بھی بالکل پاک صاف نہ تھا اِس سے پہلے حسن کا ایسا نشہ اُنہیں کبھی نہیں چڑھا تھا۔ کبھی اسقدر بے چینی نہیں ہوئی تھی اُنہوں نے سُوبل کی ماں کو بُلا کر پوشیدہ طور پر تمام حال کہا۔ اور اُسے دینا ناتھ کے گھر بھیجا ہے

سُوبل کی ماں نے ہمیشہ کُل میں جنم پایا تھا۔ وہ دو لڑکے اور تین لڑکی کی ماں ہوتے پر بھی وہ محلہ میں نوین کے پیشہ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اُن کے ساتھ گورنگ رس میں متوالی ہوگئی۔ اِسی سادھن کے پھل سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کا نام سُوبل رکھا رکھا گیا۔ سُوبل چھوٹی سی ہی عمر میں گورنگ پُورکو رہی ہُوا اُسوقت لورین بابا جی بھی کہیں چلے گئے تھے عمر بھی دھوکا دے چکی تھی۔ اِس لئے اِدھر اُدھر گھروں میں کام کرکے اور بگڑے ہوئے اوباش لوگوں کا میل ملاپ کرانے سے جو کچھ ملجاتا تھا اُسی پر گذر بسر کرتی تھی ✤

وہ دینا ناتھ کے گھر جاکر پہلے تو اُن کی بیوی سے بات چیت کرتی رہیں۔ بعد ازاں کُٹنی ہوئی بیل کیطرح مایوس اور غم آلود شکل بنا کر چھوٹی بہو کے پاس گئیں اور رائے دینا ناتھ کے عشق کا اظہار کرنے لگیں یہ بھی کہا۔ کہ تم ہی تمام مال و دولت کی مالکہ ہوگی۔ چھوٹی بہو یہ سُنکر رونے لگیں ✤

سُوبل کی ماں اپنا مُنہ سا لیکر لوٹ آئیں۔ اور رائے دینا ناتھ سے تمام حال بیان کیا رائے صاحب بہت پریشان ہوئے۔ مگر ہمت و حوصلہ کو جواب نہ دیا

چھٹا باب

عشق تجھے بُرا کہوں، یا بھلا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تو عالم

ناگوار مان گئے۔ شام کے بعد شے بھاشے اور ان کی بیوی میں بات چیت ہو رہی تھی۔ اُس گھر میں اور کوئی نہیں تھا۔ بات چیت بہت آہستہ آہستہ ہو رہی تھی

شے بھاشے کی بیوی بھویں چڑھا کر بولیں "یہ کبھی نہ ہو گا"

دسے۔ کیا حرج ہے۔ وہ ہماری کون ہے؟

دسے کی بیوی۔ کوئی نہ ہو۔ مگر وہ ہمارے اوپر بھروسہ کر کے آئی ہے +

دسے۔ اسقدر دھارمک بننے سے دُنیا کا کام نہیں چلسکتا۔

دسے کی بیوی: چھی چھی! تم کیا کہتے ہو۔ کیا تمہارے دل میں ذرا بھی رحم و انصاف نہیں ہے۔ ہائے! لڑکی کا منہ دیکھکر بھی تم کس دل سے اسے غیر کے منہ میں دینے کی جُرأت کرتے ہو۔ ستی کی مدد کرنی چاہیئے اس کے برعکس اُس کی عصمت کے درپے ہوئے۔ بھگوان ایسا کرنے سے ہماری کیا حالت ہو گی

دسے بھاشے کی غمگین صورت غمگین تو ہو گئی۔ بولے کیا کروں؟ مہاجن۔۔

دسے بھاشے کی بیوی غضبناک لہجہ میں بولیں۔ چولھے بھاڑ میں جائے مہاجن! دھرم سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

دسے۔ بڑا اتو کوئی نہیں مگر جب گھر بار بکوائے گا۔ تب؟

دسے کی بیوی: رائے بھاشے بوڑھے ہو گئے مگر پھر بھی یہ باتیں! ابھی اُسے ٹھکرانی رائے کی بیوی سے مراد) کے پاس جاتی ہوں۔ ستی ستی کی عزت خوب سمجھتی ہے۔ دسے بھاشے چونک اُٹھے۔ بولے۔ کہیں ایسا اندھیر بھی نہ کرنا۔ سب برباد ہو جائیگا۔ سوئے ہوئے شیر کو جگانا مناسب نہیں

دسے کی بیوی:۔ تو کیا دھرم بیچ کھائیں۔ بہت کریگا گھر بار بکوائے گا۔ ہم بھیک مانگ کھائیں گے نہ ہو گا۔ یہ کام تو چھوڑ دیجئے!

دسے:۔ ایک خوف اور بھی ہے!

فریب ہے۔ تو بہشتی شے ہے۔ ورنہ بہشت میں تیسری تعلیم کیوں ہوتی ہے تلوتما رمبھا۔ مینکا۔ اُروشی پر اسقدر تفریح کیوں؟ خوشنما شراب کا اسقدر لالچ کیوں؟ بہشتی ہونے سے ہی تو ہر سہ عالم کے زیب و زینت ہے تیرے تیر نظر سے گھائل ہوکر رشی منی ریاضت چھوڑکر اپنی ریاضت تیرے قدموں پر نثار کر دیتے ہیں۔ شاعر اپنی نازک خیالیوں کا گراں بہا سرمایہ نہایت فراخدلی سے تیری نذر کرتا ہے تمام دنیا تیرا ہی گیت گا رہی ہے۔ تیری یہ سب خوبیاں جب خیال میں آتی ہیں۔ تو بے اختیار ہوکر تیری مدحت سرائی کرنی پڑتی ہے۔ تیری لطیف صورت دیکھنے کے لیئے طبیعت بیچین ہو جاتی ہے۔ مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ تیری ایک جھلک سے ہی انسان سے کسقدر پاپ سرزد ہوتے ہیں۔ کتنی مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسے کہ تیرے دام میں آکر وہ اپنے ایغورنگ کو بھول جاتا ہے۔ اسوقت یہی طبیعت چاہتی ہے۔ کہ تجھے جی بھرکر کوسیں۔ اور کہا کہیں بادلوں کی بجلی آسمان سے گرکر ہی سب کچھ صاف کر دیتی ہے

رائے مہاشے بھی حسن کی آگ میں تڑپے اور جلنے لگے۔ شمع کی روشنی میں پروانہ بھی شاید اسی طرح جلتا ہے۔ اُن کے دل میں ہر وقت بیچینی رہتی تھی۔ تسکین اور طمانیت جاتی رہی۔ انہوں نے گوپال دسے کو بُلایا۔ گوپال دسے کی بیوی نے ہی چھوٹی بہو کو پناہ دی تھی۔

کھیت سے لوٹ کر گوپال دسے رائے مہاشے کے گھر آئے رائے صاحب انہیں تنہائی میں لے گئے دونوں میں خوب بات چیت ہوتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد مہاشے نے کہا:- اچھا ایسا ہی ہوگا آپ مہاجن ہیں۔ مالک ہیں۔ میں آپ کی رائے کے خلاف کچھ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔

مہاشے چلے گئے۔ مگر اُن کا منہ دیکھکر یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی قدر

دسے کی بیوی :- وہ کیا؟

دسے :- انہوں نے کہا تھا۔ شام کے بعد تین چار آدمی بھیجکر۔

ابھی دسے مہاشے نے اپنی تقریر ختم نہ کی تھی۔ کہ اُن کی بیوی نے بات کاٹ کر کہا بھیجئے تو بھیجئے دو۔ دیکھوں تو سہی وہ کیا کرتے ہیں۔ جھاڑو لیکر کمبختوں کی تمام شیخی کرکری کر دونگی۔ بیچا ناکوئی دلگی ہے نہیں ہے؟

دسے مہاشے نے چراغ کی جھلملاتی ہوئی مدھم روشنی میں دیکھا۔ اُن کی بیوی کا عضو عضو بجلی کیطرح اپنی آب و تاب دکھا رہا ہے۔ انہیں اور کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوا اُٹھکر باہر چلے گئے مگر مہاجن کے خوف سے دل ہی دل میں بہت پریشان ہوگئے تھے کی بیوی اُسوقت غصّہ میں بھر کر رسوئی خانہ میں چلی گئیں

چھوٹی بہو اُسوقت اسی پاس والے کمرے میں بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں جبوقت بیوی اور شوہر کے درمیان آہستہ آہستہ باتیں ہو رہی تھیں۔ اُسوقت وہ تمام باتیں سُن رہی تھیں ایک تو گھر سے نکلنے کا غم دوسرے سُویل کی ماں کی باتوں نے اور بھی زخم جگر پر چرکے لگا دیئے تھے۔ اُس کے کانوں میں ایک معمولی لفظ بھی بادلوں کی گھنگھور گرج کی طرح سُنائی دیتا تھا۔ شوہر اور بیوی کی اِن باتوں نے اور بھی زخموں پر نمک پاشی کی تھی۔

اُن کے چلے جانے پر چھوٹی بہو بہت دیر تک بیٹھی بیٹھی سوچتی رہیں۔ اس کے بعد دلکو مضبوط کرکے عہد کیا۔ یہاں بیٹھنے سے کام نہیں چلیگا جتنی عقل کا کام کیا ہے ساس کی بغیر اجازت تھلے والوں کی مدد نہ لے کر گھر بار چھوڑ دیا اور اتنا بڑا پاپ کیا۔ تو اب اس کا کفارہ کسی نہ کسی طرح اُٹھانا ہی پڑے گا۔ اور یہ کفارہ بغیر زندگی کی قربانی کئے ہوئے نہ ہو سکیگا۔

اس نے سوچا۔ یہاں رہنے سے میرا سب کچھ برباد ہو سکتا ہے۔ ایک عورت

میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ کہ وہ سپاہی پیادوں کے ہاتھ سے مجھے بچائے اور اگر ایسا ممکن ہو تو اس کے لیئے اس بچاری کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑیگا محض اپنی سلامتی کے لئے اس کے خاندان پر کیوں مصیبت میں ڈالوں؟ جب زندگی کی قربانی کیئے بغیر چھٹکارا نہیں۔ تو پھر ان لوگوں کو کیوں یہ یاد کروں؟ پاس ہی دریا ہے۔ بہت آسانی سے میرا کام بن جائیگا۔ پھر خیال آتے ہی اس نے غفلت کو راہ نہ دی۔ دم بھر بھی نہ سوچا۔ چپ چاپ گھر سے باہر نکل گئی۔

چاندنی رات تھی۔ اسی تھرکتی ہوئی چاندنی میں چھوٹی بہو دریا کے کنارے پہنچی اور نہایت ہی دردآلود لہجہ میں بولی:۔ پربھو! میں جاتی ہوں۔ صرف ایک مرتبہ تمہیں دیکھنے کی دل میں لالسا تھی۔ مگر افسوس! یہ بھی پوری نہ ہوئی۔ اتنا دُکھ ساتھ لیئے جاتی ہوں۔

اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ ایک اونچے ٹیلے پر سے دریا میں کود پڑی۔ دور پر ایک کشتی جا رہی تھی اُس میں چراغ جل رہا تھا اس کشتی پر سے کسی نے چلاّ کر کہا ملاح جلدی دیکھو دریا میں کوئی شخص کود پڑا ہے جلدی کرو۔ جلدی۔

ساتواں باب

چھوٹی بہو گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئیں خاندان میں داغ لگ گیا انکا نام لیتے ہی سب لوگ لعنت و نفرین بھیجتے تھے۔ مگر اس کا نتیجہ کسی نے بھی نہیں لگایا یہ کوئی بھی نہ سمجھ سکا کہ کس ظلم کیوجہ سے اُنھوں نے ایسی حکمت کی۔

لوگوں نے کچھ اور ہی سمجھا۔ کچھ اور ہی سُنا۔ رام سیوک اور اُسکی ماں نے

تمام گاؤں میں یہ بات مشہور کر دی کہ چھوٹی بہو کے میکے کا ایک لڑکا چھپ کر ہمیشہ اسکے پاس آیا کرتا تھا۔ پہلے اُس کا پتہ کسی نے نہیں پایا۔ رام سیوک کے آنے پر اس کے آنے میں بہت کچھ رُکاوٹ ہونے لگی۔ کیونکہ رام سیوک بہت رات گئے گھر لوٹتا تھا۔ اس لیئے یہاں سہولیت نہ دیکھ کر چھوٹی بہو اُسکے ساتھ نکل بھاگی۔ تھوڑے دنوں تک اس جھوٹی بات پر ایک بڑا مضحکہ اُڑاتے رہے۔ عورتوں میں مردوں میں گھاٹ پر پاٹ شالا میں شریف اشخاص کی محفلوں میں غرض جہاں دیکھو یہی بات چیت۔ یہی ذکر اور یہی چرچا رہتا تھا۔ مگر چار یا پانچ دن بعد اس میں بہت کچھ کمی آگئی ✦

محلّے کے وشنو سرکار بہت کچھ سوچ بچار کرنے پر بھی اس کا اصلی سبب نہیں سمجھ سکے وہ جانتے تھے کہ چھوٹی بہو بھلے گھر کی بیٹی ہے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ اس جیسی لکشمی بہو گاؤں بھر میں نہیں ہے۔ ایسی ستی لکشمی کسی کے ساتھ نکل جائے شوہر کی بھگتی چھوڑ دے۔ یہ قابل یقین بات نہیں۔ وہ شام کیوقت ضروریات سے فارغ ہو کر اور کچھ کھا پی کر ایک لالٹین اور لاٹھی لے کر آہستہ آہستہ جگدیش چندر کے گھر پہنچے ✦

جگدیش چندر کی ماں اسوقت اچھی ہو گئی تھیں صرف کمزوری باقی تھی اور اسی وجہ سے وہ چارپائی سے نہیں اُٹھ سکتی تھی۔ چھوٹی بہو کے اس طرح نکل جانے سے ذلت بیچاری بڑی رویا کرتی تھی اور اپنے پھوٹے نصیبوں کی شکایت کیا کرتی تھی ✦

وشنو سرکار اُن کے پاس جا کر بولے :- "بہو کیسی ہو؟"

جگدیش۔ کی ماں انہیں دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں "

وشنو سرکار لالٹین اور لاٹھی ایک کونے میں رکھ کر ایک آسن پر بیٹھ گئے۔ اور بولے

"بہو! ذرا بات تو بتاؤ کیا ہے"؟ سینہ پر ہاتھ رکھ کر جیتیش کی ماں نے کہا۔ "دیورجی میں تو کچھ بھی نہیں جانتی"۔

کسی قدر طیش میں آکر وشنو سرکار بولے: "تم کچھ نہیں جانتی تو میں جانتا ہوں تم کسی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ کسی بات پر اچھی طرح غور کر کے عمل درآمد نہیں کرتیں۔ اور خانہ داری کے فرائض کو معقول طور پر ادا نہیں کر سکتیں۔ اسی وجہ سے تمہارے گھر کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ جو عورت اپنے گھر کی طرف توجہ نہیں دیتی وہ سب حکومت قائم نہیں رکھ سکتی۔ اس کا گھر اسی طرح تباہ و برباد ہو جاتا ہے"۔

یہ سب سن سنا کر جیتیش چندر کی ماں خاموش ہو رہیں۔

وشنو سرکار بولے: "مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بڑے کام میں رام سیوک کا لگاؤ کچھ ضرور ہے"۔

جیتیش کی ماں: "کسی کا ہو گھر میں تو اب کہیں کی نہ رہی"۔

وشنو: "ایک مرتبہ دھمکی گھڑکی دے کر رام سیوک سے پوچھنا چاہیے"۔

جیتیش چندر کی ماں: "نہ دیورجی! ایسا کام نہ کرنا۔ زخم پہ نمک پاشی ہوگی۔ گھر میں نہیں رہنے پاؤں گی"۔

وشنو: "اسی طرح ڈر ڈر کے تو تم نے گھر کا ستیاناس کر دیا۔ خواہ کچھ ہی ہو بغیر پوچھے کام نہیں چلے گا۔ جب تک ٹھیک ٹھیک سبب نہ معلوم ہو ایک بھلے گھر کی لڑکی کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے۔ اگر وہ فی الحقیقت قصوروار ہے۔ صرف کسی پاپی کے چکر میں پھنس گئی ہے تو اس حالت میں اس پاپی کو سزا ضرور ملنی چاہیے"۔

یہ کہہ کر وشنو سرکار نے نشتار کو آواز دی۔ نشتار کے آتے ہی وشنو سرکار نے پوچھا "رام سیوک کہاں ہیں"۔

نسنار "کھانا کھاکر باہر جانے کو تیار ہیں"
وشنو:۔ "اچھا ذرا اُنکا تو لاؤ"

نسنار نے رام سیوک سے جاکر کہا۔ رام سیوک پان چباتے خودداری کے زعم میں جھومتے آئے۔ وشنو چندر نے آنکھیں چڑھاکر رام سیوک کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور بولے "بیٹھو۔ تم سے کچھ کہنا ہے"

رام سیوک:۔ "جو کچھ کہنا ہو۔ جھٹ پٹ کہئے۔ میرے پاس بیٹھنے کے لیئے وقت نہیں ہے"

وشنو:۔ "اب تمہیں اس گھر کے کرتا دھرتا ہو۔ اس لیئے تمہیں ہر بات کی خبر رکھنی چاہیئے"

رام سیوک:۔ "بس بس ایسی باتیں کہہ کر جی نہ جلائیے۔ بھلا میں کسی بات کی خبر نہیں رکھتا"

چھوٹی ٹھاکرانی:۔ "بھاگ گئی ہیں۔ تو کیا میری آنکھوں میں دھول جھونک کر چلی گئی"
وشنو:۔ "تو یہ لوگ یاگ کیا کہہ رہے ہیں۔ اچھا جو تم نے دیکھا ہے مجھ سے کہہ سناؤ"

رام سیوک سٹپٹا گیا۔ "بہو کی عادت اچھی نہیں تھی"

وشنو:۔ "خیر بات تو بتاؤ۔ اصل میں کیا تھی؟"

رام سیوک:۔ "جب میں باہر سے رات کو گھر لوٹتا۔ تو عموماً ہر روز دیکھا کرتا تھا کہ۔ ۔ ۔"

عین اسی وقت رام سیوک کی ماں ہانپتے ہانپتے اس جگہ آگئیں۔ وشنو شنکر بھی بڑے چلتے ہوئے شخص تھے۔ کہیں لڑکے کو کچھ سکھا پڑھا نہ دے۔ یہ سوچ کر آپ ان کے پاس ہی سرک گئے۔ "وشنو ہاں! تو تم نے کیا دیکھا"

رام سیوک کی ماں جلدی سے بول اُٹھیں: "ہاں جی! اُسی نے کیوں؟ میں نے بھی کسی دن دیکھا۔ اُف! یاد آنے پر اب بھی کلیجہ کانپ اُٹھتا ہے"

وشنو: "تم نے کیا دیکھا رام سیوک؟"

رام سیوک: "ایک لڑکا ——— زیادہ عمر کا نہیں میرے ہی جیسا ——"

وشنو: "اچھا پھر؟"

رام سیوک: "میں نے دو ایک دن اُسے ڈانٹا بھی تھا"

وشنو: "وہ چھوٹی بہو جی کے لئے آتا تھا۔ یہ کیسے جانا؟"

رام سیوک کی ماں بول اُٹھیں: "واہ جی! میں نے دونوں کو ایک جگہ کھڑے ہوئے باتیں کرتے دیکھا ہے"

وشنو: "یہ بات پہلے اور کسی شخص سے کہی تھی؟"

رام سیوک: "نستارے سے کہی تھی"

وشنو چندر نے نستارہ کو بُلا کر پوچھا۔ اِس نے صاف صاف کہدیا:
"نہیں نہیں۔ مجھ سے اِس قسم کی کوئی بات اُنہوں نے نہیں کہی تھی"

رام سیوک کی ماں چلا کر بول اُٹھی: "کیوں ری کمبخت! جھوٹ بولتی ہے؟ اُسی کی پوا کا کھائیگی اور اُسی سے یہ باتیں؟ میرے ہی رُوبرُو۔ تو اِس نے مجھ سے کہا تھا جس پتلی میں کھاتی ہے۔ اُسی میں سوراخ کرتی ہے یاد رکھ کہ پھوٹ پھوٹ کر نکلے گا"

نستارنے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ ایسے دم دلاسوں میں وہ کب آنے لگی تھی انگلیاں بنا کر بولی: "کھاتی ہوں تو کیا جھوٹ بولنے کے لئے کونسا ایسا بڑا ملکھ ہے۔ راجہ رُوٹھینگے۔ راج لیں گے رانی روٹھیگی سہاگ لے گی۔ اور بندی اپنی راہ لے گی"

رام سیوک کی ماں کسی قدر نرم ہوکر بولی :۔ اچھا ! اچھا تم کیوں جاؤ گے ۔ ہم ہی سب کو کھٹکتے ہیں ہما چلے جائینگے ۔

وشنو :۔ جھگڑا مت کرو۔ جھگڑے کا کام نہیں ۔ جو میں پوچھوں وہی بتاؤ ۔ ہاں جی ۔ رام سیوک گھر کی نوکرانی کے علاوہ تم نے یہ بات کسی اور سے بھی کہی تھی

رام سیوک :۔ نہیں کسی اور سے نہیں کہی تھی ۔

رام سیوک کی ماں :۔ کہنے سے لوگ برا مانتے ہیں ۔ ...

وشنو رام سیوک ! تم نے کبھی یہ بات اپنی ماں سے بھی کہی ...

رام سیوک :۔ ہاں کہی کیوں نہ تھی ۔

وشنو :۔ ہم ان سے پوچھ سکتے ہیں ۔

رام سیوک :۔ آپ سے تو وہ بات چیت نہیں کرینگی ۔

وشنو :۔ کیوں وہ ہماری بہو ہیں ۔ ہم سے بات چیت کیوں نہ کرینگی ۔

رام سیوک کی ماں صحیح ہیں ہی بول اٹھیں :۔ اس نے تو کہا ... کے غم میں پڑی ہوئی تھیں سمجھی ہوں ۔ یا نہ سمجھی ہوں یہ کون کہہ سکتا ہے ۔

وشنو :۔ معلوم ہوگیا ۔ رام سیوک ! ایک بات ہے ۔

رام سیوک :۔ کہیے

وشنو :۔ تم ہی اس واقعہ کی جڑ ہو ۔

رام سیوک :۔ کون ہیں ؟

وشنو :۔ ہاں ! تم ۔ تمہارے ہی ظلموں سے وہ بھولی بھالی لڑکی ... گھر سے باہر نکل کھڑی ہوئی ۔

رام سیوک :۔ خیر ایسا ہی سہی

وشنو :۔ خیر ایسا ہی سہی کے بھروسے نہ رہنا ۔ یہ نہ سمجھنا کہ تم ...

مُونچ مُڑایا کرو گے ؟

بھگوان سب کچھ دیکھتے ہیں - پاپ کئے جاؤ - آخر میں پھل بھوگنا پڑیگا"

جب بھوگنا پڑیگا - بھوگینگے " یہ کہکر رام سیوک چلنے لگا

وشنو چندر بولے :- "سُنو رام سیوک ! ایک سچی بات بتا دو - اگر لڑکی خوف سے بھاگ گئی ہے تو اُس کا پتہ لگائیں"

رام سیوک مُنہ پھیر کر بولا "کس ملک کا رواج ہے کہ بھاگی ہوئی بہو کو پھر گھر میں رکھیں ہے ؟"

یہ کہکر رام سیوک چلا گیا - رام سیوک کی ماں نے بھی بیٹے کی باتوں پر صاد کیا"

وشنو چندر اپنا سا مُنہ لے کر چلے گئے"

جنیش ... کی ماں اپنے مرحوم شوہر - بیٹے جنیش چندر - اور دا نیش کا نام لے کر رونے لگیں"

آٹھواں باب

بادلوں کو چھید کر زرّین آفتاب کی کرنیں یکایک کھیتوں اور باغوں کے پھولوں پر پڑیں - اور دُور تک پہنچ گئیں - ہر طرف سے دُھوُ دھوُ کا نغمہ سُنائی دے رہا تھا - چاروں طرف بلا کا سکوُن اور سناٹا تھا کسانوں نے دھان کاٹ لیئے تھے - صرف کھیتوں کی زمین میں دھان کی کھونٹیاں رہ گئیں تھیں - سورج کی گرمی سے زمین سخت پتھر کیطرح ہوگئی تھی"

بیچ اُن کے بیچوں بیچ ایک جھیل تھی - جس میں کمدُنی بڑی پھولی ہوئی تھی جھیل کے کنارے مختلف خوشنما پرندوں اس نیلے پانی میں نہا نہا کر گا رہے تھے -

جھیل کے پاس ہی ایک انگریز سائیکل پر جا رہا تھا۔ رفتار بہت تیز تھی۔ یکایک ایک پتھر سے ٹکرا کر گاڑی الٹی گئی اور صاحب بہادر نیچے آ پڑے ایک مسافر دور پر ایک درخت کے نیچے آرام کر رہا تھا۔ صاحب کو گرتے دیکھ کر وہ فوراً دوڑ آیا۔ یہ مسافر ستیش چندر تھے۔

ستیش چندر نے صاحب کے پاس آکر دیکھا۔ ضرب شدید آئی ہے دل پھٹ گیا تھا خون کا فوارہ اُبل رہا تھا صاحب ایک طرح پر بیہوش تھے گاڑی چُور چُور ہوگئی تھی۔

ستیش نے جلدی جلدی اپنی دھوتی سے تھوڑا سا کپڑا پھاڑ کر باندھا اور جھیل سے کمکل کے پتوں پر پانی لاکر کپڑا تر کیا ہاتھ مُنہ دھویا۔ آنکھوں پر پانی کے چھینٹے دیئے بہت دیر کے بعد صاحب کو ہوش دیا۔

ہوش آنے پر صاحب اُٹھ کر بیٹھ گئے ایک مرتبہ ہر چہار طرف اچھی طرح نظر ڈالی شائد انہیں پہلی بات یاد آگئی۔ اس کے بعد سر پر ہاتھ پھیر کر ستیش کیطرف دیکھا۔ بولے تم کون ہو۔

ستیش :۔ میں ایک غریب مسافر ہوں۔ اس درخت کے نیچے بیٹھا ہوا آرام کر رہا تھا۔ یکایک آپ پر آئی ہوئی آفت دیکھکر یہاں دوڑ آیا۔ آپ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں کہاں جاتے ہیں۔ آپ کی گاڑی بالکل ٹوٹ پھوٹ گئی اب آپ کس طرح جائینگے ؟

صاحب : میں اڑیسہ کے گاؤں دیکھنے کے لیئے نکلا تھا۔ اس دیس میں بڑا قحط پڑا ہے اُسی کی خبر لینے آیا تھا۔ میں کلکتہ کے ایک اخبار کا مخبر و نامہ نگار ہوں اس وقت پوری کیطرف جا رہا تھا۔ آپ کہاں جائینگے ؟

ستیش :۔ میرے جانے کا کوئی ٹھیک نہیں۔ میں بڑا تنگدست ہوں۔ اور نوکری

کے لیئے گھر سے نکلا ہوں۔"

صاحب :۔ آپ بنگالی معلوم ہوتے ہیں ۔ نوکری کے لیئے اس مُلک میں کیوں آئے
آئے یہاں تو قحط پڑا ہوا ہے۔ کلکتہ نہیں گئے کیا؟

ستیش :۔ کلکتہ بھی گیا تھا۔ مگر وہاں بھی کوئی ملازمت نہیں ملی۔ کوئی رشتہ دار اور دوست نہ ہونے سے وہاں نوکری نہیں ملتی۔

صاحب :۔" اسی سے آپ کی بنگالی قوم دنیا میں اپنے آپ کو بہت ترقی یافتہ کہتی ہے تمہارے جیسے تنگدست کا کام صرف پچاس روپیہ ماہوار میں بآسانی چلسکتا ہے اگر چار دولتمند مل کر تمہیں پندرہ پندرہ روپے ماہوار دیا کریں تو تم اپنے کنبہ کی بخوبی پرورش کر سکتے ہو۔ جو قوم اپنے بھائی کی مدد کرنا نہیں جانتی۔ اُس کے دُکھ کو اپنا دُکھ نہیں سمجھتی وہ قوم کبھی تعلیمیافتہ کہلانیکی مستحق نہیں۔

ستیش :۔ صاحب! شام ہونے کو آئی۔ آپ کی گاڑی تو ٹوٹ ہی گئی۔ پوری کا فاصلہ یہاں سے سات آٹھ میل کا ہے۔ اس لیئے آپ کسطرح وہاں تک پہنچینگے؟

صاحب :۔ میں بھی سوچ رہا ہوں۔ آپ کہاں جائینگے؟"

ستیش :۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔ کہ میں اِس دیس سے بالکل ناواقف شخص ہوں۔ ٹھیک نہیں بتا سکتا۔ کہ کہاں جاؤنگا؟ اس سامنے والے گاؤں میں آج کی رات کاٹنے کا ارادہ ہے۔"

صاحب :۔ تو چلیئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ میری بات چیت اس مُلک کے لوگ نہیں سمجھتے۔ اِس مُلک میں ابھی انگریزی زبان کا رواج بہت کم ہے آپ کے ساتھ رہنے میں مجھے بہت کچھ سہولیت ہوگی۔ آپ کو تو میرے ساتھ رہنے میں کوئی انکار نہیں۔

ستیش:۔ کوئی انکار نہیں۔ آپ چلیئے۔ مگر آپ کی گاڑی کسطرح جائیگی؟ کیوں کہ گاؤں کا فاصلہ یہاں سے ایک میل سے کم نہیں معلوم ہوتا۔

صاحب:۔ گاؤں میں پہنچکر کسی مزدور سے اُٹھوائینگے۔ اِس کے سوا اور کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔

"ٹھیک ہے چلیئے" یہ کہکر ستیش چندر اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ صاحب بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بہت سا خون نکلجانے کیوجہ سے صاحب بہت کمزور ہوگئے تھے اِس لیئے آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ ستیش بھی صاحب کے ساتھ ساتھ گاؤں کی طرف چلے۔ شام کو دونوں گاؤں میں پہنچے۔ یہ گاؤں ناریل کے درختوں سے گھرا ہوا تھا لوگ بالکل جاہل تھے۔ وہ لوگ صاحب کو یکایک دیکھا بہت خائف ہوئے ستیش اگرچہ "اڑیا" زبان اچھی طرح نہیں جانتے تھے۔ تاہم کسی نہ کسی طرح اُنہوں نے اُن لوگوںکے ذہن نشین کرا دیا گیا کہ وہ دونوں بہت تکلیف میں ہیں اور ایک رات کے لیئے اُن کے یہاں رہنا چاہتے ہیں۔ خوف کی کوئی بات نہیں ہے۔"

ایک ٹوٹے پھوٹے گھر میں اُن کو جگہ دی گئی۔ ستیش صاحب کو وہاں ہی چھوڑکر ایک مزدور پر گاڑی اُٹھواکر ساتھ کر دیا۔

چلتے وقت صاحب ستیش چندر سے بولے۔ بابو صاحب! میں آپ کی خاطر و مدارت سے بہت خوش ہوا۔ آپ بھی میرے ساتھ ہی پوری چلیئے۔

ستیش صاحب! میں یہاں صرف نوکری کے لیئے نہیں آیا۔ اِس دیس کے جگناتھ ہمارے خاص دیوتا ہیں۔ اُن کے درشن کرونگا۔ دیس بھی گھومونگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اگر کوئی ملازمت مل گئی۔ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ ورنہ پھر کلکتہ چلا جاؤنگا

صاحب:۔ اچھا تو کلکتہ پہنچکر اسپلینڈ سٹریٹ میں مجھ سے ضرور ملیئے گا۔ آپکا نام کیا ہے اور وطن کہاں ستیش نے اپنا نام۔ گاؤں کا نام بتایا۔ صاحب نے اُسے اپنی پاکٹ بک میں لکھ لیا۔

چھٹا حصّہ

پہلا باب

بھو بازار سٹریٹ میں لب سڑک ایک عالیشان سہ منزلہ مکان کے سامنے ایک دواخانہ جو دیکھنے میں بہت بڑا اور شاندار نظر آتا تھا پانچ چھ شخص کام کرتے تھے۔ صدر دروازہ پر ایک نہایت ہی خوبصورت سائن بورڈ لگا تھا جس پر ابی دواس کا انگریزی دواخانہ بعبارت موتی اور نمایاں حروف میں لکھی تھی نیچے چھوٹے حروف میں لکھا تھا۔ اس دواخانہ میں ڈاکٹر ڈی۔سی۔ رائے۔ ایل۔ایم۔ ایس ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اور مریضوں کی دیکھ بھال نہایت ہی غور و فکر سے بغیر فیس کرتے ہیں؂

اس مکان کے دو حصے تھے۔ جو بڑا تھا اُس میں ایک مالدار مارواڑی سیٹھ معہ اپنے عیال و اطفال کے رہتے تھے۔ دوسرے حصہ میں لُو نُھکا۔ ڈاکٹر ڈی سی دائے کے ساتھ قیام پذیر تھی۔ پانچکوڑی بھی آکر اسی منزل میں ٹھہرا۔

بھو کی گدھی جس طرح ایک گوشت کے ٹکڑے کو حریصانہ تگ ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھتی ہے اسی طرح لُونُھکا نے پانچکوڑی کے حسن جانسوز پر نظر ڈالی جیسے تلاطم خیز دریا کا لہریں مارتا ہُوا پانی پُل کے ستونوں سے ٹکرا کر اور بھی زیادہ جوش و خروش سے بہتا ہے اور دریا کی روانی میں تیزی پیدا کرتا ہے۔ اُسی طرح لُونُھکا کے دل بیقرار میں خواہشات نفسانی کی کبھی قابو میں نہ آنے والی موجیں پانچکوڑی اپنے پاس اُٹھتے بیٹھتے آتے جاتے اپنی مناسب حدود سے باہر نکلنے لگیں۔ اور بے قابو ہوکر

ویں بدن زور و طاقت حاصل کرنے لگیں۔ حتیٰ کہ ان پر فتح پانا یُوتھکا کے
لیئے محال ہو گیا۔

ایک روز شام کیوقت تیسری منزل کے چھت پر یُوتھکا اور پانچکوڑی دو آرام
کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُوپر لا محدود آسمان کا نیلگون شامیانہ تنا ہُوا تھا چاند کی
پُرنور کرنیں بیشمار تاروں کی دھیمی دھیمی روشنی کے ساتھ ملکر ایک نہایت ہی لطف
خیز اور سرباده محبت سے مخمور کرنیوالا سماں پیدا کر رہی تھیں۔ تمام دُنیا اُس
محبت کی بہار سے شرابُور نظر آتی تھی۔ پھولوں کی بُوئے خوش ہوا میں بسی ہوئی طرب
خیز اور فرحت افزا ہُوا اٹکھیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی۔ نیچے سڑک پر ہار بیچنے کی دلکش
صدائیں رنگین طبع لوگوں کے دلونکو بیقرار کئے دیتی تھی۔ تھرکتی ہوئی چاندنی دل میں
ایک طرب خیز گدگدی پیدا کر رہی تھی۔

یُوتھکا ۔ پر اسدن غضب کا نکھار تھا۔ اُس نے دل ہی دل میں یہ عہد کیا تھا کہ
اب یہ ناقابل برداشت ہے۔ غم فراق کے ایک ایک لمحہ ہزاروں سال سے بھی دقت
طلب معلوم ہوتا ہے۔ آج ہی اس کا خاتمہ ہوگا۔ ہو سکا تو اُسے اپنے تخت دل پر
رونق افروز کرونگی ورنہ پامی پھولونکے ہار کیطرح پاؤں کے نیچے روند کر مسل ڈالونگی
اسی وجہ سے آج شام کو اُس نے بناؤ سنگار میں اپنی تمام طاقتیں صرف کر دی
تھیں عمدہ نہایت خوش قطع بیش قیمت لباس زیب تن کیا۔ گراں بہا۔ چمکدار خوبصورت
جڑاؤ زیورات سے اپنے جسم کو مزین کیا۔ فرحت افزا اور دلکش عطر سے تمام پوشاک
بسائی کالے کالے گھونگر والے بال تیل میں بسا کر کنگھی پھیری اور عجیب انداز سے
جوڑا گوندھا آرام کرسی پر رونق افروز ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے
نُور کی ایک مجسم پری فضائے دہر میں اُتر آئی جس کے نور سے در و دیوار جگمگائے
جا رہے ہیں پانچکوڑی اُسکے سامنے موجود تھا۔ اُس کے چہرے سے عجیب کی

اور استقلال برس رہا تھا۔ یہ بہت پاکیزہ بیحد دلکش اور نہایت ہی مستحکم نمایاں تھا
کی وضع قطع میں جو بانکپن اور دلفریبی تھی۔ سیاہ لہراتی ہوئی زلفوں میں جو دلربائی
اُن متوالی نگاہوں میں جو اعجاز ساحری۔ سرخ گلابی ہونٹوں میں جو شیرینی اور
ملاحت رنگت میں جو دلآویزی اور ناوک مژگاں میں جو تیزی اور سرعت تھی
اُسے دیکھکر ایسا کون شخص تھا جو اپنے دلِ بسمل کو قابو میں رکھ سکتا۔ مگر مہنبر پاک
دِل پانچکوڑی پر اِن سب کا کچھ اثر نہ ہُوا۔

پانچکوڑی کیا کوئی یوگی تھا۔ جو ایسے زاہد فریب حسن و جمال کو دیکھکر کبھی نہ
ڈگمگایا۔ جسے دیکھکر بڑے بڑے عابد و زاہد از خود رفتہ ہوجاتے۔ پانچکوڑی
کون تھا۔ پانچکوڑی ماتا کا اُپاسک اور شکتی کا سیوک تھا۔ اُس نے اس بے نظیر
اور لاثانی حسن و جمال میں اپنی اُپاسیا دیوی (معبود) ماتا کا مورتی کے جلال
کا اظہار خیال کیا۔ اور نہایت سنجیدگی سے اُس کی طرف دیکھتا ہُوا اپنے خیالات
میں محو ہوگیا۔ اُس نے حسن عقیدت سے بھرے ہوئے لہجہ میں اپنے دل ہی
دل میں ماتا کہکر اُسے پرنام کیا۔ آہا! ماتا کا لفظ کتنا شیریں اور میٹھا ہے۔ ماتا
کہنے سے سخت سے سخت غصہ میں بھرا ہُوا دشمن ٹھنڈا ہوجاتا ہے روح خوشی سے
ناچنے لگتی ہے۔ آنکھوں میں مسرت کے آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔ اُس نے ماں کہکر
پکارنے کی تعلیم پائی تھی۔ لامحدود حسن و جمال تر و تازگی۔ خوشبو۔ خوش آواز بے
نظیر ماتا کو پہچان لیا تھا۔ اِس لئے پانچکوڑی آج اپنے نفس امارہ پر ایسا فتحیاب تھا
جب تک حواس اِن محسوسات کے بھوکے رہتے ہیں۔ جب تک وہ لذات نفسانی
سے سیر نہیں ہوتے۔ تب تک اُن میں نئی نئی خواہشات پیدا ہوتی جاتی ہیں۔
دل میں نت نئی آرزوؤں کا طوفان بپا ہوتا ہے جو اپنا اثر ڈالے بغیر کبھی ختم نہیں
ہوتیں قدرت نے اسی طرح ہمیں اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے۔ لیکن اگر اس لامحدود

قدرت کو سب کچھ یہ اکر نیوالی طاقت کی صورت میں تم پہچان لیا جائے اور بلند نظر بن کر ماں کہکر پکاریں۔ تو اُس کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا ہے وہ اپنی ذات کو بھولی ہوئی روُح کو دُنیاوی عیش و عشرت میں پھنساکر طرح طرح کی خرابیوں میں ڈال رہی ہے ذرا اُسے ماتا کہکر پکارو۔ اُسوقت تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ وہ رحم اور محبت سے بھری ہوئی ماں جس راستہ سے آرہی تھی اُسی راستہ پہ واپس چلی گئی ہے اس طرح غائب ہوکر وہ اُس شخص کو جس نے اپنی زندگی کے راستہ پر اپنے نقش قدم گم کر دیئے تھے۔ پھر اُسکی رہنمائی کرنے لگتی ہے اسی کو شکتی کا سادھن کہتے ہیں ماں کی شکتی کا سادھن کرنے والوں کا نام شکتی سادھک ہے۔ اسی پچھلے جنم کے سادھن کے پھل سے ہی آج پانچکوڑی اپنے نفس امّارہ پر فتحیاب ہُوا ہے

لُوٹھکا نے کہا۔ پانچکوڑی اسُنو۔ ذرا آنکھ اُٹھا کر میرے دل کی طرف دیکھو ذرّے ذرّے میں تمہارا ہی جلوہ ہے۔ میں تمہیں دل و جان سے پیار کرتی ہوں پانچکوڑی نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ کیوں فضول خواہشات میں مبتلا ہوتی ہو۔ میں تو تمہارا بیٹا ہوں ما

لُوٹھکا۔ اب اُن پرانی باتوں کو چھوڑ دو یہ بار اسُن چکی ہوں۔ چونکہ ایک آزاد خیال عورت ہوں۔ کسی کے ساتھ میرا کوئی خاص تعلق نہیں میں جو چاہتی ہوں کرتی ہوں۔ اپنی خواہشات تمہیں اپنے سینہ سے لپٹا کر تمہارے پیار و محبت کی کلی بہار لوٹنا چاہتی ہوں۔ پیارے! آؤ۔ اب بہت نہ تڑپاؤ۔ میرے ہو جاؤ

پانچکوڑی:۔ تم تو میری ماں ہو۔

لُوٹھکا۔ پھر وہی بات! تم اِس امر کا کچھ خوف نہ کرو۔ کہ تمہارے بھائی صاحب پر یہہ راز افشاں ہوجائیگا۔ ہم دونوں پوشیدہ طور پر ہی اپنے دل کے حوصلے نکالینگے اور دل کھولکر ایک دوسرے کے سرمایہ شباب سے اپنی تشنگی رفع کرینگے

پانچکوڑی :- ماتا اب مجھے اور بُرا بھلا نہ کہو
ٹوتھکا :- سُنو پانچکوڑی سُنو۔ تم کون ہو ؟ جس کے قدموں پر گر کر میں اس طرح گڑگڑا رہی ہوں۔ اس زندگی میں نے کبھی ایسی منت و خوشامد سے کام نہیں لیا میری ایک ایک ادا پر کتنے ہی محبت کے متوالے اس شمع حسن پر پروانہ وار نثار ہونے کے لیے تیار رہے ہیں۔ تو بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ میں تمہیں کیوں نہیں بھول سکتی۔ تم کسی دن جھوٹوں بھی تو یہ کہکر میری لاج رکھ لو۔ کہ میں تمہیں چاہتا ہوں تاکہ میں اپنے آپ کو کامیاب سمجھوں۔ اور اس کامیابی کی خوشی ایک عرصۂ دراز تک اپنے دل میں رکھ سکوں۔
پانچکوڑی :- ٹوتھکا ! میں کون ہوں ؟ میرے لیئے تم اسقدر از خود رفتہ کیوں ہو ؟ جھی چھی ! مجھے بھول جاؤ۔ دیکھو میرے اس جسم کو کاٹ کر دیکھو۔ یہ تو محض کتوں اور گیدڑوں کی خوراک ہے۔ اگر اسے کچھ دیر پڑا رہنے دوگی۔ تو اس میں سے ایسی عفونت آئیگی۔ کہ یہاں ٹھیر بھی نہ سکوگی ؟
ٹوتھکا :- سنگدل ! پھر وہی شرارت ! ! پھر وہی دھوکا بازی ! ! !
پانچکوڑی :- میں تو تمہیں ماتا کی مورتی کی حیثیت سے دیکھتا ہوں اور تمہی سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں۔ ماتا مجھے معاف کرو۔ اور میری حفاظت کرو۔ ٹوتھکا کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے فرط غضب سے اُس کا چہرہ سُرخ ہوگیا ہاتھ کانپتی اور رکتی ہوئی آواز سے بولی میری عاجزانہ منت سماجت بیقرارانہ درخواست کیا یُوں ہی رائگاں جائے گی۔ کیا تم مجھے کسی طرح بھی قبول نہ کروگے ؟
پانچکوڑی نے نہایت استقلال سے جواب دیا " نہیں۔ ہرگز نہیں "
ٹوتھکا :- دیوانہ وار کھڑی ہوگئی۔ ہاتھ اٹھاکر نہایت تیز اور دلخراش لہجہ میں

بولی تو پھر تیار ہو جاؤ۔ یہ نہ سمجھنا کہ مجھے اس طرح جلا کر تم آرام سے رہ سکو گے یاد رکھو۔ تمہیں بھی اس شعلہ زن آگ میں جل جل کر خاک ہونا پڑیگا۔

یہ کہکر تو نھکا نے پاس پڑے ہوئے کوچ کے نیچے سے ایک چیز نکالکر پانچکوڑی کو دکھائی۔ اور بولی پہچانو!

پانچکوڑی:۔ پہچانتا ہوں

تو نھکا:۔ اب تم کس حالت میں ہو جانتے ہو!

پانچکوڑی:۔ جانتا ہوں

تو نھکا:۔ اب میں تمہیں مجرم کہکر گرفتار کراؤنگی"

پانچکوڑی:۔ میں نے کیا قصور کیا ہے۔

تو نھکا:۔ تو نھکا کی زندگی کو اپنے پاؤں میں ڈالکر تم نے نہایت بے رحمی سے کچلا ہے اور اس کے شیشۂ دل کو اپنے سنگ بے اعتنائی سے چور چور کر دیا ہے اب میں دیکھونگی۔ کہ تم کسطرح آرام زندگی بسر کرتے ہو اور دیکھونگی کہ کیسے کلنک کے ٹیکے سے اپنی پیشانی محفوظ رکھتے ہو۔ بولو۔ بولو!! ابھی کچھ نہیں گیا وقت ہے کہو کیا تم میرے ہوگے؟ پھر وقت نہ رہیگا۔ ایسا موقعہ پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ آؤ اب بھی میرے ہو۔ جاؤ۔ آؤ جان سے بھی پیارے! اب بھی مجھے اپنا بناؤگے

پانچکوڑی:۔ خاموش کھڑا ہوا سب سنتا رہا۔ اس کا دل ذرا بھی ڈانواں ڈول نہ ہوا اُسی دلیرانہ استقلال سے جواب دیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

تو نھکا:۔ ہونٹ چباتی اور دانت پیستی ہوئی چلا کر بولی۔ کیا اب بھی نہیں

پانچکوڑی:۔ نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ ماں کے ساتھ بیٹے کا برتاؤ ہر وقت یکساں رہیگا۔

پُونمکا:۔ اب ایک منٹ بھی وہاں نہ ٹھہر سکی بس بھری ناگن کیطرح جوش میں آئی ہوئی سر سر کرتی وہاں سے چل دی۔ پانچکوڑی کو جو چیز اُس نے دکھائی تھی جاتے ہوئے اُسے بھی اپنے ساتھ لے گئی۔

پانچکوڑی:۔ بیٹھا بیٹھا کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ بعد ازاں نہایت ہی میٹھے سُروں میں گیت کا ایک حصّہ گنگناتا ہُوا نیچے چلا گیا۔ گیت یہ تھا۔

کالی۔ کال بھجے ہرن ہاری
چھانڈو نہ موہے کال مُکھ میں ماری
کاہے کرو دھ کرو مانا۔ ہیں نو بال نیٹ اناری
کالی۔ کال بھجے ہرن ہاری

دوسرا باب ۲

عورت کیا ہے؟ لامحدُود کی ایک شان کائنات کی عظمت۔ آفرینش کا کمال عورت عیاش کا عیش۔ زاہد کا زہد۔ عابد کی عبادت۔ ستا مرتاض کی ریاضت یوگی کا دھیان اور تپسوی کا پران ہے۔ عورت حسن و جمال کا معدن۔ شیریں کا مخزن۔ و دلفریبی کی تصویر اور پاکیزگی کا نمونہ ہے۔ عورت محبت کی مندا کنی تقدیس کی گو مکھی۔ رحم و کرم کی بھاگیرتھی۔ اور پریم کی جھلک ہے اسی عورت کی طاقت برداشت سیتا جیتی برت ساوتری اور جلال درو پدی کے رُوپ میں نمُودار ہے۔ عورت گھر کے کام کاج کیوجہ سے گرہنی لکشمی بچوں کی پرورش کے لحاظ سے جننی۔ بھوک دُور کرنے کے خیال سے ان پورنا اور بیکس دیے بس پہ رحم ہونے کے باعث پاروتی عورت کے لامحدُود اوصاف

محدود الفاظ کی زنجیروں میں جکڑے نہیں جاسکتے۔ اُس کی تشریح ناممکن ہے۔ دیوی کیوں راکشسی ہو جاتی ہے۔ عورت بس بھری کیوں بن جاتی ہے عصمت و عفت عورتوں کا بہشتی دھرم ہے اور ہر لحاظ سے عورت کا مکمل ہونا دیناوی شان ہے جو اِس سے محروم ہے۔ وہ عورت کے درجہ سے گر گئی ہے۔ یہ وہ منزل ہے جس میں دیوی راکشسی اور معمولی عورت ناگن ہو جاتی ہے گلاب کی خوشبو دور ہو جانے سے محض ایک کانٹا رہ جاتا ہے۔ سورج کے کنول کی جھلک دور ہو جانے پر وہ آکھ کا پھول جیسا رہ جاتا ہے۔

پُونھکا نے خواہشاتِ نفسانی کی تیز ترنگوں میں پڑ کر اپنا یہ بیش قیمت خزانہ گم کر دیا تھا۔ وہ اپنے اِس بلند ترین درجہ سے گر گئی تھی۔ اِس لیئے دیوی سے راکشسی اور عورت سے ناگن ہو گئی تھی۔ پانچکوڑی کی نفسکشی کیوجہ سے اُس کی خواہش اور بھی تیز ہو گئی تھی۔ اُس کی عاجزانہ درخواستوں کے نامنظور ہونے کے باعث اُس کی آرزوؤں نے اپنے دامن اور بھی پھیلا دیئے تھے۔ اِسی لیئے اُس وقت وہ ایک بس بھری ناگن کیطرح پھنکاریں مار رہی تھی۔ خواہشاتِ نفسانی کے شرارے اُسکی آنکھوں سے نکل رہے تھے۔ اُس کے سانس سانس سے شعلے لپک رہے تھے اور بات بات سے زہر ٹپک رہا تھا۔

وہ تیسری منزل سے دوسری منزل میں آئی اور فرش پہ بیٹھ گئی۔ نوکر کو حکم دیا کہ ڈاکٹر صاحب کو بُلا لاؤ۔

نوکر چلا گیا۔ کمرہ گیس کی روشنی سے نور کا بُکہ بنا ہوا تھا۔ پُونھکا فرش سے اُٹھکر پاس ہی دیوار سے لگے ہوئے ایک بڑے آئینہ کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اور اُس میں اپنا حُسن و جمال بڑے غور سے دیکھنے لگی۔ اُس کے بعد ایک کوچ پر آکر بیٹھ گئی اور آہستہ آہستہ کہنے لگی۔ نادان! ایسی مجسم حور کو تو نے اپنے پاؤں سے

ٹھکرا دیا۔ مغرور پارسا! دیکھونگی تجھ میں کسقدر غرور اور زہد ہے؟ ایسی دلکش اور سوہنی مورتی ایسا اٹھتا ہوا نوخیز جوبن ایسا حسن وسلیقہ۔ محبت کا نذرانہ لے کر تیرے روبرو موجود ہوئی۔ منت و سماجت کی۔ رو ئی چلائی۔ گڑگڑائی۔ مگر تجھے اسقدر غرور! کسی طرح تو راضی نہ ہوا۔ اور سنگدل! اب اسکی مناسب سزا قبول کرنے کے لیئے تو تیار ہو جا۔ تیرے رہتے پوتھکا کا دل ٹھکانے نہیں ہوگا جس سے تیری زندگی کے کھیل کا خاتمہ ہو آج سے میں یہی کرونگی۔ اسی وقت دانیش چند آگئے۔ وہ پوتھکا کا بناؤ سنگار دیکھکر دنگ رہ گئے انہوں نے اس سے پیشتر پوتھکا کو اس طرح بنے ٹھنے کبھی نہ دیکھا تھا۔ تعجب انگیز لہجہ میں بولے۔ یہ بناؤ سنگار کیوں؟

پوتھکا۔ کچھ سنا۔

دانیش:۔ بہت سی باتیں سنا کرتا ہوں۔ مگر تمہاری محبت کے رس میں ڈوبی ہوئی باتیں بغیر سنے ہوئے دل محفوظ نہیں ہوتا۔

پوتھکا:۔ یہ محبت کا راگ چھوڑو۔ بات بڑی خطرناک ہے۔

دانیش۔ کیا۔

پوتھکا نے دانیش کو وہی چیز دکھائی۔ دانیش دیکھتے ہی چونک پڑے بولے یہ یہاں کیسے آیا؟

پوتھکا:۔ تمہارے بھائی صاحب کی کرتوت ہے۔

دانیش:۔ اُف تباہی کا سامان ہوا؟

پوتھکا:۔ مجھے سب معلوم ہوگیا اور وہ بھی جان گئے ہیں۔

دانیش:۔ اب کیا ہوگا؟

پوتھکا:۔ پوتھکا پولیس میں جائینگے۔ گرفتار کرائینگے۔

دانیش:۔ اُف غضب ہوگیا۔ ہائے یہ تمہاری ہی لائی ہوئی مصیبت ہے

میں اُسے جانتا ہوں۔ اسی وجہ سے مظفر پور سے بھگا دیا تھا۔ مگر تم نے پھر بلالیا اب جلدی کوئی تدبیر کرنی چاہیئے ورنہ تمام شیخی کرکری ہو جائے گی اور بنی بنائی عزت خاک میں ملجائیگی۔ کچھ بھی ہو چیلنا نہ تو دیکھنا ہی پڑیگا۔

پوتھکا:۔ ایک کام کرو۔ میں راجہ صاحب کی ماں کے پاس جاتی ہوں۔ تم اُنہیں ایک خط لکھدو اور اُس میں لکھو۔ کہ میں پانچکوڑی کو ابھی گھر سے نکالے دیتا ہوں۔ آپ مجھے اس کے لئے معاف فرمائیے گا۔ تم صرف اتنی بات لکھدو۔ باقی میں کہہ سن لونگی

دانیش کچھ دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد بولے:۔ یہی ٹھیک ہے۔

پوتھکا:۔ چونکہ اب وہ جان گئے ہیں۔ اس لئے اگر پانچکوڑی اور یہ ہار دونوں چھپا دیئے جائیں۔ تو بھی کیونکر چلے گا۔ وہ مجھے بطور گواہ کے پیش کرینگے۔ اور میں جسم میں جان رہتے ہوئے کبھی جھوٹ نہیں بولونگی۔ یہ انگریزی سلطنت ہے پانچکوڑی بھاگ کر کہاں جائیگا۔

دانیش:۔ اچھا خط اس طرح لکھوں۔ کہ کوئی قانونی گرفت نہ ہو۔

پوتھکا نے اپنی رائے دی۔ دانیش نے لکھا۔ "میرا مُنہ دیکھکر مجھے معاف کیجئیے گا۔ اُسے ابھی یہاں سے رخصت کرتا ہوں۔ دانیش۔

پوتھکا وہ خط اور ہار لے کر چلی گئی۔ دانیش نے پانچکوڑی کو بلوایا۔

بات یہ تھی۔ کہ اُس مکان کے دوسرے حصے میں جو مارواڑی رہتے تھے۔ اُن کی بیوی کا بیش قیمت ہار اور ایک انگوٹھی کھو گئی تھی۔ مارواڑی کی بیوی نے خوف کی وجہ سے اپنے شوہر سے نہیں بتایا تھا۔ دو تین دن بعد جب مارواڑی کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ اور اُنہوں نے دریافت کیا۔ تو اِن کی بیوی نے یہ بات بتائی۔ کہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ گم ہو گیا۔ مارواڑی مہاشے اپنی بیوی پر بہت اعتبار نہیں کرتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اُنکا چال چلن خود اچھا نہیں تھا ورنہ اُنکی

بیوی تو بالکل لکشمی تھیں مارواڑی مہاشے نے پولیس میں رپورٹ کر دی تھی ایک مکان میں رہنے کیوجہ سے یہ بات سب جان گئے تھے۔

یہ شرارت پوتھکا کی تھی۔ پانچکوڑی کو دام بلا میں پھنسانے کے لیئے اس نے یہ کام پہلے سے ہی کر رکھا تھا۔ مارواڑی کے گھر میں پوتھکا آتی جاتی تھی۔ اس لئے ایک دن موقعہ پاکر وہ ہار چرا لائی۔ نوکر کے ساتھ آکر پانچکوڑی بھائی کے روبرو کھڑا ہو گیا نوکر کو رخصت کرکے دانیش نے غضبناک لہجہ میں کہا۔ میری جان لینے اور سب میں میرا سر نیچا کرانے کے لیئے تو یہاں کیوں آیا؟

پانچکوڑی :۔ کیوں؟ میں نے کیا کیا؟

دانیش :۔ اب بھی پوچھتا ہے کہ کیا کیا۔ پاجی بد معاش!! تیری وجہ سے مجھ پر بلا ہی آنیوالی ہے۔ ہار کیوں چرایا؟

پانچکوڑی :۔ ہار میں نے نہیں چرایا۔

دانیش :۔ او جاہل مطلق! تو کیا میں نے چرایا ہے؟

پانچکوڑی :۔ میں آپ کے پاؤں چھوکر کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں نے نہیں چرایا۔ وہ ہار میں نے پوتھکا کے پاس دیکھا تھا۔

دانیش :۔ نمک حرام پوتھکا نے تیرے ساتھ کیسے کیسے احسانات کیئے۔ وہ تجھ کو بیٹے سے زیادہ سمجھتی ہے۔ تیرے لیئے دوسروں سے معافی مانگنے گئی اور تو کہتا ہے کہ پوتھکا کے ہاتھ میں دیکھا تھا او کمینہ صفات! جا ابھی میری نظروں سے دور ہو جا اور اس گھر سے نکلجا۔

آنسوؤں سے بھرپور آنکھوں سے بھائی کیطرف دیکھکر پانچکوڑی بولا۔ پوتھکا میری ماں ہے۔ پیار کیوں نہ کریگی۔ میں کل صبح کی گاڑی سے چلا جاؤنگا۔ مگر دادا میری ایک بات غور سے سن لیجیئے۔ آپ بڑے بھائی ہیں۔ آپکا منگل میرا ہی منگل ہے

آپ نے ٹھکا کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ گھر کی مالکنی تو دانو کے بغیر بھوکوں مر رہی ہے اور آپ اس بیس بھری ناگن کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

دانیش نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن جھکتے رہے پانچکوڑی گھر جانے کی خاطر اپنے کپڑے باندھنے کا انتظام کرنے لگا۔

تیسرا باب ۳

مارواڑی جماعت کا نام جو کچھ ہو۔ مگر سب انہیں راجہ صاحب کہا کرتے تھے۔ یہ خطاب انہیں کہاں سے ملا تھا؟ اس کی کسی کو خبر نہ تھی وہ عوام میں "راجہ صاحب" کے ہی نام سے مشہور تھے۔ ہم بھی انہیں اسی نام سے منسوب کریں گے۔

راجہ صاحب کا طرز معاشرت بالکل نئی روشنی کا سا تھا۔ وہ ذات پات کے مسئلہ پر زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے اُن کے باپ اپنے دیس سے کلکتہ آکر کچھ دنوں کپڑے کی پھیری کرتے رہے اس کے بعد ایک دوکان کر لی۔ اور خوب روپیہ کمایا راجہ صاحب کلکتہ ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ اور یہاں ہی اُنہوں نے انگریزی کی تعلیم حاصل کی تھی۔

اُن کی عمر تیس سال سے زیادہ نہیں۔ وہ کوئی روزگار یا تجارت نہیں کرتے تھے وہ مکان اُنہیں کا تھا۔ بڑے حصے میں خود رہتے تھے۔ چھوٹا نیچے ٹھکا اور دانیش کو کرایہ پر دے رکھا تھا۔ ٹھکا کے اوپر اُن کی عاشقانہ نظریں پڑی تھیں مگر ٹھکا اب تک پہلی سی ٹھکا نہیں رہی تھی اس کا دل اسوقت فکر و تردد کا جولا نگاہ بن گیا تھا۔ وہ ایک شخص کی محبت کے دام میں گرفتار ہو گئی تھی۔ سونے کی سنہری کرنیں جیسے کسی رنگ کے برتن پر پڑ کر وہی رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ محبت کا بھی یہی حال ہے

نوتھکا کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ راجہ صاحب سے چاہتے ہیں۔ مگر اس نے کبھی بھول کر بھی راجہ صاحب کیطرف نظر نہیں کی تھی۔ آج نوتھکا اپنی مرضی سے راجہ صاحب کے پاس گئی۔ اور انہیں شلیہ بن لیکر ان کے روبرو ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔"

راجہ صاحب نے کہا۔ ڈاکٹر صاحبہ! کہیئے آج تو میری خوش نصیبی کا ستارہ چمکا یکبیک۔ ہم سمجھے۔ آپ نے بڑی نوازش کی۔ کہ غریب خانہ پر کرم کیا۔ کہئے کیا ارشاد ہے

نوتھکا:۔ خوش نصیبی اور بدنصیبی تو میں جانتی نہیں۔ راجہ صاحب! میں آپ کو پیار کرتی ہوں کیا کسی قسم کا نقصان مجھ سے جیتے جی دیکھا نہیں جاتا اسی لیئے آیا ہوں۔

راجہ صاحب:۔ پیار کرتی ہوں" ہائے کیسا پیارا لفظ ہے۔ کانوں میں جیسے آبحیات ٹپکا دیا۔ مگر کہئے۔ کیسا نقصان؟

نوتھکا:۔ میرا خیال ہے کہ اس کے سننے سے آپ کو تکلیف ہوگی۔

راجہ صاحب:۔ ایسی کیا بات ہے۔ میں سننے کے لیئے تیار ہوں۔ آپ کہئے۔

نوتھکا:۔ چونکہ میں آپ کو بہت پیار کرتی ہوں۔ اس لیئے کہنے آئی ہوں محبت ہونے کی وجہ سے آپ کی بربادی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ افسوس آپ کی نادانستگی میں ایسا۔۔

راجہ صاحب:۔ اب پہیلیاں نہ بجھائیے۔ جلد کہئے۔ میں بہت بیتاب ہوں آبحیات میں زہر کا بوند کہاں سے ٹپک پڑی۔ بربادی کیسی۔ ہائے بھگوان کیا ہے۔ جگر پھٹنے لگا

نوتھکا:۔ آپ کی بیوی صاحبہ اگرچہ ایک نہایت ہی نیک عورت ہیں۔ مگر تاہم شباب کی مست خواہشات نے انکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بھائی پانچکوڑی سے۔۔

راجہ صاحب اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ غصہ سے انکا جسم تھر تھر کانپنے لگا

پر پاؤں ٹپک کر کرخت لہجہ میں بولے۔ یہ بات آپ سے کس نے کہی ؟
لو ٹھکا :۔ سنئے راجہ صاحب! میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ آپ کو حیات سے زیادہ چاہتی ہوں۔ اسی وجہ سے یہ کہنے آئی ہوں۔ آپ گھبرا یئے نہیں استقلال سے کام باتیں بغور سنئے۔
راجہ صاحب ۔ کہئے کہئے ۔ جلد کہئے۔ مختصر اًکہئے ۔ آپ کو شاید معلوم ہوگا کیسے جلد کہئے ــــ جلد
لو ٹھکا :۔ آپ کی بیوی نے اپنا ہار اور انگھوٹھی ۔ ۔ ۔ کو بطور تحفہ محبت نذر کئے ہیں
راجہ صاحب :۔ نے نہایت ہی بیتابانہ انداز سے کہا۔ جھوٹی بات آپ کو یہ جھوٹی خبر کس نے دی ؟ ہار چوری گیا ہے "
لو ٹھکا :۔ اگر چوری جاتا تو آپ کی بیوی صاحبہ اتنے دنوں تک چپ کیوں رکھتیں وہی ہار اور انگوٹھی۔
راجہ صاحب کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی ۔ دانت پیس کر بولے ۔ ۔ ۔ یہ دھوکا! یہ کپٹ !!
لو ٹھکا :۔ گھبرایئے نہیں اور نہ اسقدر طیش میں آیئے ۔ آپ مرد ہیں عورتوں کی طرح اسقدر زود رنجی مناسب نہیں ۔ سنئے پہلے کلام ۔ ۔ ۔ پیش کیجیے۔
راجہ صاحب :۔ بس بس! اب کچھ نہیں ــــ اچھا کہئے
لو ٹھکا :۔ اسی لیئے ڈاکٹر صاحب نے آپ کو ایک خط ۔ ۔ ۔ میں آپ سے معافی مانگی ہے۔ آپ کو معاف کرنا پڑیگا۔ یہ کہکر لو ٹھکا نے راجہ صاحب کے ہاتھ میں خط دیدیا۔ راجہ صاحب نے پڑھا اور چاک کر دیا۔ اب انکا رہا سہا شک بھی جاتا رہا کرخت لہجہ میں بولے معافی نہیں ۔ ہرگز نہ

بغیر پانچکوڑی کا خون کیئے میرے دل کی آگ نہ بجھیگی "

یونھکا :- اب آپ اسقدر گھبراہٹ سے کام لینے لگے۔ راجہ صاحب اجان آرزو!! میں تمہیں دل سے پیار کرتی ہوں۔ اسی وجہ سے تمام باتیں صاف کہدی ہیں۔ مگر آپ ضبط سے کام لیجئے۔ میں آپ کو پریشان دیکھنا نہیں چاہتی نظر انداز کیجئے۔

راجہ صاحب :- کتا۔ سؤر۔ ایسے شخص کا خون کرنے میں کوئی پاپ نہیں

یونھکا :- مگر آپ پر بھی مصیبت آنے کا خوف ہے۔

راجہ صاحب :- اب اس سے زیادہ مصیبت اور کیا آسکے گی؟ جسکی بیوی دوسرے پر فریفتہ ۔۔ اسکے لیئے اور مصیبت کیا ہے

یونھکا :- اگرچہ ڈاکٹر صاحب مجھے بہت پیار کرتے ہیں۔ مگر میرا دل ہمیشہ آپکے لیئے بے چین رہتا ہے

راجہ صاحب :- اب اسوقت ان باتوں پر غور کرنے کا موقع نہیں ہے دل کا ایک حصہ آگ میں جل رہا ہے۔ بغیر پانچکوڑی کا خون دیکھے یہ آگ نہیں بجھیگی۔

یونھکا :- دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی۔ کہ وار خالی نہیں گیا۔ بظاہر نفرت آمیز لہجہ میں بولی۔ تو آپ اب کیا کرنا چاہتے ہیں؟

راجہ صاحب :- پانچکوڑی کا خون!

یونھکا :- ایک معمولی سی بات کے لیئے آپ مصیبت کو کیوں بلاتے ہیں یہ انگریزی سلطنت ہے۔

راجہ صاحب :- آپ اسے معمولی بات کہتی ہیں۔ اگر ایسی بات بھی معمولی ہے۔ تو پھر دنیا میں غیر معمولی کیا ہے؟ مجھے سب کچھ منظور ہے۔ پھانسی چڑھنا بھی قبول ہے۔

یوتھکا :- نہ نہ! ایسا نہ کیجئے۔ آپ اُسے جیلخانہ بھجوا دیجئے۔

جُوں جُوں یوتھکا راجہ صاحب کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتی۔ تُوں تُوں راجہ صاحب کا غصہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور ان باتوں کے کہنے سے یوتھکا کا بھی مقصد یہی تھا کہ راجہ صاحب غصہ میں اندھا ہو کر پانچکوڑی کا خون کر ڈالیں۔

راجہ صاحب بولے جیل وِیل نہیں۔ خون ہوگا خون! میرا خون ابھی بنگالیوں کے خون کی طرح سرد نہیں ہُوا!

یوتھکا اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کی آنکھوں سے جیسے شرارے نکلنے لگے بولی تو ایسا ہی سہی۔ مگر آج ہی یہ کام ختم کر دینا چاہیئے۔ سُنئے راجہ صاحب! پانچکوڑی نے سب کچھ برباد کیا۔ میرے ساتھ ظلم کیا۔ میری عصمت کے درپے ہُوا۔ کچھ روپیے مجھ سے وہ بھی چھین لیئے۔ اُس کی موت سے مجھے بھی تسکین ہے۔ اُس کے خون سے مجھے بھی شانتی ملے گی۔ مگر یہ کام آپ خود نہ کیجئے۔ کسی دوسرے سے کرائیے۔ کل وہ گھر چلا جائیگا۔ اس لیئے آج رات کو ہی کام ختم کر دینا چاہیئے۔ وہ دواخانہ میں سوتا ہے میں دروازہ کھُلا رکھونگی

راجہ صاحب کچھ نہیں سمجھے تھے۔ راکشنی کا چکر اُن پر چل گیا۔ اپنے مقصد میں کامیابی دیکھ کر یوتھکا بخوشی اُن سے رُخصت ہُوئی۔ یوتھکا کے جانے پر راجہ صاحب نے اپنے نہایت ہی قابلِ اعتماد باورچی کو بُلایا۔ اور اُس سے پانچکوڑی کا خون کرنے کے لیئے اقرار کیا دو ہزار روپے کے انعام کا لالچ بھی دیا ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا۔ کہ کام تمام کر کے اور روپیے لے کر تم صبح ہی اپنے گاؤں پر چلے جانا برہمن دو ہزار روپے کا لالچ نہ چھوڑ سکا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اس کے بعد منظور کر لیا۔

* * *

چوتھا باب

دوا خانہ کا نوکر بلا ناغہ علے الصباح آکر دروازہ کھٹکھٹاتا تھا۔ پانچ کوڑی جاگ اُٹھتی تھی۔ اور وہ اُٹھکر کھول دیتا تھا۔ نوکر مکان میں داخل ہو کر صفائی وغیرہ کرتا تھا اُس دن بھی وہ وقت مقررہ پر آیا۔ ایک معمولی ادھکا لگتے ہی دروازہ کھل گیا۔ نوکر متحیر ہو کر اندر داخل ہوا۔ اور پانچکوڑی کے بستر کے پاس پہنچتے ہی چلا اُٹھا پانچکوڑی بستر پر نہیں تھا۔ تمام بستر خون میں لت پت تھا۔ اور خون نیچے ٹپک رہا تھا۔ یہ ہیبتناک نظارہ دیکھ کر نوکر خون! خون! چلاتا ہوا باہر آیا۔

دانیتیں یہ نوکر کا شور و شر سنکر گھبرا اُٹھے اور دوڑ کر وہاں آئے یہ افسوسناک نظارہ دیکھکر چلا اُٹھے۔ شور و غل سنکر پہرہ والا بھی آگیا رفتہ رفتہ راجہ صاحب پوتھکا و دیگر اشخاص بھی وہاں آکر جمع ہوگئے۔ راجہ صاحب نے پانچکوڑی کا خون دیکھ کر ایک آہ سرد بھری پوتھکا کی آنکھیں بند ہوگئیں اُس کے دل سے حسرت آمیز نعرہ بلند ہوا۔ اپنے ٹوٹے ہوئے دل کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر دل ہی دل میں بولی آئے! ایران پیارے پانچ کوڑی! تم کہاں گئے! اُسکی آنکھوں میں آنسو بہ نہیں تھے۔ منہ خشک ہوگیا ہوگیا تھا۔ اور مشکل پاگلوں جیسی ہوگئی تھی۔

پوتھکا۔ پہلے یہ نہیں جانتی تھی۔ کہ پانچکوڑی کے مرجانے پر اُس کے دل کی آگ اِسقدر بھڑک اُٹھے گی۔ وہ نہیں سمجھتی تھی۔ کہ جسکے ساتھ پریم کیا جاتا ہے اُسپر غرور اور غصّہ کام نہیں کرتا۔ اُس نے پہلے کبھی پریم کا مزہ نہیں پایا تھا۔ محبت کی قدر و قیمت اور اُس کا احصل نہیں سمجھتی تھی۔ ابتک وہ دو دِل

کے دل کو کھلونا بنا کر اور دام محبت میں پھنسا کر کھیل کیا کرتی تھی دوسروں کے دلوں کو پیروں کے نیچے مسلنا ہی اُس کا کام تھا۔ مگر پانچکوڑی کو وہ فی الحقیقت پیار کرتی تھی۔ پانچ کوڑی کے ساتھ اسکی سچی محبت تھی وہ اُس کا دل چھین کر چلا گیا۔ ہائے یہ کیسی تباہی و بربادی آگئی تو تخت کا لے پانچکوڑی کا خون نہیں کرایا بلکہ اپنا ہی کیا۔ اُس نے اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کلہاڑی ماری۔ اپنی جان کی آپ ہی دشمن ہوگئی۔ خون! خون! خون!! ایک کا خون جو جان سے زیادہ پیارے پانچکوڑی کا خون۔ زندگی کے سب کچھ پیارے پانچکوڑی کا خون۔ اُف کیسا ہیبتناک نظارہ ہے۔ وہ زیادہ دیر تک کھڑی نہ رہ سکی بیٹھ بھی نہ سکی اس کی آنکھوں میں تمام دنیا دوزخ کا نظارہ بن گئی۔ اُلٹے پاؤں ہی وہاں سے واپس ہوئی۔

دامنیش رونے لگے۔ انہیں بخوبی ذہن نشین ہوگیا کہ راجہ صاحب کے کسی نوکر نے انکے عزیز بھائی پانچکوڑی کا خون کر دیا ہے اور اُس کے نوجوان شباب پر خنجر موت کا وار چل گیا۔

روتے روتے انہوں نے نوکر کو تھانہ میں بھجوا کر پولیس بلانیکا حکم دیا دم کے دم میں پولیس انسپکٹر مع اپنے عملہ و فعلہ کے آموجود ہوئے۔ انہوں نے موقعہ کو اچھی طرح دیکھ بھالکر ایک خون سے تر تیز خنجر ڈھونڈ نکالا۔

اس کے بعد نوکر سے پوچھنے لگے۔ "تم نے دروازہ کب کھولا ہے"

نوکر۔ صبح پانچ بجے میں روز اسی وقت آکر بابو کو آواز دیتا تھا۔ میری آواز سنتے ہی وہ دروازہ کھول دیتے تھے"

انسپکٹر۔ "بابو دروازہ بند کرکے لیٹتے تھے"

نوکر۔ ہاں کل رات کو جب میں جا رہا تھا۔ تو میں نے بابو کو دروازہ بند کرتے

ہوئے شا تھا۔

انسپکٹر دانیش کے چہرہ کیطرف دیکھ کر بولا: "تو کوئی گھر ہی کا کوئی معلوم ہوتا ہے اسکے اندر ہی اندر کوئی خنجر سے خون کرکے پولیس کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لیے لاش اٹھا لے گیا۔ مگر خونی کوئی ایک شخص نہیں۔ بلکہ کئی ہیں۔ ایک شخص ایسی صفائی کا کام نہیں کرسکتا۔"

"تو کیا اب وہ نہیں ملیگا؟" یہ کہکر دانیش وہاں گر پڑے۔

انسپکٹر صاحب اپنا کام ختم کرکے دس بجے کے قریب چلے گئے۔

پولیس کے حکم سے وہاں کا خون دھو دیا۔ اور بستر پولیس اپنے ساتھ لے گئی۔ دانیش کا دل بھائی کے لیے تڑپنے لگا۔ اتنے دنوں بعد انہیں اپنا گاؤں اور گاؤں کا وہ گھر یاد آگیا۔ ساتھ ساتھ ماں کی باتیں یاد آئیں۔ وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ روتے روتے بولے "ماں! ماں!! تمہاری گود کا لعل یہ کہا۔ پانچکوڑی اس وقت دنیا میں نہیں ہے۔ ماں! ہائے! جب تمہیں یہ خبر ملے گی تو تمہاری کیا حالت ہوگی۔ ماں! ماں!! میری ہی سخت نکاریوں اور غفلت شعاریوں میں تمہاری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔"

عین اسی وقت چٹھی رساں نے آکر دو خط دیے ایک گھر سے آیا تھا دوسرا انکے مفتضفہ کار رہائی کے نیدیشڈر رام پران بابو کا تھا۔ رام پران نے بابو نے پوسٹ کارڈ لکھا تھا۔ اس لیے سب سے پہلے دانیش نے اسکو پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا: "خط دیکھتے ہی آپ یہاں آیئے۔ ہمارے گھر میں ایک بہتر صورت پڑی ہے۔ دیگر کام چھوڑ کر پہلے یہاں آیئے اگر آپ کا کوئی نقصان ہوگا تو اس کی کمی میں پوری کر دونگا۔ آپ کی دوا سے ہمارے گھر کے آدمیوں کو صحت ہوئی۔ اس لیئے سب کا اعتقاد آپ ہی پر ہے۔ جلد آیئے۔"

اس کے بعد انہوں نے گھر کا خط کھولا۔ یہ خط وشنو سرکار نے بھیجا تھا۔ مضمون یہ تھا۔ دانیش! اپنے گھر میں تم ہی تعلیمیافتہ ہو۔ تمہارے عزیز و اقارب کی بہت سی امیدیں تمہاری ذات سے وابستہ تھیں۔ مگر تمہاری حالت بالکل خراب ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ تمہارا گھر بھی مٹی میں مل گیا۔ اس کے علاوہ سب سے زیادہ مصیبت یہ آئی کہ چھوٹی بہو گھر چھوڑ کر نہ معلوم کہاں چلی گئی اُن کے اس طرح جانے سے لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ مگر مجھے پورا پورا یقین ہے کہ وہ ستی ہے صرف گھر کے مظالم سے تنگ آکر اس نے گھر چھوڑ دیا۔ تمہاری ماں کی حالت بہت ہی خراب اور نازک ہے خط پڑھتے ہی گھر چلے آؤ۔ آتے وقت اپنے ساتھ پانچکوڑی کو بھی لیتے آنا۔

"وشنو سرکار"

چھوٹی بہو! چھوٹی بہو! کیا تو اپنے معیار سے گر گئی ہائے بدنصیب دانیش اب تو کس منہ سے چھوٹی بہو کا نام لیتا ہے"

دانیش نے دل ہی دل میں مندرجہ بالا الفاظ کہے۔ اس کے بعد سوچا کہ پانچکوڑی کو ساتھ لیجا بیٹھے۔ مگر اسی وقت خیال آیا۔ کہ پانچکوڑی کہاں ہے دانیش چلا کر کہہ اُٹھے "ہائے پانچکوڑی تو کہاں ہے"

پانچواں باب

بجلی گرے ہوئے درخت کی طرح دانیش بیٹھے بیٹھے زمین آسمان کے قلابے ملانے لگے کبھی اپنے خاندان۔ کبھی اپنی بُری حالت کبھی پانچکوڑی کی موت کبھی چھوٹی بہو کے گھر چھوڑنے کی بات یاد کر کے دل مضطرب کو

کو اور بھی پریشان کرتے رہے۔ اس کے دل ہی دل میں بولے "نا قابلِ برداشت جلن ہے کیا کریں۔ کہاں جائیں۔ ریل کا سفر اور باہر کی آب و ہوا و بغیرہ سے طبیعت بہل جائیگی۔ شاید وہاں کے لوگوں سے ملنے پر یہ آگ کچھ جائیگی
یہی سوچتے سوچتے دانیش مکان کے اندر داخل ہوئے باورچی نے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ نہا دھو کر انہوں نے چند لقمے زہر مار کئے۔ اس کے بعد نوکر سے پوچھا۔ "بوٹھکا نے کھانا کھایا یا نہیں"

نوکر نے کہا: "نہیں بابوجی! اُن کی حالت بہت خراب ہے وہ پاگلوں کی طرح بیچ و تاب کر رہی ہیں۔ پاگلوں سے بھی بدتر اُن کی حالت ہے"

دانیش :- "کہاں ہیں"

نوکر :- "خوابگاہ میں"

دانیش :- نے کپڑے پہنکر اور بوٹھکا کو دیکھنے کے لئے اُوپر گئے۔ بوٹھکا کی شکل بہت خوفناک ہو رہی تھی۔ بال بکھرے ہوئے۔ کپڑے تتر بتر ہو رہے تھے اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ فی الحقیقت اُس کی حالت پاگلوں جیسی تھی۔ وہ استقلال سے کہیں نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ نہ کھڑی ہو سکتی تھی۔ کبھی اُٹھتی تھی کبھی بیٹھتی تھی۔ اور کبھی ٹہلنے لگ جاتی تھی"

دانیش :- جس وقت کمرہ میں داخل ہوئے اُسی وقت وہ اُنکے سامنے اُٹھکر کھڑی ہوئی اور پاگلوں کیطرح عجیب و غریب ہنسی ہنسکر بولی "کیئے۔ ڈاکٹر صاحب کیسے چھوٹے بھائی کا توان لیکر ابھی پیٹ نہیں بھرا۔ اب پیٹ کے لئے روپیہ کمانے جاتے ہو۔ ہا! ہا!! ہا!!! پانچکوڑی ہی! ہی! ہی!!! میں اُس کا نام کے قابل ہرگز نہیں"

دانیش :- اُسکی حالت دیکھکر بہت مغموم و متفکر ہوئے بولے "بوٹھکا

کیا تم پانچکوڑی کو پیار کرتی تھی ؟
یونھکا :- پاگلوں کی طرح کرخت لہجہ میں بولی :- پریم! کس سے پریم ؟ پانچکوڑی سے پریم ۔ دُور۔ تم پاگل ۔ میں کم ظرف و ..عالی ظرف میں پاپی وہ پجیہ آتما میں راکھشی وہ دیوتا ۔ کیا میں اُسے پیار کرسکتی ہوں ۔ اُسے پیار کرنے کے لیئے بہشتی دل کی ضرورت ہے ۔ میں نے اتنے ظلم کیئے ۔ اُسے اپنا بنانے کے لیئے روئی چلائی اُسے پانے کے لیئے آنسوؤں سے اُس کے پاؤں دھوئے ۔ تب بھی وہ پسیجا اور مہاراز ہُوا ۔ ہونا کیوں ؟ وہ پاک ۔ وہ دیوتا ۔ میں نے اُس کا خون اپنے ہاتھ سے کیا ۔ مگر اُس نے میرے کھوٹ کی بات ایکدن بھی اپنی زبان سے نہیں نکالی ۔
دانیش :- کا سر چکرانے لگا گرتے گرتے متبعض کر بولے :- یونھکا! تم ــــ
راکھشی کی طرح ہیبتناک شکل بناکر دہرا لوڈ نگاہوں سے دانیش کیطرف دیکھکر پاگلوں کی مانند ہنس ویکا کرتے ہُوئے یونھکا نے کہا ۔ نہیں نہیں ۔ نہیں ۔ یہ تمہیں سب بکواس ۔ اگر جاننی سب ہوں ۔ انتظار کرو ۔ ٹھہرو ۔ سوچنے دو پانچکوڑی کا تصوّر کرنے دو ۔ اس کے بعد سب کہتی ہوں گی ۔
عین اسی وقت راجہ صاحب کے مکان میں بڑا گول مال ہُوا ۔ ایک شخص ہانپتا ہُوا آیا ۔ اور دانیش سے کہنے لگا :- ڈاکٹر صاحب! ڈاکٹر صاحب!! آپ جلدی جلدی چلئے ۔ ہمارے مالک کی ۔ مالک کی بیوی نے ۔ پھانسی لگالی پھانسی ۔ بہت دیر ہوگی ۔ بہت دیر ۔ معلوم ہوتا ہے مرگئی ۔ مر گئی
دانیش جی راجہ صاحب کے مکان میں دوڑ گئے ۔ وہاں جاکر دیکھا ۔ بڑی بھیڑ تھی ۔ لاش اتار لی گئی تھی ۔
پولیس والوں نے دانیش سے پوچھا :- ڈاکٹر صاحب! اس کی حالت

دیکھکر آپ کیا کہتے ہیں؟ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ ایک ہی دن میں اور ایک ہی مکان میں دو خون! معلوم ہوتا ہے یہ دونوں خون ایک ہی سبب سے ہوئے ہیں

دانیش:۔ دیکھ سنکر بولے:۔ ظاہرا آثار دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود کشی کی گئی ہے۔ مگر جاسوس کی تحقیقات سے سب کچھ ظاہر ہو جائیگا۔

پولیس نے لاش از دانیش کے لئے بھیج دی۔ پولیس کو یہ یقین کامل ہو گیا تھا۔ ان دونوں خون میں کوئی خاص معاملہ پوشیدہ ہے اور اسی ایک بات کو لیکر انہوں نے تحقیقات کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ صاحب بہت گھبرائے تھے

دانیش سے بولے:۔

ابھی آپ کہیں جائیے۔ سراغرساں کی رپورٹ دیکھکر جائیے گا۔ ایک ہی دن میں دو خون! غضب ہے۔ میری طبیعت سخت گھبرا رہی ہے۔

پولیس انسپکٹر وہاں موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ راجہ صاحب بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔ انسپکٹر کو ان کی حالت دیکھ کر شک ہوا۔ انہوں نے سوچا ممکن ہے کہ راجہ صاحب کی بیوی اور ڈاکٹر صاحب میں کوئی تعلق رہا ہو۔ اور اسکا راز فاش ہونے پر راجہ صاحب نے کسی کے ذریعہ دونوں کا خون کرا دیا ہو۔ مگر یہ سوچکر سراغرساں کی رپورٹ دیکھے بغیر کوئی بات قطعی طور پر نہیں کہی جا سکتی وہ چلے گئے۔ اور دو تین سپاہیوں کو گھر چھوڑ گئے۔

دانیش کے دل میں بے اطمینانی کی ایک زبردست آگ شعلہ زن ہوئی۔ مگر وہ نہایت استقلال سے سراغرساں کی رپورٹ کا انتظار کرتے رہے بہت دیر بعد سراغرساں کی رپورٹ کا انتظار کرتے رہے۔ بہت دیر بعد سراغرساں کی رپورٹ ملی۔ اس نے خودکشی کی موت کا ذکر کیا تھا۔

دانیش:۔ راجہ صاحب سے رخصت ہو کر اسٹیشن پر پہنچے اور کمار رہائی کا ٹکٹ

سے کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اسوقت شام ہونیوالی تھی۔ چار بج گئے تھے۔ اِس ڈبّے میں دانیش اکیلے تھے۔ ہزاروں افکار و آلام نے اُن کے دل پر تسلط کر لیا تھا۔ وہ سوچنے لگے۔ یہ تھا کیا پاگل ہوگئی ہے۔ وہ کہتی تھی کہ پاسکوڑی سے۔ باپ نہ کرلیں کی۔ اِس بیٹے اُس کا خون کیا۔ اُف ایکسی بربادی و تباہی۔ تو کیا میرا بھائی ایک پاپ سے بھری ہوئی آوارہ مزاج عورت کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ہائے ایسی بدنصیب سب بھولکر اِسی آوارہ مزاج عورت کے دام محبّت میں پھنس گیا۔ اُف ایکسی تباہی آگئی۔ میری ہی جہل انکاریوں اور آوارہ مزاجیوں سے میری بیوی نے گھر چھوڑ دیا۔ اُو ریاکار دل۔ تو یہ سب دیکھکر بھی کیوں نہیں چُور چُور ہو جاتا ہے شانتی! شانتی! میں ریاکار ہوں مکّار۔ او۔ پاپی۔ تایا!۔ خواہشاتِ نفسانی کا بندہ! مگر تم تو ہستہ وکل کی پُتلی تھیں۔ تم نے ایسا ارادہ کیوں کیا ہے مجھے چھوڑ کر کیوں چلی گئیں۔ کیوں اِس جلتے ہوئے دل کو اور بھی جلا کر تماک کر دیا۔ تم مفلسی کیوں بنیں؟ ایسا بڑا کام کیا؟

اِسی غور و خوض میں تھے کہ گاڑی کمار ہالی سٹیشن پر پہنچ گئی۔ اُسوقت آفتاب گوشۂ مغرب میں اپنا منہ چھپا چکا تھا۔ قلی کی آواز سنکر دانیش چونکے۔ دل تھاما کو سینہ میں دبائے دانیش چند رگاڑی سے اُترے۔ اسٹیشن پر اُن کے لیے پالکی موجود تھی۔ وہ اُس پر سوار ہو کر گاؤں کیطرف روانہ ہوئے۔ اسٹیشن سے گاؤں کا فاصلہ ایک میل سے بھی کم تھا۔

چھٹا باب ۶

رام پران بابو کی حالت بہت اچھی تھی۔ زمینداری بھی نہایت معقول تھی نقد

روپیہ بھی بہت تھا۔ زمینداری کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار روپیہ تھی اسکے علاوہ سود کی آمدنی بیس ہزار روپیہ سالانہ بھی معقول تھی

رام پران بابو کا مکان بہت وسیع اور کشادہ تھا۔ اور تقریباً قصبہ کا آدھا حصہ گھیرے ہوئے تھا۔ تین چار نما لا سب۔ اُن کے پاس ہی خوشنما باغیچے۔ گلاب باڑی اسکول پاٹھ شالا وغیرہ آدھے گاؤں میں تھے گے

رام پران بابو نہایت ہی دھارمک اور با اصول شخص تھے اُن کی عمر ستر برس سے کچھ قدر تجاوز کر گئی تھی۔ اولاد میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں زندہ تھیں دونوں لڑکے ہائی کورٹ کے وکیل تھے۔ لڑکیوں کی شادی بھی ہوچکی تھی۔ اور وہ با اولاد تھیں

دانیش چندر کی پالکی رام پران بابو کی نشستگاہ کے سامنے اُتاری گئی۔ وہ پالکی سے اُتر کر نشستگاہ میں گئے۔ رام پران بابو کا انتظار کر رہے تھے۔ اس لیئے انہیں دیکھتے انہیں دیکھتے ہی خوشی سے اُٹھکر کھڑے ہوگئے اور بولے:۔ امید تھی کہ آپ دوپہر کو ہی آجائینگے مگر معلوم ہوتا ہے۔ کسی ضروری کام کی وجہ سے اتنی دیر ہوگئی۔ خیر آئیے پہلے مریض کو دیکھ لیجئے

رام پران بابو نے نیچے کہ کر آگے آگے لالٹین لے چلنے کو کہا اور دانیش کو لے کر اندر چلے۔

دانیش نے پوچھا۔ مریض کو کیا مرض ہے اس سے پہلے کسی کو دکھایا تھا؟

رام پران:۔ مرلیشتہ انہیں دیکھ رہے ہیں

دانیش:۔ کیا مرض ہے؟

رام پران:۔ شدید بخار۔ اور سینہ میں درد!

دانیش:۔ کسے دکھایا تھا؟

رام پران:۔ مفصلی ڈاکٹر کو۔

دانیش:۔ اُنہوں نے مرض کا نام کچھ بتایا تھا
رام پران:۔ ہاں پہلے اُنہوں نے کہا تھا۔ کہ نمونیا ہے لیکن کل شام کو کہا ہے ابھی طرح مرض کا پتہ نہیں چلتا۔ اسی وجہ سے آپ کو تکلیف دینے کی ضرورت ہوئی۔

دانیش:۔ بخار کیسا رہتا ہے؟ معمولی یا بہت تیز؟
رام پران:۔ تمام دن بخار ایک سو چھ ڈگری رہتا ہے۔ شام کو کم ہونے لگتا ہے سینہ میں درد بہت زور کا رہتا ہے۔ مگر بخار چڑھنے پر پھر کم ہو جاتا ہے بخار کی کمی کے ساتھ ساتھ درد بہت بڑھتا جاتا ہے۔

دانیش:۔ مریضہ کو ہوش رہتا ہے؟
رام پران:۔ بخار کے وقت بالکل بے ہوش رہتی ہے۔ مگر کم ہو جانے پر کچھ کچھ ہوش ہو جاتا ہے۔

اس طرح کی باتیں کرتے کرتے مریضہ کے مرتبہ کمرہ کے دروازہ پہ پہنچے اُس کے پلنگ کے پاس رام پران بابو کی بیوی خود موجود تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی تین چار عورتیں بیٹھی تھیں۔ رام پران بابو پکار کر بولے:۔ تم لوگ ذرا ہٹ جاؤ ڈاکٹر صاحب مریضہ کو دیکھیں گے۔

رام پران بابو کی بیوی و دیگر عورتیں پاس کے کمرے میں چلی گئیں کمرہ میں خوب روشنی ہو رہی تھی۔ مریضہ کا تمام جسم ایک صاف شفاف چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔

رام پران بابو نے پکارا:۔ بیٹی! کسی قدر ہوش آیا؟
اُن کی بات کا کوئی جواب نہیں آیا اُنہوں نے دوسرے کمرے کی طرف جو عورتیں چلی گئی تھیں دیکھ کر کہا:۔ آج ابھی تک ہوش نہیں آیا؟

رام پران بابو کی بیوی ایک دوسری عورت سے آہستہ آہستہ بولیں۔ کچھ شام سے پہلے کسی قدر ہوش ہوا تھا۔ مگر بعد میں دوا کھانے پر چپ چپ ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے سو رہی ہے۔

دانیش نے کہا:۔ تو آپ میں سے ایک کوئی مریضہ کے پاس آجائے۔ میں نبض دیکھونگا اور دل کا امتحان کرونگا۔

ایک بیوہ مگر ادھیڑ عورت نے مریضہ کے پاس آکر چادر سرکا ئی۔

اس تیز روشنی میں شام کے کمل کی طرح مرجھا رنج وغم آلودہ اور فق مردہ چہرہ دیکھکر ڈاکٹر صاحب چونک اٹھے۔ انہیں غش سا آنے لگا بہت مشکلوں سے اپنے آپ کو سنبھالا۔

اس ادھیڑ عورت نے مریضہ کو آواز دی۔ بیٹی کیا سو رہی ہو؟

مریضہ فی الحقیقت سو رہی تھی۔ آواز سنکر اس نے آنکھیں کھولیں۔ دیکھا سامنے اس کی جنم جنمانتر کی پرستش کی مورتی دانیش چندر کھڑے تھے۔ آہ! یہ ہی دیوتا ہیں۔ جس کے تصور میں وہ عرصہ دراز سے محو تھی۔

مریضہ سنا ٹے میں تھی۔

دانیش چندر۔ رام پران بابو کیطرف دیکھکر بولے بہ تماشے! ذرا دیر ٹھہرئے میں ابھی مریضہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔

چھوٹی بہو اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر کمزوری کیوجہ سے پھر بستر پر گر پڑی سب لوگ ہائی ہائی کرکے دوڑے۔ چھوٹی بہو پاگلوں کیطرح بولیں آج۔ آج میری آخری۔ امید پوری ہوئی۔ اب میں سکھ شکھ سے مر سکونگی۔ ایک بار اور دکھا دو۔ ابھی اچھی طرح نہیں دیکھا ہے۔

بہتوں نے سوچا کہ آج لڑکی کا مرض بڑھ گیا ہے۔ اسی لئے بکواس کر رہی

ہے مگر دُنیا کے سرد و گرم اثرات سے واقف اور جہاندیدہ بزرگ رام پران بابو سمجھ گئے کہ اس لڑکی اور ڈاکٹر صاحب میں کوئی خاص تعلق ہے۔ انہیں اس بات کا پورا یقین ہو گیا۔

ڈاکٹر صاحب اس وقت برآمدہ میں پہنچ چکے تھے رام پران بابو نے اُنہیں پکار کر کہا:۔ ڈاکٹر صاحب! ذرا واپس آئیے۔ مریضہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے جلد دوا دینی چاہیئے۔ دیر کرنا مناسب نہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب نہیں لوٹے۔ وہ بیتابی اور بےچینی سے اپنے پریشان دل کو دبائے ہوئے نشستگاہ میں چلے گئے۔

ساتواں باب

تھوڑی دیر بعد دانیش پھر آئے اور مریضہ کو دیکھ کر بیٹھک میں چلے گئے رام پران بابو بھی آئے اور دونوں میں بات چیت شروع ہوئی رام پران بابو بولے مریضہ کو جب تک پورے طور پر صحت نہیں ہوتی آپ کو یہاں ہی رہنا پڑے گا۔

دانیش:۔ معاف کیجیے گا۔ میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکتا۔ کلکتہ میں بہت سے مریض دیکھنے ہیں۔ علی الصباح ہی مجھے کلکتہ پہنچنا ہے۔ کوئی خوف نہ کیجیے گا آپ کی مریضہ اچھی ہو جائے گی۔ پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے بہت پانی پی گئی ہے کچھ تو نکل گیا کچھ رہ گیا۔ جیقدر رہ گیا۔ اسی کی خرابی سے بخار آنے لگا۔ اب جو دوا دی ہے اُس سے بخار جاتا رہیگا

رام پران۔ بابو مسکرا کر بولے ۔۔ ڈاکٹر صاحب سچ کہیے گا یہ مریضہ آپ کی کون ہے؟

دانیش:۔ میری؟ میری۔ تو۔ کوئی۔ نہیں۔

رام پران :- نہیں کوئی کو ضرور ہے معلوم ہوتا ہے - یہ آپ کی بیوی ہے
دانیش :- میری بیوی! آپ نے کہاں پائی -
رام پران :- کہا ڈاکٹر باہر سے کشتی پر آ رہا تھا - رات کو یکایک دریا میں کسی کے کودنے کی آواز آئی - میں کشتی کو اسی جگہ لے گیا وہاں تلاش کرنے پر یہ ملی مگر میں نے اسے نیم مردہ سمجھا تھا - اسے کشتی میں رکھکر یہاں لایا - لڑکی ابھی تک بیہوش رہی - اس لیئے کوئی بات نہیں بتا سکی - مگر حالت غیر میں جو کچھ کہتی رہی - اس سے ظاہر ہوا - کہ لڑکی نئی سادھوی ہے - اور اس نے یہ کام کسی دنیاوی دکھ سے مجبور ہو کر کیا ہے "
دانیش کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی دل میں ہزاروں طرح کے خیال آنے لگے - بولے نہیں - یہ میری کوئی نہیں ہے -
اتنے میں داسی نے آکر کہا - بابو جی! ذرا آپ اندر آئیے -
رام پران بابو نے دانیش سے کہا - آپ ذرا ٹھہریئے - میں اندر ہو آؤں - پھر آپ کے جانے کا انتظام کروں - یہہ کہکر رام پران بابو اندر چلے گئے -
مریضہ کے سرہانے بیٹھی ہوئی رام پران بابو کی بیوی مسکرا رہی تھیں - رام پران بابو وہاں پہنچکر بولے - کیوں بلایا تھا - تم اسوقت کسیقدر خوش معلوم ہوتی ہو مریضہ کی حالت اسوقت بہتر معلوم ہوتی ہے - کیوں؟
مالکن بولیں - بہت اچھی ہے - ڈاکٹر صاحب کی دوا نے جسقدر فائدہ نہیں پہنچایا اس سے کہیں زیادہ ان کے درشن سے پہنچا ہے - یہہ لڑکی کون ہے؟ جانتے ہو
رام پران :- کیسے جان سکتے ہیں "
مالکہ :- یہ میری بھانجی ہے شانتی ؟
رام پران :- تمہاری کونسی بہن کی لڑکی ہے -

مالکہ :- میری اور کون سی بہن ہے۔ میں تو اکیلی ہی بہن تھی۔

رام پیاران :- سنکر منجھلی اور بہن بنی تھی؟

مالکہ :- میری ماں کے کوئی لڑکا نہیں ہوا تھا۔ ہم ہی دو لڑکیاں تھیں۔ دیدی کی شادی شنبھو نگر میں ہوئی تھی۔ وہ کمسنی میں ہی بیوہ ہو گئی تھیں۔ تھوڑے سے دنوں بعد ہی وہ مر گئیں۔ اُسی وقت میں نے اِس شانتی کا نام سُنا تھا۔ مگر دیکھا نہیں تھا۔ تمہارے بڑا باپ سے لڑکی اور داماد دونوں کو دیکھا۔ اب سمجھے۔

شانتی :- یہ میری بھانجی اور ڈاکٹر صاحب داماد ہیں۔

رام پیاران :- شانتی کو کیا ہوش آ گیا ہے؟

مالکہ :- ہاں میرے دریافت کرنے پر اُس نے اپنی ماں کا نام۔ گاؤں سسرال وغیرہ سب بتائے۔ میں بدنصیب ہوں۔ میرے باپ کے خاندان میں کوئی نہیں رہا۔ دیدی بھی نہیں رہیں؟

رام پیاران :- لڑکی سے پوچھا تھا۔ کہ وہ کیوں دریا میں ڈوبی تھی؟ جس گاؤں کے دریا میں کودی تھی۔ وہ گنگا رام پور ہے۔ اور اُن کی سسرال سون پور ہے۔ یہ گنگا رام پور کیونکر آئی؟

شانتی کروٹ بدلکر اُٹھنے لگی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ رام پیاران بابو کے سوال کا جواب دینے کے لیے اُٹھتی تھی۔ مگر مالکہ نے اُنہیں اُٹھنے نہیں دیا۔ بولیں۔ ابھی بات کرنے سے دل پر زور پڑیگا۔ کل سب سُن لینگے۔

شانتی :- پھر لیٹ رہی۔ کوئی جواب نہیں دیا۔

رام پیاران بابو کچھ سوچکر بولے۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ مگر بڑا ہنسی کا معاملہ ہے۔

مالکہ نے متعجب ہو کر کہا :- مگر کیا؟

رام پیاران :- ڈاکٹر صاحب کے دل میں بڑا شک ہے۔ مگر مجھے تعجب کا...

کہ ہماری بیٹی شانتی نہایت نیک چلن اور پاکیزہ صفات ہے۔ پھر جب ایشور نے یہیں ملایا ہے۔ تو سب اچھا ہی اچھا ہوگا۔ یہ کہکر رام پران بابو باہر چلے گئے

داینش اس وقت دریائے تفکرات میں غوطہ زن تھے۔ اُن کی عمر کا حساب تھی ہمالی کار بیچ۔ اپنے بے فائدہ اور لاحاصل محبت کی چلن۔ اور سب سے پیاری شانتی کی بات وہ دل میں کہہ رہے تھے۔ تم مر کیوں نہ گئیں۔ تمہیں میں نے کیوں دیکھا۔ یا میں مر گیا۔ تم بھی مر جاتیں۔ تو میں بھی شوق سے مر جاتا۔ شانتی کیا تم فی الحقیقت کلنکنی ہو۔ نہیں۔ نہیں۔ میری شانتی ناپاک نہیں پاپی نہیں۔ میں ناپاک ہوں۔ شانتی نہایت ہی پاک۔ سادھوی ہے۔ مگر وہ گھر سے کیوں بھاگی۔ گھر میں انہیں کونسا دکھ تھا۔

عین اسی وقت رام پران بابو ہنستے ہنستے آ موجود ہوئے۔ اُنکو دیکھ کر داینش کی نیت ڈولی۔ گھڑی دیکھکر بولے۔ مجھے اسی وقت سٹیشن پر جانا چاہیئے۔ دیر ہو جانے سے تو پھر گاڑی نہیں ملے گی۔

رام پران بابو مسکرا کر بولے۔ رات کو تمہارا جانا نہیں ہوگا۔

گو رام پران بابو داینش سے ہر بات میں بڑے تھے۔ تاہم اُنہوں نے داینش کو کبھی تمہارا تم کہکر بات نہیں کی تھی۔ یکایک اس طرح اُنہوں نے کیوں کہا؟

داینش کچھ بیقرار و پراگندہ ہوکر بولے۔ نہیں صاحب مجھے جانا ہوگا۔

رام پران بابو ہنسکر بولے۔ میری بیوی تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتی۔ میں کیا کروں۔ جاؤ۔ اس سے پوچھ لو۔ اگر وہ کہدے تو چلے جاؤ۔

داینش اور بھی چکرائے۔ کہ یہ بات کیا ہے۔ کہیں بڈھا پاگل تو نہیں ہو گیا ہے۔ تو اچھا بھلا تھا۔ یہ تھوڑی ہی دیر میں کیا ہوگیا۔ اس مکان میں سب مریض ہی مریض نظر آتے ہیں۔ داینش رام پران بابو کا منہ تاکنے لگے۔

دانیش :- ابھی پولیس کی گرفت نہیں ملی - اس لیے بیٹا ہونا ضروری ہے -
رام پران :- تو اس حالت میں ہم تمہیں نہیں روک سکتا - صرف ذرا سی اس لیے یہ بات کہوں :-
دانیش :- پوشیدہ طور پر کہیگا - مریض نہیں نیگی تو آہستہ آہستہ دکھ ہوتا اور ایسا ہونے سے مرض بڑھ جانے کا خوف ہے
رام پران :- ہاں یہ تو ٹھیک ہے -
اس کے بعد انہوں نے دانیش کو فیس دینے کے لئے سو روپے منگائے - بے بالکی بھی بیمار ہوئی - دانیش نے کہا ابھی رہنے دیجئے - اگر ضرورت ہوئی تو لے لونگا -
رام پران بابو مسکرا کر بولے - لڑکی اگر آپ کے گھر بیمار ہو - اور دانا ڈاکٹر ہو تو بری بات نہیں - یہ قاعدہ تو کلکتہ کے ڈاکٹروں میں بہت دنوں سے رائج ہے -
دانیش نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا - صرف مسکرا دیئے - بگھی آ گئی تھی اس لیئے اس پر سوار ہو کر سٹیشن کی طرف چل دیئے -

آٹھواں باب

رام سیوک کی ماں اس وقت گھر کی مالکہ نہیں - اور نہ رام سیوک گھر کے کرتا دھرتا - منجھلی بہو پہلے بھی کچھ نہیں کرتی تھی اور اس وقت بھی کسی کام کی طرف توجہ نہیں دیتی - جتیش چندر کی ماں پاگلوں کی طرح ہو گئی تھیں - اگر ایسی بھی ہوتیں تو بھی کسی گنتی میں نہ تھی - وہ تنہائی میں خاموش بیٹھی ہوئیں زمین آسمان کے قلابے ملایا کرتی تھیں کبھی آنکھیں خشک ہو جاتی تھیں - اور ان میں آنسو نام کو بھی نہیں رہتے تھے - اور کبھی آنسوؤں کا سیلاب جاری رہتا تھا - لگاتار جس وقت نہلا دیتی تھی

رام پران بابو بولے۔ تم متعجب نہ ہو۔ تمہیں ابھی معلوم نہیں۔ مگر اب کان کھولکر سُن لو۔ کہ شانتی ہماری بیوی کی بھانجی ہے۔ اور تم ہمارے داماد ہو۔ یہہ کہکر رام پران بابو نے جو کچھ مالکہ سے سُنا تھا۔ وہ سب کہہ سُنایا۔

دانیش بولے جی ہاں اسقدر تو میں نے بھی سُنا تھا۔ کہ میرے سُسرال میں میری ایک موسیا ساس ہیں۔ مگر یقینی طور پر کچھ نہیں معلوم ہُوا تھا۔

رام پران بابو ہنستے ہوئے بولے۔ ہم لوگ بھی تمہیں نہیں جانتے تھے۔ اچھا اب اندر چلو۔

دانیش:۔ اسوقت تو مجھے معاف کیجئے۔ میں اسی گاڑی سے کلکتہ جاؤنگا اب میں آپ کی اولاد ہوں۔ اگر آپ حکم دینگے۔ تو رہنا ہی پڑیگا۔ مگر بات کاٹ کر رام پران بابو نے کہا۔ تم کوئی شک نہ کرو۔ ہماری لڑکی کا چال چلن نہایت پاکیزہ ہے۔ یہہ میں دعوے کے ساتھ اور قسمیہ کہہ سکتا ہوں۔ یاد رکھو کلکتی کبھی زندگی کو خیر باد کہنے کا حوصلہ نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ جو حالت بخار میں بھی صرف شوہر کا ہی نام رٹے وہ کیسے کلنکنی ہو سکتی ہے۔ ایسی ستی لڑکی شک کرنے کے قابل ہرگز نہیں۔

دانیش چند ایک لمبا سانس لے کر بولے۔ خیر۔ یہ باتیں بعد میں ہو رکھی جائینگی اسوقت ایک نئی مصیبت آپڑی ہے

رام پران:۔ بابو کچھ گھبرا کر بولے۔ کون سی مصیبت؟

دانیش:۔ میرا چھوٹا بھائی میرے پاس رہتا تھا۔ کل رات کو اس کا خون ہو گیا

رام پران۔ بابو چونک اُٹھے ۔۔ "خون"

دانیش:۔ جی ہاں۔

رام پران۔ اوف بڑا غضب ہوا۔

نہا لیتی تھیں۔ اگر تیستا رنہ نہلاتی تو نہیں نہاتی تھیں کھانا وغیرہ پکانے کا کام رام سیوک کی ماں کے سپرد تھا۔ جس وقت اور جو وہ دیتی تھیں وہی تستا را نہیں کھلا دیتی تھی۔ انہیں کھانے پینے تک کی بھی سدھ نہیں تھی۔"

اس دن دس بجے کے قریب رام سیوک کی ماں کھانا پکا رہی تھیں۔ رام سیوک رسوئی خانہ کے دروازے پر پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے ماں کے ساتھ خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ماں کھانا پکاتی جاتی تھی۔ اور بیٹے کے منہ سے اسکی ترقی اور ناموری کی باتیں سنکر پھولی نہیں سماتی تھی۔ باتیں کرتے کرتے رام سیوک نے کہا "یہی ماں! جب کسی کی ترقی کا وقت آتا ہے۔ تو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔"

ماں نے تفاخرانہ انداز سے کہا۔ تیرے لئے نہ معلوم کتنے دیوی دیوتاؤں کی منتیں مانی تھیں۔ تب جا کر تو پیدا ہوا۔ تیری عمر دراز ہو۔ خاندان کا نام روشن رہیگا۔ میں تجھے چھوڑ کر دنیا سے جاؤں یہی میرا ارمان ہے۔"

رام سیوک:۔ ماں میں جھوٹ نہیں کہتا۔ اب میری خوش اقبالیوں کا زمانہ نزدیک آگیا۔ ذرا غور تو کرو۔ ادھر تھوڑے دنوں کے دوا علاج سے میری کسقدر شہرت ہو گئی۔ اس مہینے تین چار روپئے بھی کما لئے۔ اور کسان تو تمام میرے معتقد شاگرد ہیں۔ جس سے جو کہتا ہوں فوراً کر دیتے ہیں۔ اور ایک خبر سنو۔

ماں:۔ کیا بیٹا؟

رام سیوک:۔ بدری ناتھ پور میں ایک بھلے مانس کی لڑکی ہے۔ آہا۔ لڑکی کیا ہے مجسم پری ہے۔ اس کا باپ کہیں کا افسر ہے وہ میرے ساتھ شادی کرنے کیلئے بہت زور دے رہے ہیں۔"

ماں:۔ بیٹا! اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوگی؟ مگر زیور کپڑا اور

خرچ وغیرہ کا انتظام کیسے ہوگا؟"

رام سیوک :- او ہو ابھی تو تم سمجھی نہیں۔ اگر اپنے پاس سے زیور اور خرچ دیا تو پھر بات ہی کیا رہی۔ ابھی ابیرا نام سنکر تو وہ زیور بھی دینگے اور دونوں طرف کا خرچ بھی۔ اور کیا ہو اور اسکے بغیر میں شادی کب کرنے والا ہوں۔ وہ ڈنکے چھک مار کر دینگے اور وہ بیچارے کیا دینگے۔ میرا نام دیا بینگا۔ اگر کہیں لڑکی نے مجھے دیکھ لیا۔ تو پھر کسی دوسرے کے ساتھ شادی کرے گی ہی نہیں یہ سیروں تیل پلا پلا کر جو بال بڑھائے ہیں وہ کس دن کے لیئے؟"

ماں :- ہاں بیٹا تیرے جیسے بال تو میں نے کسی کے نہیں دیکھے۔

رام سیوک :- ابھی میں تو خاص طور سے توجہ نہیں دیتا ورنہ معلوم کیا کیا کر دکھاؤں

ماں :- اور تمہیں بھی ایسا خاندان نہ ملیگا۔ خواہ کچھ ہی کریں۔

رام سیوک :- تم بھی کیا کہتی ہو میں کہتا ہوں۔ ایسا خاندان اور لڑکا اگر کہیں ملجائے تو ٹانگ کے نیچے سے نکل جاؤں گا"

عین اسی گاؤں کا چوکیدار اپنی وردی پہنے۔ پگڑے جمائے ایک بڑا سا لٹھ لیئے ہوئے۔ گھر میں آکر پکارنے لگا مالک! ذرا باہر آؤ۔ داروغہ صاحب بلاتے ہیں داروغہ کا نام سنتے ہی رام سیوک کے دیوتا کوچ کر گئے۔ وہ کانپ اٹھے تمام خوش گپیاں بھول گئیں۔ کانپتے کانپتے باہر نکلے"

رام سیوک کی ماں بیٹے کو پکار کر بولیں۔ رامو کپڑے پہنتے جا!

رام سیوک :- کپڑے نہیں پہنونگا۔

ماں :- بیٹا ذرا ٹھہر جا" رائی نون" اتار کر پھینک دوں۔ اور تھوڑے سے بال کاٹ دے۔ تیرے جیسے بال نہیں دیکھے کہیں نظر نہ لگجائے"

چوکیدار نے ہنسکر کہا۔ کیوں ماں جی۔ بال کاٹنے سے کیا ہوگا؟"

رام سیوک کی ماں نے کہا: "لڑکے پر حاکم کی نظر پڑی ہے میرا بیٹا آشنا نامی ہوا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کچھ شادی کے متعلق بات چیت کرنے آئے ہیں"

چوکیدار بہت ہنسا۔ رام سیوک چلا جا رہا تھا۔ ماں کی بات سُنکر کچھ رُکا اُس کے رکتے ہی چوکیدار نے گردن میں ہاتھ دے کر ایک دھکا مارا۔ اور بولا سیدھے چلے چلو"

داروغہ صاحب تمہارے باپ کے نوکر نہیں ہیں۔ جو گھنٹوں کھڑے رہینگے حاکم کے ہونیوالے خیالی داماد کے ساتھ، ایسا برتاؤ دیکھکر بہت چکرائیں اور حال دیکھنے کے لیئے آکر دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔ رام سیوک داروغہ کے روبرو کھڑے کیئے گئے داروغہ صاحب نے آنکھیں لال کر کے رام سیوک پر سر سے پاؤں تک نظر ڈالی رام سیوک کا کلیجہ دھڑکنے لگا"

داروغہ نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے"

رام سیوک نے کانپتے کانپتے کہا: "رام سیوک"

داروغہ صاحب نے ایک چوکیدار کیطرف دیکھکر کہا ہتھکڑی لگاؤ"

یہ سُنکر پانڈے جی نے فوراً جھولی سے ہتھکڑی نکالی۔ اور ہاتھوں میں کَس دی۔ گال پر ایک زور کا تھپیڑ لگا کر الگ ہو گیا"

یہ دیکھکر رام سیوک کی ماں چِلّا چِلّا کر رونے لگیں"

دور راستہ میں کھڑے ہوئے، وشنو سرکار یہ سب دیکھکر مسکرا رہے تھے ایک چوکیدار جو گاؤں کے چند شریف لوگوں کو بلانے گیا تھا وہ اُسی وقت اُنہیں ساتھ لے کر لوٹ آیا۔ اُن لوگوں نے وشنو سرکار سے پوچھا بات کیا ہے

وشنو سرکار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بات کچھ نہیں۔ سُنا ہے۔ اِس گھر کی چھوٹی بہو کہیں چلی گئی۔ مجھے یقین واثق ہے۔ کہ اِس بدمعاش کے مظالم سے

تنگ آکر اس بیچاری نے گھر چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے ہر چند دریافت کیا۔ مگر اس نے اصل بات نہیں بتائی مجبور میں نے داروغہ صاحب سے مدد مانگی۔ آپ لوگ یہیں رہیئے۔ آج یہ اصل بات ضرور بتا دیگا۔"

اُن لوگوں نے ہنسکر کہا۔ اچھا تو یہ رام آپکا ہی بچھایا ہوا ہے۔" سب لوگ ہنسنے لگے اُسوقت وشنو سرکار اُن لوگوں کو لیکر داروغہ صاحب کے پاس آئے۔ اور بولے داروغہ صاحب! یہ بیچارہ نہایت شریف شخص ہے آپ نے اسے کیوں گرفتار کیا؟

وشنو سرکار کی بات سُنکر رام سیوک چلا چلا کر رونے لگا۔ روتے روتے بولا۔ دیکھئے صاحب! یہ جانتے ہیں کہ میں کسقدر شریف شخص ہوں۔ آپ نے مجھے کیوں پکڑا؟ دروازے میں سے رام سیوک کی ماں بھی بول اٹھیں۔ میرا لڑکا نہایت ہی شریف ہے۔ دوہائی داروغہ صاحب کی۔ اسے چھوڑ دیجئے یہ بڑا بھلا مانس ہے۔

داروغہ نے کہا۔ بھلا مانس تو خون نہیں کرتا۔"

رام سیوک نہایت ہی خوف ہو کر کانپتی ہوئی آواز سے بولا۔ ایں خون! میں نے کیسے خون کیا؟

رام سیوک کی ماں نے کہا۔ اس نے خون کیا ہے؟"

وشنو سرکار نے ہنستے ہنستے پوچھا۔ خون؟! داروغہ صاحب رام سیوک نے کسکا خون کیا؟

داروغہ :- اس گھر کی بھوٹی بہو کا۔

رام سیوک :- ایں نہیں سُنا جاتا۔ وہ تو بھاگ گئی ہے اور مجھے مفت میں ملزم بنا رہے ہیں

داروغہ :- چپ رہ پاجی! جب پھانسی کے تختہ پر لٹکیگا تو معلوم ہوگا۔

رام سیوک کی ماں چلا اٹھیں ہائے رے میرا کیا ہوگا ہے کیا اس گھر میں مرنے آئی تھی میرا سب کچھ یہی ہے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ کہکر رام سیوک کی ماں چلا چلا کر رونے لگیں رام سیوک بھی شرمیں شرما کر بولا۔ کیوں اس گھر میں مرنے کے لئے آیا تھا ہائے! ہمارا کوئی پرسان حال نہیں۔

وشنو سرکار داروغہ صاحب کیطرف دیکھکر ہنستے ہوئے بآواز بلند بولے۔ سچ ہے اس کا کوئی نہیں اچھا! اگر یہ سچ سچ کہدے تو اسے چھوڑ دیجیگا"

داروغہ صاحب ہنسکر بولے: ہاں! اگر یہ صاف صاف سب باتیں بتادے تو اسے چھوڑ دینگے۔ مگر یہ بڑا پاجی ہے سچ سچ کبھی نہ کہیگا"

رام سیوک کی ماں نے روتے روتے کہا۔ اس کے خاندان میں کوئی پاجی بدمعاش نہیں ہے۔ وہ پھوپا پاجی بدمعاش تھی۔ اسی وجہ سے یہ سب ہوا۔

وشنو سرکار رام سیوک کی ماں کو دھمکا کر بولے تمہیں نے اپنے لڑکے کو ایسا پاجی بدمعاش بنادیا۔ تمہارے ہی بیہودہ لاڈ پیار سے۔ اس کی یہ خرابی ہوئی اب بھی اسے سچ سچ کہنے دو۔ ورنہ کسی طرح نہیں بچیگا۔ (رام سیوک سے) رام سیوک! جو کچھ جانتے ہو۔ سچ سچ کہدو۔ چھوڑ دیئے جاؤگے۔ ورنہ یہ یاد رکھو۔ کہ اگر ذرا بھی جھوٹ۔

بات کاٹکر رام سیوک نے روتے روتے کہا۔ سب کہتا ہوں۔ سچ سچ کہتا ہوں ماں تو کچھ پھانسی پر نہیں چڑھیں گی۔ پھانسی تو مجھ کو ہی ہوگی۔ ماں کے کہنے سے کیا جھوٹ بولونگا اور اس کے علاوہ میرے گلے میں کنٹھی بھی ہے"

داروغہ نے۔ بول۔ سچ سچ بول چھوٹی بہو کہاں گئی؟"

رام سیوک نے۔ حضور سچ کہتا ہوں مجھے نہیں معلوم۔ وہ کہاں گئی ہے میں نے

ہر چند تلاش کرائی۔ مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔

داروغہ:۔ اگر ذرا بھی جھوٹ بولے۔ تو پھانسی پر لٹکائے جاؤ گے یہ یاد رکھنا اچھا وہ گھر سے کیوں بھاگ گئی؟

رام سیوک:۔ میں نے مذاق میں دو ایک باتیں کہدی تھیں۔

رام سیوک کی ماں بولیں۔ میرا لڑکا مذاق پسند طبیعت رکھتا ہے میں نے ہر چند کہا کہ ہر شخص سے مذاق کرنا اچھا نہیں۔ سب کو تو مذاق پسند نہیں آتا۔ مگر لڑکا ابھی بے سمجھ ہے۔ اور پچھلے مانش سب ہی بے سمجھ ہوتے ہیں۔

وشنو سرکار پھر دھمکا کر بولے۔ تم کیا چپ نہ رہو گی؟ لڑکے کو پھانسی دلوانا چاہتی ہو کیا!

رام سیوک کی ماں خاموش ہو گئیں

داروغہ نے پوچھا۔ ہاں جی رام سیوک! تم نے کیا مذاق کیا تھا؟

رام سیوک:۔ وہ میرے ساتھ بات چیت نہیں کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے میں کبھی کبھی اس سے تمسخرانہ گفتگو کیا کرتا تھا۔"

داروغہ اچھا تو وہ کیا کہتی تھی؟

رام سیوک:۔ میری بُوا سے کہہ دیتی تھی۔ کبھی کبھی بُوا مجھے کہتی سُنتی بھی تھیں کبھی کبھی اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کرتی تھیں۔ اور عموماً اسی وجہ سے وہ روتی رہتی تھی۔

داروغہ۔ اچھا پھر؟

رام سیوک:۔ پھر صاحب میں نے ایک دن کہا مگر بالکل مذاق مذاق میں قسمیہ کہتا ہوں۔ مذاق میں کہا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ میں کسی دن تمہارے ستی پن کو بگاڑ دونگا۔ گاؤں کے کسانوں کے ذریعہ اُٹھوا لے جاؤنگا۔ پھر

نہیں کوئی نہیں رکھیگا۔ وہ ایسی پاگل تھی کہ میرے اسقدر کہنے سے وہ اُسی رات کو فرار ہوگئی "

داروغہ نے وشنو سرکار کے مُنہ کیطرف دیکھا۔ وشنو سرکار کا مُنہ غُصّہ سے لال ہو رہا تھا۔ غضبناک لہجہ میں بولے "وشنو رام سیوک! تم آج تک گاؤں میں کیا کہتے پھرتے تھے کچھ یاد ہے "

رام سیوک کی ماں پھر بول اُٹھیں۔ تم تو نہ معلوم کیسے آدمی ہو۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں کیا اپنا عیب کوئی کہدیتا ہے۔ اب اِسوقت بغیر کہے کوئی چارہ نظر نہیں آتا

داروغہ صاحب نے رام سیوک کی ماں کو دھمکا کر چُپ کرا دیا

رام سیوک نے کہا۔ ہاں یاد کیوں نہیں ہے۔ میں نے کہا تھا۔ کہ ایک لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی ہے "

وشنو:۔ وہ بات کیا جھوٹ ہے

رام سیوک۔ ہاں جھوٹی بات ہے۔

وشنو:۔ کون سی بات جھوٹ ہے

رام سیوک:۔ پہلے والی بات!

وشنو:۔ پہلے والی بات جھوٹ ہے۔ یا بعد کی۔ اِس کا ثبوت کیا ہے "

رام سیوک:۔ اِس کا ثبوت میری ماں ہے۔ جسدن اُس سے میں کچھ کہتا تھا اُسی دن وہ مجھ کو اسے جا کر کہدیتی تھی "

وشنو:۔ بس کرو اب آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہہ کہکر اُنہوں نے ایک لڑکے سے نستار کو بُلوایا۔ نستار آکر دروازہ پر کھڑی ہوگئی۔ وشنو سرکار نے پُوچھا۔ تو کیا یہیں تھیں "

نستار:۔ ہاں! میں سب سُن رہی تھی۔

وشنو :۔ اچھا منجھلی بہو سے تمام باتیں پوچھا ۔کہ جو کچھ رام سیوک نے کہا ہے وہ صحیح ہے ۔یا جھوٹ ؟
نستارا چلی گئی ۔سب بے قراری سے اُسکی واپسی کا انتظار کرنے لگے تھوڑی دیر بعد نستارا آئی ۔اور کہنے لگی سچی بات ہے ۔میں جانتی ہوں ۔چھوٹی بہو کا کوئی قصور نہیں ہے ۔رام سیوک کے مظالم کے خوف سے وہ گھر چھوڑ گئی ہے اگر میں پہلے غافل نہ رہتی ۔تو یہ بربادی نہ آتی
یہ سُنکر وشنو سرکار نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا ۔آپ جانتے ہیں کہ ستی لکشمی کے نام پر کلنک لگایا گیا ہے ۔اب آپ جان گئے ہونگے کہ وہ ستی ہے پاپی کے ظلم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے گھر چھوڑا ۔ساس اور منجھلی بہو سے کہنے کا بھی جب کوئی فائدہ نہ ہوا ۔شوہر سے کہنے کی تدبیر نہ بن آئی تب مایوس اور ہراساں ہو کر اپنی عفت و عصمت کو محفوظ رکھنے کی خاطر گھر سے نکل گئی
یہ سُنکر سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے ۔داروغہ صاحب کے حکم سے رام سیوک کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں ۔سب رام سیوک کے نام پر لعنت و نفرین بھیجتے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے رام سیوک بھی روتا روتا اندر گیا

نواں باب

غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی زریں شعاعیں درخت اور درخت کے ایک ایک پتے مکانوں کی چھتوں اور بانس کے جھاڑوں پر طلائی کام کر رہی تھیں نسیم روح شمیم پھولوں کی خوشبو سے معطر و معنبر ہو کر طراوت

پھیلا رہی تھی۔ اور پرند زمین پر بیٹھے ہوئے دانہ چگنے میں مصروف نظر آ رہے تھے۔
دوسرے محلے کے راستے پہ گاشتے کے لڑکی ساروا نے اگر سنجھلی بہو کو پکارا۔
اری سنجو! کہاں گئی؟ بہت دنوں سے تجھے نہیں دیکھا۔ میں کل سسرال جاؤں گی
عورتوں کے مقدس تیرتھ سسرال کو جائے گی۔ تیرا درشن کرنے میں بھی پہنچی ہے
سنجھلی بہو :۔ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پہلے ہی اس کا چہرہ متفکر آنکھیں بکھری
اور دل غمگین تھا۔
۔ سارنوا نے کہا۔ اری تو سسرال کی جگت کب سے ہوئی؟ تو تو سسرال کے نام
سے چڑھتی تھی۔ تیرا چہرہ کیوں اسقدر اترا ہوا ہے
سنجھلی بہو :۔ چل گھر چل۔ سب کہونگی۔ کتنے دنوں سے تجھے نہیں دیکھا اس
دل میں کیسی زبردست آگ مشتعل ہے۔ جب تو آ ہی رہی ہے۔ تو تجھے سب سناؤنگی
سارداکا چہرہ بھی اتر گیا۔ بولی۔ چل بہن۔ تیری حالت دیکھکر مجھے خوف معلوم
ہو رہا ہے۔ کیا بات ہے۔ صاف صاف کہہ!
سنجھلی بہو جلدی جلدی کام ختم کرکے سارداکو لیکر ایک تنہا کمرے میں گئیں
سارد انے کہا۔ تیری بڑی جٹھانی آئی ہے۔ کیا؟ میں نے سُنا۔ اسے آئے ہوئے
ایک مہینہ ہو گیا۔
سنجھلی بہو :۔ دیدی کے ہاں لڑکا ہونیوالا ہے۔ وہ بڑے گھر کی بہو ہے۔ اُٹھکر
پانی بھی نہیں پیتی۔ میری بدنصیب۔ میرا شوہر مفلس۔ اس کا اور اسکے لڑکے
بالوں کا کام مجھ ہی کرنا پڑتا ہے۔ نہیں کرتی ہوں۔ تو سینکڑوں باتیں سُننے میں
آتی ہیں۔ ماں جیسی جلی کٹی سُناتی ہیں۔ وہ اب تجھے۔ کیا کہوں گی
ساردا میں پہلے نہیں جانتی تھی۔ کہ شوہر کے قدموں کے نیچے رہکر ہی عورت
کو سکھ ملتا ہے صبح سے لیکر دن نیچے رات تک کام کرتے مرتی ہوں۔ کوئی

بات بھی نہیں پوچھتا۔ یہ بھی خبر نہیں لیتا۔ کہ شبنو نے کھایا پیا بھی ہے۔ یا نہیں ہائے! میں نصیبوں جلی۔ میں یا پنی نہیں جانتی تھی۔ کہ ماں ہو۔ بہن ہو۔ بھائی ہو خواہ کوئی ہو۔ اس قدر محبت اور پیار کسی کو نہیں۔ جسقدر کہ اپنے شوہر کو ہائے! انہوں نے جان پر کھیل کر تکلیف اُٹھا کر میرا دوا علاج کیا مجھے دوبارہ زندگی بخشی۔ مگر مجھ ہتھیارنی نے اُن کی خدمت کا تھوڑا سا معاوضہ بھی نہیں ادا کیا مگر اب سمجھی۔ ... بدن زور ... رہا۔ وہ ... تک پڑی رہی کسی نے پانی ... کو بھی نہ پوچھا۔ کھانے پینے کا تو کیا ذکر ہے اب یہ دُکھ نہیں سہا جاتا۔ ہائے کیا اب وہ نہیں ملیں گے؟

جیسے موسم برسات میں پھولوں پر اُٹھا ہوئے پانی کے قطرات ہوا کے جھونکوں سے گر پڑتے ہیں۔ اُسی طرح سنجھلی بہو کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارتے اپنی روانی سے انکا تمام سینہ تربتر کر دیا۔ بھرائی ہوئی آواز سے بولی۔ سن سار دا میں نصیبوں جلی ہوں۔ بڑی پاپی۔ پاپ کی زبردست آگ سینہ میں مشتعل ہے میری بات یاد رکھنا شوہر اور سسرال ہی عورت کی دنیا ہے۔ یہی عورت کا سُکھ ہے۔ اور یہی سب سُکھ ہے۔ شوہر اور سسرال والوں کی خدمت کرنے سے دُنیا کے تمام مقدس تیرتھوں کا پھل ملتا ہے۔"

سار دا کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔ بھرائی ہوئی آواز سے بولی۔ "اُن کے جانے کی کوئی خبر نہیں ملی؟"

سنجھلی بہو: ۔ نہیں ایشور ان کی عمر دراز کرے۔ مجھے وہ اپنے سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ مگر میں بدنصیب ہوں۔ میری بدنصیبی کی انتہا نہیں ہے۔ میں نے نے اُن سے جو کہا انہوں نے وہی کیا۔ میرے سُکھ کے لیئے گرمی سردی آگ پانی سب کچھ برداشت کیئے۔ میرے کہنے سے ماں بھائی۔ بھاوج اور عزیز

وفادار ہے۔ اس کو چھوڑ دیا جتنا مجھ سے ہوا۔ یہ سوچ کر یہاں کس قدر بے عزتی گوارا کی۔ اس کے معاوضہ میں میں نے کیا کیا؟ ان کی خدمت تو درکنار۔ میں نے جو کچھ کیا یقین ہے نفرت سے کیا کہوں۔ مگر اس کا جو کچھ کیا۔ اب اس کا پشیمان ہو رہا ہے شاردا کیا اب وہ نہیں لیں گے؟ کیا اس طرح کوئی مجھ سے اب پیار محبت نہ کرے گا۔ میں انکی تقریری پار سکتی ہوں ساتی۔ ہائے وقت رخصت وہ آب دیدہ نگاہیں وہ مایوس اور مغموم چہرہ۔ جو وقت آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے دیکھ کر حسرت مانگی تھی تب۔

سنجھلی تھوڑا اور کچھ نہ کہہ سکیں۔ وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں گلا کھر آیا۔ ہچکی بندھ گئی۔

شاردا نے کہا۔ تم ایسی باتیں کہاں سوچنے لگیں۔ تو سسرال نہیں جا۔ وہاں جانے سے تجھے بہت کچھ شانتی ملے گی۔

گلا صاف کر کے سنجھلی تھوڑے نے کہا۔ شاردا میرے پاپوں سے ہی میرا گھر پھنک کر خاک ہو گیا۔ جو تھوڑا سکھ وہاں تھا وہ بھی بدتر ہو گیا۔ اب وہاں جا کر کیا کروں گی

شاردا نے کہا۔ اتنا فکر نہ کرو۔ ایشور پر بھروسہ رکھو۔ اس کی دیا ہوئی تو پھر سب ویسے ہی ہو جائے گا۔ ارے تمہارے گھر آ جاؤ گی تو سسرال چلی جا سنجھلی بہو۔ میں پاپی ایشور کا نام کس منہ سے لوں؟ جس نے بھگوان کے سنسار کو دکھ دیا چلایا۔ وہ ایشور کا نام لینے کے قابل نہیں۔ جیسے برے کام میں نے کئے ہیں ویسا ہی پھل بھی بھوگ رہی ہوں۔ اور ابھی نہ معلوم کب تک اس طرح گھلتی رہوں گی۔ عین اسی وقت منشی جی ایک خط ہاتھ میں لئے ہوئے ہنستے ہنستے گھر میں داخل ہوئے۔ ماں اور بہن کو آواز دی۔ ماں کے ساتھ ان کی بڑی لڑکی اور منجھلی کے ساتھ شاردا آکر ان کے پاس ہی کھڑی ہو گئی۔

ہری چرن:- ہنستے ہوئے طعن آمیز لہجہ میں بولے۔ ماں! قسمت پھری نصیب نے پلٹا کھایا۔ تمہاری چھوٹی لڑکی کو لینے کے لیئے اس کی سسرال سے گاڑی اور خط آیا ہے"

ہرچرن کی ماں بھی ہنس کر بولیں:- میری قسمت! بڑے باپ کے بیٹے کیا گھر آگئے ہیں خط کا مضمون سُنو" یہ کہکر ہرچرن خط سنانے لگے۔ لکھا تھا۔

ہرچرن۔ بیٹا! تم نے میرے گھر کی بڑی حالت کا حال سُنا ہو گا۔ رام سیوک اور اُس کی ماں یہاں سے چلی گیئں۔ ابھی تک رام سیوک کی ماں بُرا بھلا کھانا پکا کر کھلا دیتی تھی۔ اب ایک مٹھی چاول پکانے والا بھی کوئی نہیں رہا۔ جتنے دنوں تک زندہ ہوں جتنے دن پاپوں کا پھل بھوگنا ہے اتنے دنوں تک تو پیٹ بھرنا ہی پڑیگا۔ مگر کرے کون؟ بنجھلی بہو بیٹے کے سوگ میں منہ لپیٹے پڑی رہتی ہے مجبوراً گاڑی بھیجی ہوں منجھلی بہو کو ضرور بھیجو۔ نستارا بھی جا رہی ہے جن کا حال معلوم ہُوا۔ ستیش۔ داینش اور پانچکوڑی کی کوئی خبر نہیں۔ میں کس حالت میں ہوں۔ اس کا اندازہ خود ہی لگا لینا۔ دعاگو و خیر طلب تمہاری ماں

ہرچرن کی ماں گرج کر بولیں۔ ہاں جائے گی کیوں۔ نہیں؟ میری بیٹی داسی کا کام کرنے جائے گی۔ اور یہ نستارا رانڈ کون ہے؟

آنے تو دو اُسے کیسی بُری بھلی سناتی ہوں"

سارد ابولی:- چاچی۔ ماں بھیج دو۔ بھیجنے میں کوئی بُرائی نہیں ہے ساس کا درجہ بھی تو ماں کے برابر ہے۔ ساس کی خدمت کا موقع چند خوش نصیب بہوؤں کو ملتا ہے"

ہرچرن کی ماتا بلند آواز سے کرخت لہجہ میں بولیں:- واہ رے میری خدمت کرنے والی بیٹی! کہاں کہاں نصیب ہے؟ اب میری بڑی لڑکی آئی ہے آجکل میں اُسکے لڑکا

ہونیوالا ہے۔ اُسے سسرال بھیج دوں۔ تو یہاں کا کام کون کرے گا ؟

ناتھملی بُھو:۔ عاجزانہ مگر پُر استقلال لہجہ میں بولیں:۔ میں جاؤں گی ہی۔

ماں:۔ جاتی ہے۔ تو جا۔ لیکن اگر روتی ہوئی پھر لوٹ کر آئی۔ تو اِس گھر میں نہ گھسنے دونگی۔ یہ یاد رکھنا۔

ناتھملی بُھو نے اِس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دل ہی دل میں بولی۔ ایسا ہی ہوگا۔ اگر اِس مقدّس تیرتھ میں بھی ٹھکانہ نہ مِلا تو دریا میں تو ملیگا۔ تستار آگئی۔ وہ تالاب میں ہاتھ مُنہ دھونے گئی تھی۔

رات بہت جاتے دیکھکر سارداتے ناتھملی بُھو سے کہا:۔ شبتو! اب میں جاتی ہوں۔

ناتھملی بُھو نے آبدیدہ نگاہوں سے سارداکیطرف دیکھا۔ سارداچلتے وقت اشاروں سے کہتی گئی۔ جانا کسی طرح نہ رہنا۔



ساتواں حصہ

پہلا باب

بہت سے دنوں کی شگفتہ ہوئی آگ اور مسلسل ناامیدیوں نے ٹونھکا کے دل میں یہ جلن پیدا کر دی تھی۔ وہ جلن پانچکوڑی کا خون ہونے سے اور بھی ناقابلِ برداشت اور خوفناک ہو گئی۔ وہ اتنے دنوں گنگا کی پُرشور روانی میں حریصانہ طور پر غوطے کھا رہی تھی۔ اور عشق و محبت کو اپنے ناپاک پاؤں سے اچھی طرح مسل چکی تھی۔ اس کے بجز دل میں حرص و ہوس پرستی کی ترنگیں موجزن رہتی تھیں۔ اس کے دل پر حسرت پانچکوڑی کی تصویر منقش تھی۔ وہ خود نہیں سمجھتی تھی۔ کہ میں پانچکوڑی کو کسقدر پیار کرتی ہوں بہ طور یہ محبت کا اندازہ لگاتے ہیں ناکامیاب رہتی تھی پہلے ٹونھکا نہیں جانتی تھی۔ کہ وہ پانچکوڑی کے بغیر پاگل ہو جائے گی۔ کاش اسے یہ معلوم ہوتا۔ تو وہ پانچکوڑی کا خون کبھی نہ کراتی۔ اس وقت اس نے یہ سوچا تھا کہ پانچکوڑی کے خاتمہ کے ساتھ میری تمام تکالیف کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تمام آگ بجھ جائے گی۔ اس نے نہیں سوچا۔ کہ جس آگ میں پانچکوڑی جلیگا۔ اسی شعلہ زن آگ میں اس کو بھی جلنا پڑیگا۔ اور پانچکوڑی کا خاتمہ ہوتے ہی مجھ پر بھی تباہی کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ ٹونھکا کسی طرح مطمئن نہ ہو سکی نوکر نے نہانے کے لئے کہا۔ برہمن نے نہانے کے لئے خوشامد کی۔ مگر وہ جوں کی توں بیٹھی رہی نہ کپڑے بدلے نہ کچھ کھایا۔ بال بکھرے ہوئے۔ اور لباس بے ترتیب تھا

وانیش کے جانے کے بعد پُھنکا نے راجہ صاحب کے حالات معلوم کرنے کیلئے آدمی بھیجا۔ اُس نے لوٹ کر جواب دیا۔ کہ راجہ صاحب کی بیوی نے چھاتی لگا کر اپنی جان دیدی

پُھنکا کا غمگین اور بے چین دل اور بھی بیٹھ گیا۔ ہو گیا تین پہر گذر جانے پر نوکر نے بڑی کوششوں اور منت و خوشامد سے تھوڑا سا کھانا کھلایا شام کے وقت پُھنکا نے نوکر کو تھانہ بھیجا۔ پولیس انسپکٹر کو بلایا۔ تھوڑی دیر میں آ پہنچا پُھنکا کا پریشان اور گھبرائی ہوئی شکل دیکھ کر انسپکٹر نے سوچا۔ اس ... نے یا تو خود ہی خون کیا ہے۔ یا اس کے متعلق تمام حالات سے واقف ہے۔ ...

پُھنکا شکایت آمیز انداز سے مگر مایوسانہ لہجہ میں بولی۔ داروغہ صاحب۔ ... اب نہیں آئے گا۔ جس سے قاتل گرفتار ہو۔ آپ ہی کچھ کیجئے۔ میری تو ... خواہش ہے کہ قاتل سزا پائے۔

داروغہ:۔ میری بھی خواہش ہے۔ مگر بغیر کوئی ثبوت یا پتہ پائے ہوئے کسی کو گرفتار کیا جائے

پُھنکا خواہ ہی کہوں۔ میں آپ کو قاتل کا پتہ تک بتا سکتی ہوں

داروغہ۔ اگر ایسا ہو۔ تو خونی ابھی گرفتار ہو جائے گا۔ بتائیے

پُھنکا راجہ صاحب!

داروغہ۔ مارواڑی!

پُھنکا۔ ہاں!

داروغہ۔ خود۔

پُھنکا:۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انہوں نے خود ہی خون کیا۔ یا کسی دوسرے سے کرایا۔ مگر انہیں گرفتار کرنے سے تمام راز فاش ہو جائے گا۔

داروغہ۔ ذرا مفصّل طور پر سب حال کہئے۔

یوتھکا:۔ راجہ صاحب کی بیوی کے ساتھ پانچکوڑی کا تعلق تھا حسنِ اتفاق راجہ صاحب کو یہ بات معلوم ہوگئی اور اُنہوں نے پانچکوڑی کا خون کر دیا۔ اُنکی بیوی نے خوف اور شرم سے خودکشی کر لی ہے

داروغہ۔ سچا ہے۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔ مگر مجبور اس لیئے تھا۔ کہ بغیر کسی ثبوت کے گرفتاری نہیں ہوسکتی

یوتھکا۔ ثبوت تو بہت سے ہیں۔

داروغہ ذرا بتایئے تو ہ

یوتھکا نے ثبوت کے متعلق بہت سی باتیں داروغہ صاحب سے کہیں اُسکی باتوں میں زیادہ تر جھوٹ تھا! اُف راکھشسی یوتھکا نے پانچکوڑی کا خون کرانے کے لیئے کیسے پیچ رچے۔ اور اب اُسی کے قاتل کو پھنسانے کے لیئے پھر کسقدر جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لے رہی ہے سچ ہے۔ انسان کے دل میں جب ایک بار پاپ داخل ہو جاتا ہے۔ تو رفتہ رفتہ بڑھتا ہی جاتا ہے تمام باتیں سُنکر داروغہ صاحب نے کہا :- میں آپ کے کہنے کے بموجب تحقیقات کرونگا۔ اور انشا اللہ جلد ہی قاتل کو گرفتار کر کے آپ کو خوشخبری سناؤنگا یہ کہکر داروغہ صاحب چلے گئے ہ

دوسرا باب

رات تھوڑی سی باقی تھی۔ دانیش چند رکلتہ واپس آئے جس کمرے میں یوتھکا کی خوابگاہ تھی۔ وہاں جاکر دیکھا۔ کہ یوتھکا پاگلوں کیطرح ایک پلنگ پر پڑی ہوئی سو رہی ہے۔ مگر اُسکی نیند سُکھ اور اطمینان کی نیند نہیں تھی۔ اُس کا چہرہ مضمحل

اور پریشان خاطر نظر آتا تھا۔ یہہ حالت دیکھکر وہ سمجھہ گئے کہ یُوتھکا اسوقت طرح طرح کے خواب دیکھہ رہی ہے۔ اور یہہ تمام خوفناک و دردرساں ہیں۔ یُوتھکا کے چہرے کی رنگت میلگوں ہو رہی تھی۔ ہونٹ خشک تھے۔ اور تمام جسم پر پسینے چھٹکار برس رہی تھی۔ دانیش نے سوچا۔ پاپ کی خوفناک آگ اُسے خواب کی شکل میں جلا رہی ہے۔ اُنہوں نے یُوتھکا کو جگایا۔ وہ جلدی سے اُٹھکر بیٹھہ گئی اور مایوس ہو کر پاگلانہ نگاہوں سے کمرے کے چاروں طرف نظر ڈالنے لگی۔ سامنے دانیش چندر کو کھڑے دیکھکر ابروؤں میں بل ڈال کر بولی تم تم تو پانچکوڑی نہیں ہو اگر پانچو یہ نہیں ہو۔ تو یہاں کیوں آئے؟ ہاں آئے۔ یُوتھکا سے پیار و محبّت کا اظہار کرنے کے لئے آئے ہو۔ ہا ہا ہا! محبّت! محبّت جھوٹی بات تم خواہشات نفسانی کے غلام۔ کالیوں کے کتّے۔ تمہیں محبت کی کیا خبر محبّت صرف پانچو جانتا تھا۔ اسی سے تو وہ پاک۔ قابل تعظیم۔ جاؤ میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ اب کبھی میرے پاس نہ آنا۔ پانچو کے تصوّر میں مخل نہ ہونا۔ پانچو! پانچو!! پانچو!!! آؤ پیارے آؤ۔ کیا اس بدبخت سے کچھہ ناراض ہو گئے ہاں ضرور تم ناراض ہو گئے ہو گے۔ کیونکہ میں نے ہی تمہارا خون کیا ہے۔ میں نے ہی۔ دانیش کیطرف دیکھکر جاؤ تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟

دانیش کیا تم سچ مچ پاگل ہو گئی ہو؟

یُوتھکا ہا ہا!! ہا!!! پاگل ہو گئی؟ نہیں پہلے پاگل تھی۔ اب پاگل نہیں جب تک اس سرپنے کو نہیں سمجھی تب تک پاگل تھی۔ اب سمجھہ گئی ہوں۔ اب پاگل نہیں تم۔ تم پاگل ہو تم پورے پاگل ہو۔ پاگل نہ ہوتے تو اب بھی پالو کتے کیطرح میرے پاس دوڑے نہ آتے۔ کیوں آتے ہو؟ کیا پیار و محبّت کیخاطر؟ ہا! ہا!! ہا!!! محبّت محبّت!! میں محبّت سے ناآشنا تھی۔ پانچو نے محبّت کا سبق اچھی طرح ذہن نشین

دنوں تک اُس کا پیار چھپا رکھا۔ تم محبت سے بے بہرہ اور اندھے ہو۔ تُم سے نہیں دیکھے گئے۔ وہ پاک۔ وہ لطیف۔ اس ناپاک اور کثیف کو وہ کیسے قبول کرتا۔ تم جیسے اندھے جو کچھ جانتے ہیں۔ وہ خواہشات کے دلدل میں پڑ کر تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہیں۔ وہ کیوں چھوتے۔ پاک قوت سے نہا چکی ہوں۔ اب تمہیں نہیں چھوڑوں گی تم پشاچ۔ راکشس ہو۔ اسی وجہ سے پشاچی راکشسی کے پیچھے پیچھے گھومتے ہوئے جاؤ چلے جاؤ۔ اب کبھی نہ آنا۔ ہا ہا! ہا ہا!! بھاگو!

کہتے کہتے رُتھکا کی دونوں آنکھوں سے جیسے شرارے برسنے لگے۔ بار بار دانت پیس کر پاگلوں کی طرح ہنسنے لگی۔

دانیش دل ہی دل میں سوچنے لگے۔ رُتھکا سچ کہتی ہے۔ میں بے الحقیقت پشاچ ہوں۔ مقدس سخن بیکراں کو چھوڑ کر ناپاک کے بحر ذخار میں غوطے کھانے لگا۔ سوہاگ کو چھوڑ کر نرک میں جا گرا۔ اسی وجہ سے ایشور نے سزا دی۔ کہ میری شانتی نے میرے دل میں نرک کی آگ مشتعل کرنے کے لیے خاندان کو چھوڑ دیا۔ کیا شانتی واقعی کلنکنی ہے پاپی ہے؟

نہیں۔ نہیں اُس نے مظالم سے تنگ آ کر گھر بار چھوڑا ہے۔ رام پرساد بابو کہتے تھے۔ کہ پاپی مرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ یہ بات صحیح ہے۔ حالت غش اور بیہوشی میں شانتی مجھے ہی پکارتی رہی۔ رام پرساد بابو تعلیمیافتہ بلند خیال اور دھارمک بزرگ ہیں۔ وہ غلط بیانی کیوں کریں گے۔ تب تو میری شانتی میری ہی ہے ہائے رُتھکا نے مجھے گمراہ کر رکھا تھا۔ میں خواہشات نفسانی کا بندہ ہوں میں اُس کا ظلم نہیں سمجھ سکا۔ پاپی نے میرے میرے بھائی کو پاپ کے راستہ پہ لانا چاہا تھا۔ وہ عقلمند تھا۔ سمجھ گیا۔ کہ یہ پاپ ہے۔ اُف! اُس نے پاپ کا راستہ نہیں اختیار کیا۔ اسی وجہ سے اُن کی جان گئی۔

پُوتھکا اپنی لال لال آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ کیا سوچتے ہو؟ میری بات یا نہیں۔ سمجھ لو۔ کہ پُوتھکا مر گئی۔ میرے پاس اب نہ آنا سُنا ہے۔ تمہاری بیوی ہے اُسی کے پاس جاؤ۔ دواخانہ میں نہیں جانا ہے۔ اُسے بھی لیجاؤ میرے پاس جو روپئے ہیں۔ انہیں سے بسر اوقات کرو گی۔ صاف کہتی ہوں کہ میرے پاس آکر میرے زخم دل پر نمک پاشی نہ کرنا۔ جاؤ چلے جاؤ۔ اب کبھی نہ آنا۔ (دانش سے) اگر آؤگے تو تمہارے لیئے اچھا نہ ہوگا۔ جاؤ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ پاپیوں کا دھیان کرنے دو۔ پاپیو! پاپیو!

دانش کے دل میں اُسوقت رنج و غم کی آگ مشتعل تھی۔ انہیں اسوقت تمام دُنیا گناہ کی آگ کا ایک تودہ آرہی تھی۔ انسان اپنی تمام زندگی فسق و فجور میں بسر کرکے دم بھر کے لیے اپنے آپ پر لعنت و تفرین کے نعرے بلند کرتا ہے مایا موہ کی دھدھکتی ہوئی آگ میں دم بھر میں جل مرنا۔ زندگی بھر کا تمام سرمایہ زندہ دم کے دم میں زہر کی ایک گھونٹ پی کر بیہوش ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی کا مبارک وقت کب آویگا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ جو وقت آتا ہے اُسوقت انسان مایا موہ میں اندھا ہو کر توجہ نہیں دیتا۔

دانش کی زندگی کی مبارک گھڑی آگئی۔ پُوتھکا اُن کی نگاہوں میں بالکل راکھشسی سی نظر آنے لگی۔ اُنہیں پُوتھکا سے نفرت ہوگئی۔ وہ پُوتھکا کے کمرے سے چلے گئے عرصہ دراز کا جال ٹکڑے ٹکڑے کر کے دواخانہ میں گئے۔ اور اِس آفات و مصائب کی رات کا خاتمہ کر کے علے الصباح کلارہالی کیطرف چل دیئے

تیسرا باب

کلارہالی پہنچتے پہنچتے آٹھ بج گئے۔ وہاں پہنچکر معلوم ہوا۔ کہ شانتی کی حالت

اب پہلے سے بہتر ہے۔ اس سے پہلے اُسے شدید بخار رہتا ہے۔ مگر اُسے بالکل نہیں تھا۔ وہ بیٹھی ہوئی دیگر عورتوں کے ساتھ بات چیت کر رہی تھی۔ اُس دن دانیش کی خاطر و مدارت اُسی طرح ہوئی جیسی عموماً سسرال میں داماد کی ہوتی ہے۔ بالخصوص ایسی سسرال میں جہاں ساس اور سسر دونوں روشن خیال تعلیمیافتہ اور ذی فہم ہوں گے۔

موسم نسبت میں نسیم سحری کے طرب خیز جھونکے جیسے کنج میں رہتے ہوئے بھی مسرور رشاد کام اور پُرجوش دل میں بھی مایوسی کی جھلک پیدا کر دیتے ہیں۔ اُسی طرح اس میل ملاپ میں بھی شانتی کا کوئی قصور رہے کہ نہیں۔ اسی فکر اور رنج و غم نے دانیش کے دل میں ہل چل مچادی۔

اس میل و ملاپ میں دانیش نے کسی قسم کا شکوہ محسوس نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اُن کے دل میں پانچکوڑی کی موت کا غم بھرا ہُوا تھا۔ اس کے علاوہ شانتی کے باعفت ہوتے ہیں بھی انہیں شک تھا اُس شک کو وہ اپنے دل ہی دل میں دبائے ہوئے متفکر و غمگین رہتے تھے۔ کبھی کبھی رام پران بابو کی باتیں یاد کر کے تھوڑی دیر کے لیئے اُنکا شک دُور ہو جاتا ہے۔ مگر پھر یہ سوچ کر کے رام پران بابو کے گھر آنے سے پیشتر شانتی کہاں رہی ؟ اُن کا دل پھر شک و شبہ سے بھرپور ہو جاتا تھا رام پران بابو معمر اور تجربہ کار شخص تھے۔ اُن کے بال دھوپ میں نہیں سفید ہوئے تھے اس لیئے دانیش کی یہ فکر اُن سے پوشیدہ نہ رہی۔"

کھانا وغیرہ کھا کر رام پران بابو نے دانیش سے کہا۔ بیٹا! اب ایک کام کرنا ہوگا

دانیش:۔ کیا ؟

رام پران:۔ شوہر و بیوی کا تعلق بہت نازک و پاک ہوتا ہے۔ اس تعلق میں ایک دوسرے پر یقین ہی سب کچھ ہے۔ بدیقینی اور شک کا ذرا سا بھی خیال رہنے سے دونوں کو نہیں

ملتا۔ اس لیے ہم نے اس کی ایک تجویز کی ہے۔

دانیش کیا؟

رام پران۔ شانتی کا چال چلن نہایت ہی پاک صاف اور قابلِ توصیف ہے۔ وہ اپنی عفت و عصمت قائم رکھنے کے لیے زندگی تک کو خیرباد کہنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ مگر ابھی تمہارے دل سے شک دور نہیں ہوا۔ اور جب تک یہ شک دور نہیں ہوگا شانتی نہیں لے گے۔

دانیش:۔ آپ گیانی ہیں۔ آپ کا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔

رام پران:۔ اب یہ تمہارے ہی خواہوں کا فرض ہے کہ وہ تمہیں شانتی کی پاک نفسی کا ثبوت دیں۔ اس لیے میں تمہیں گنگا رام پور لے چلنا چاہتا ہوں۔

دانیش۔ وہاں جا کر کیا ہوگا؟

رام پران:۔ شانتی نے جو جو واقعات اپنے منہ سے بیان کئے ہیں، وہ سچ ہیں یا جھوٹ، اس کی تحقیقات کرنی ہوگی۔

دانیش:۔ آپ ہم دونوں کے سچے بھی خواہ ہیں، اس لیے جو آپ مناسب سمجھیں کریں۔

دریا میں رام پران بابو کی کشتی ہر وقت تیار کھڑی رہتی تھی۔ رام پران بابو نے اس پر ضروری سامان رکھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد چار طاقتور سپاہی۔ ایک نوکر اور ایک برہمن کو لیکر دانیش کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے۔ ملاحوں نے کشتی کھولدی، اور ڈانڈ چلانا شروع کیا گیا۔

دانیش اور شانتی سے میل ملاپ ابھی نہیں ہوا تھا۔ رام پران بابو اور انکی بیوی نے یہ مشورہ کیا تھا۔ کہ جب تک ثبوت پہنچا کر دانیش کا شک قطعی طور پر رفع نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ان کا میل ملاپ نہ کرایا جائے۔ کیونکہ جب تک دل میں شک رہے گا۔ اس وقت تک اس میل ملاپ میں کوئی خوشی اور رس کچھ نہ ہوگا

شانتی کا علاج قصبہ کے ایک ڈاکٹر صاحب دانیش چندر کی ہدایت کے بموجب کرنے لگے۔

چوتھا باب

کمار ہاٹی سے گنگا رام پور کا راستہ کشتی سے تھا۔ دو دن متواتر چلکر تیسرے دن شام کو کشتی گنگا رام پور کے گھاٹ پر جا لگی۔ رام پران بابو دانیش کو لے کر کنارے اُترے دو سپاہی بھی ساتھ ہوئے گوپال دے کا مکان دریافت کر کے وہاں پہنچے۔ دے مہاشے اُسوقت حقہ پی رہے تھے یکایک لال پگڑی سر پر جمائے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ دو شریف اشخاص کو دیکھکر ڈر گئے اور جلدی سے حقہ چھوڑ کر انکے پاس آ کھڑے ہوئے۔

رام پران بابو نے پوچھا۔ مہاشے! آپ کا نام کیا ہے؟

دے۔ گوپال چندر دے۔

رام پران:۔ کئی دن ہوئے ایک لڑکی تمہارے یہاں آئی تھی؟

دے:۔ (گھبرا کر) جی نہیں۔ تو نہیں۔ ہم غریب —

جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔ اگر جھوٹ بولو گے تو مصیبت میں پڑو گے۔

گوپال دے مغموم صورت بنا کر بولے۔ مہاشے! اس لڑکی کی وجہ سے میرا ستیاناس ہونیوالا ہے۔

رام پران۔ کیوں کیا ہوا؟

گوپال۔ حضور انکے مہاشے نے عہد کیا ہے۔ کہ بغیر مجھے تباہ کئے ہوئے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

رام پرتاپ :۔ آخر بات تو بتاؤ کیا ہے ؟

گوپال :۔ وہ لڑکی ایک دن صبح دریا کے کنارے بیٹھی رو رہی تھی۔ میری بیوی نے اُسے دیکھا۔ اور ترس کھا کر اُسے اپنے ساتھ گھر لے آئی۔ راستہ میں رائے مہاشے نے لڑکی کو دیکھا۔ اُنکا چال چلن اچھا نہیں۔ بڑے آدمی ہو کر نہ معلوم ایسی فاسد نیت کیوں ہے۔ اُنہوں نے ایک عورت کو ہمارے گھر بھیجا میری بیوی اُس کی باتیں سُنکر جل اُٹھی۔ لڑکی بہت بھلی بنی لکشمی تھی۔ وہ رونے لگی اور رائے مہاشے کو بُرا بھلا کہنے لگی۔ دانیش ایک سرد آہ بھر کر ڈور جا کھڑے ہوئے۔

دے :۔ عورت نے لوٹ کر رائے مہاشے سے تمام حال کہا۔ اُنہوں نے مجھے بُلا کر کہا کہ لڑکی ہمیں دیدو۔ نہیں دو گے۔ تو تمہارے لیئے اچھا نہ ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر تم آسانی نہ دو گے۔ تو آدمی بھیجکر زبردستی پکڑوا منگائینگے۔ میں نے گھر آکر سب حال اپنی بیوی سے کہا۔ اُس کی لڑکی پر رحم کھا کر میری بیوی نے اُسے دینا قبول نہیں کیا پھر اُسکے بعد وہ لڑکی کہاں چلی گئی ؟ مجھے کوئی علم نہیں !

رام پرتاپ :۔ تم نے کہا کہ اُس لڑکی کے پیچھے تمہارا ستیاناس ہو گیا لاٹ۔ یہ کیا بات ہے ؟

دے :۔ دوسرے دن رائے مہاشے بولے :۔ تمہیں نے اُسے کہیں چھپا دیا۔ اِسکے بعد اُنہوں نے میرے اوپر ایک جھوٹا دعوےٰ دائر کر دیا۔

رام پرتاپ :۔ ڈرو نہیں۔ ہم کمال کے رام پرتاپ چودھری ہیں۔ اُس پاپی سے ابھی نہیں ملینگے۔ تمہارے مقدمہ کا فیصلہ بھی ٹھیک کر دینگے اور اُس پاپی کو سزا بھی دینگے۔

رام پرتاپ بہت دیر تک کام سے تعلق نہ ہونے کے باعث خاموش ہو گئے۔ گوپال دے نے بھی انہیں جھک کر پرنام کیا اور اُنہیں خوشحالی کی دعا دیتے ہوئے چلے گئے۔

مگر وہ نہیں بیٹھے۔ اور گھاٹ کیطرف چلدیئے۔ تھوڑی دُور چلکر رام پران بابُو نے۔ دانیش سے پُوچھا۔ تم نے کبھی گنگا رام پُور کا نام سُنا تھا۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا گاؤں یہاں سے دُور نہیں ہے۔ شانتی رات بھر میں ہی وہاں سے یہاں آ گئی تھی۔

دانیش:۔ رات بھر میں! یہہ آپ نے کیونکر جانا؟

رام پران:۔ شانتی خود کہتی تھی۔

دانیش:۔ میں بچپن سے ہی کلکتہ رہا ہوں۔ اس لیئے اِدھر کے گاؤں سے ناآشنا ہوں۔ رام پران نے پیرا سی کو بھیجکر گوپال دے کو بُلوایا۔

دے:۔ جہاز کے آنے پر پُوچھا۔ سون پُور یہاں سے کتنی دور ہے

دے:۔ سون پُور؟ یہہ پاس ہی تو ہے۔ کوئی تین چار کوس ہو گا۔

رام پران:۔ کشتی سے کتنی دُور کا راستہ ہو گا؟

دے:۔ ابھی چل دیجیئے گا۔ تو آدھی رات تک آ پہنچ جائیگا۔

رام پران بابُو سب لوگ لیکر کشتی پر سوار ہوئے۔ ملاحوں کو سون پور چلنے کا حکم دیا اسوقت رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ سون پُور میں ہلکا سناٹا چھایا ہُوا تھا ہَوا کے طرب خیز جھونکے پھولوں کی عنبر بیز خوشبوئیں لیے ہُوئے چاند کی تھرکتی ہُوئی پُرنور روشنی میں دریا کی لہروں سے ہم آغوش ہو رہی تھی۔ تب ہجر کی آگ سے جلتا ہُوا پپیہا درخت کی شاخ پر بیٹھا ہُوا۔ اپنی حسرت بھری داستان تمام دُنیا کو سُنا رہا تھا!

پانچواں باب

تقریباً تین بجے رات کو کشتی سون پُور آ پہنچی۔ رام پران بابُو۔ دانیش اور وہ دونوں سپاہی اُترکر دانیش چندر کے گھر کیطرف چلے ہر چہار طرف سناٹا ہُوا تھا۔ رہ رہ کر دروازے پر پڑے ہوئے کُتّے پاؤں کی آہٹ سے چونک کر بھونکنے لگتے تھے۔

بہت دنوں بعد دانیش نے اپنی مقدس ماترِبھومی کے درشن کیے۔ گھر کا صدر دروازہ بند تھا۔ دانیش نے دروازے کو دھکا دے کر چلّا کر پکارا "ماں"

گھر میں اس وقت چراغ جل رہا تھا۔ دانیش کی ماں۔ بڑی بہو۔ سنجھلی منجھلی بہو نستار سب جاگ رہی تھیں۔ اس وقت وہ سبھی گنگا سنان کرنے جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ وشنو سرکار اپنی بہو کی لڑکی دہن وغیرہ کو گنگا سنان کے لیے لے جا رہے تھے اس لیے انہیں کے ساتھ ساتھ یہ سب بھی جانے والی تھیں۔ جنیش اس وقت سو رہے تھے۔ یکا یک ہمیشہ کی جانی پہچانی پیاری آواز میں ماں کا لفظ سن کر مالکن کے کان کھڑے ہوئے۔ جس طرح گائے اپنے بچھڑے کی آواز سن کر بیتاب ہو جاتی ہے اسی طرح دانیش کی ماں بیتابانہ انداز سے بولیں کہ

اری نستار! دیکھ تو سہی میرا دانیش آیا ہے کیا؟

اتنے میں پھر وہی "ماں" کا لفظ تمام گھر میں گونج اٹھا۔

جنیش نے کہا: ہاں! دانیش ہی تو ہے۔

نستار نے دوڑ کر دروازہ کھولا۔ دانیش سب کو لے کر اندر داخل ہوئے نستار نے سب کے بیٹھنے کے آسن بچھا دیا دانیش نے دوڑ کر ماں کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ ماں فرطِ خوشی سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دانیش بھی رونے لگے یہاں جنیش اور چھوٹی بہو کے لیے رو رہی تھیں۔ اور دانیش پانچکوڑی کے لیے آنسو بہا رہے تھے۔ مگر پانچکوڑی کے قتل کا حال نہیں بتایا۔ ماں نے سوچا۔ کہ دانیش جنیش اور چھوٹی بہو کے لیے رو رہا ہے بالآخر انہوں نے پانچکوڑی کی بات پوچھی۔ دانیش کا بیتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اچھا ہے یہ قول ماں سن کر جنیش بھی بیاگ پڑے اور اٹھ کر آ سکے گا۔

آئے رام رتن بابو کا نام اور ان کی تعریف سن کر آداب بجا لائے۔ اپنا تمام حال سناتے سناتے انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سب کو سن کر رام رتن بابو

نے کہا۔ تمہاری سہل انگاریوں اور غلطیوں سے ہی تمہارے گھر کی یہ حالت ہوئی
دنیا میں موقع بینی اور استقلال سے کام نہ لینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ بہتر ہے جو ہُوا
سو ہُوا اب محتاط رہنا۔

جتیش چندر ایک لمبا سانس لے کر بولے۔ بجھے ہوئے چراغ میں تیل ڈالنے سے
کیا حاصل ہے؟

عین اُسی وقت وشنو سرکار بھی ایک ملازم کو لے کر آ پہنچے۔ گھر میں دانیش
کو نہیں چار شریف شخص کے ساتھ آیا دیکھ کر سوچنے لگے کہ اب انہیں گھر میں قفل
لگا کر جانے کی ضرورت نہیں۔

وشنو سرکار کو دیکھ کر جتیش چندر بولے "چاچا جی! یہی کمار ہالی کے زمیندار
بابو رام پران چودھری ہیں"

وشنو سرکار تعجب آمیز انداز سے بولے "یہ یہاں کہاں؟"

جتیش: - رشتہ میں یہ دانیش کے سسر ہونے والے ہیں"

وشنو: - ٹھیک مگر مجھے تو یہ معلوم نہیں تھا۔ آج ہم لوگوں کی بڑی خوش نصیبی ہے
کہ آپ کے پاک قدموں سے یہ مکان پاک ہُوا۔ مگر ایک دُکھ کی ۔۔۔ رام پران بابو وشنو
سرکار کا مافی الضمیر سمجھ گئے۔ بات کاٹ کر بولے۔ ہماری لڑکی ہمارے ہی گھر رہی
ہے اُس کے لیئے کوئی فکر نہ کیجئے۔ میں اسی لیئے یہاں آیا ہوں یہ خوشخبری سُن کر
سب لوگ پھولے نہ سمائے۔ رام پران بابو نے تمام حال کہہ سنایا۔ وشنو سرکار
مسرت آمیز لہجہ میں بولے "دھرم کی جے ہے جو دھرم کی حفاظت کرتا ہے۔ دھرم
بھی اُس کی حفاظت کرتا ہے"

اس کے بعد وشنو سرکار نے رام سیوک کے مظالم کا تمام حال کہہ سنایا۔
رام پران بابو دانیش کی طرف دیکھ کر بولے "سنا؟"

دانیش نے سر نیچا کر لیا۔ کوئی جواب نہ دیا۔ سب لوگ رام سیوک کے نام پر لعنت و نفرین بھیجنے لگے۔

وشنو سرکار نے جتیش چندر سے کہا۔ "اپنی ماں کو گنگا سنان کے لیئے ہمارے ساتھ بھیجدو کیونکہ تم لوگ تو آج نہیں چل سکو گے"

رام پران بابو بول اٹھے "سب چلینگے یہی تو موقع ملا ہے۔ کلکتہ جاتے ہوئے کمار ہالی راستے میں پڑتا ہے۔ ہم سب کشتی پر ہی آئے ہیں۔ آج صبح ہی کشتی چل دینا مناسب ہے۔ گھر پہنچکر ایک دن خوشی منائینگے۔ اس کے بعد اگر کلکتہ جانا چاہتے ہیں۔ تو پہنچا دئے جائیں گے۔ ورنہ کمار ہالی ہی میں نہانے دیکھی سیکھینگا۔ وہاں بھی تو گنگا جی ہیں۔"

سب نے رام پران بابو کے مشورے کو پسند کیا۔ کچھ ناشتہ کرنے کے بعد سب لوگ کشتی پر سوار ہوئے۔ آگے پیچھے دو کشتیاں کمار ہالی کی طرف چلیں۔"

چھٹا باب

علی الصباح دونوں کشتیاں کمار ہالی جا پہنچیں۔ سب لوگ اتر کر رام پران بابو کے مکان پر جا پہنچے وہ بڑی خوشی کا دن تھا۔ شانتی اسوقت اچھی ہو گئی تھی سب کی آمد خبر سنکر آئی اور وہ ایک ایک کے پاؤں پر گر کر ہچکی سے پیٹ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جتیش بھی اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکی۔ رام پران بابو کی بیوی نے سب کی خاطر و مدارت اچھی طرح سے کی۔ مگر دانیش اب بھی خوش نہیں تھے۔ پانچکوڑی کی یاد رہ رہ کر ان کا دل چھید رہی تھی۔ انہیں اس بات کی بڑی فکر رہتی تھی۔ کہ جب ان کی ماں کو یہ خبر ملیگی۔ تو نہ معلوم کیا کیا خرابی پھیلیگی۔

دانیش ماں کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ ماں نے انہیں اکیلا دیکھ کر پوچھا۔ "بیٹا یہاں سے کلکتہ کتنی دور ہے؟"

دانیش: "بہت دور نہیں تو۔ کیوں؟"

ماں: "پانچکوڑی کو بہت دنوں سے نہیں دیکھا"

دانیش: ۔ یلا ٹو ٹکائے

ماں: ۔ اچھا ستیش کی کوئی خبر ملی ؟

دانیش: ۔ نہیں کلکتہ میں کئی جگہ دریافت کیا ۔ مگر کچھ پتہ نہیں چلا ۔ معلوم ہوتا ہے وہ ابھی کلکتہ نہیں آئے

ماں نے آبدیدہ ہو کر اپنے بیٹے کی طرف دیکھا ۔ میرا بیٹا دنیا میں یا نہیں کون جانے ۔ دوسرے سنبھل کر لمبی سانس لی یہ بات سنکر آنچل سے آنکھیں پونچھ ڈالیں دانیش نشستگاہ میں چلے گئے ۔

وہاں جاکر ستیش کے متعلق سوچنے لگے ۔ ہائے ایک ستیش بھی زندہ نہیں ہے مگر پانچکوڑی کا حال شنکر ماں کیا کہیگی ۔ اُن کی کیا حالت ہوگی ۔ اُف اسو چنے سے ہی کلیجہ شق ہوتا ہے ۔

رام پران بابو کے کئی انگریزی اخبارات آئے ہوئے رکھے تھے نوکر نے تمام لاکر دانیش کے سامنے رکھ دیے ۔

دانیش ایک اخبار پڑھنے لگے ۔ یکایک ایک مضمون پر نظر پڑتے ہی وہ چونک پڑے اس خبر کو انہیں بار بار پڑھا اُس کے بعد اخبارات لیکر نشستگاہ سے چلے ہوئے بڑے کمرے میں آئے ۔ یہاں رام پران بابو ستیش اور وشنو سرکار وغیرہ بیٹھے تھے ۔

دانیش: ۔ رام پران بابو کے ہاتھ میں اخبار دے کر بولے ۔ دیکھئے ایک عجیب خبر چھپی ہے ۔ یہ کہکر اُنہوں نے انگلی سے وہ جگہ بتائی ۔ جہاں وہ خبر چھپی ہوئی تھی رام پران بابو نے اُس خبر کو بغور پڑھا ۔ اور بولے ستیش چندر ۔ تمہارے کون ہیں ؟

دانیش: ۔ منجھلے دادا !

ستیش چندر ستیش کا نام سنکر سمجھے ۔ کہ انہیں کے متعلق کوئی بری بھلی خبر ہے ۔ انہوں نے بیتابانہ انداز سے پوچھا ستیش کو کیا ہوا ؟

دانیش نے خبر پڑھ کر سنائی ۔ لکھا تھا ۔ گذشتہ پرچہ میں ہم نہایت ہی دلی افسوس سے اپنے ہمعصر ایڈیٹر مسٹر جون سٹون کی موت کی خبر شائع کر چکے ہیں اُنہوں نے شادی نہیں کی تھی ۔ ہمیشہ آزادانہ طور پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے ۔ اُنکی پیدا شدہ دولت کی تعداد اسی ہزار ہے ۔ مرتے وقت وہ ایک وصیت نامہ کر گئے تھے ۔ اُنکا روپیہ اور وصیت نامہ اُن کے ایٹرنی کے پاس کلکتہ میں ہے ۔ اسی ہزار میں سے اُنہوں نے چالیس

ہزاروں لوگوں کے نوالے بیٹے دیئے ہیں۔ وہ جس وقت اوڑیسہ کے قحط میں قحط زدہ مبتلا کو دیکھنے گئے تھے۔ انہیں ایام میں ایک دن کھیت کے قریب سائیکل سے گر پڑے تھے۔ اور سخت چوٹ آئی تھی۔ اسی وقت بغرضِ اتفاقیہ طور پر ایک بنگالی بابو نے ان کی بڑی خدمت و تیمارداری کی تھی۔ ان کی خدمتوں اور کوششوں سے انہیں از سرِ نو زندگی ملی تھی اس لیئے انہیں بنگالی بابو کے نام وہ بیس ہزار روپیہ کی وہ وصیت کر گئے ہیں۔ بنگالی بابو کا نام ستیش چندر رائے ہے وہ سوکن پور کے رہنے والے ہیں باقی بیس ہزار میں سے دس ہزار خیرات خانہ کو اور دس ہزار مشنری فنڈ کو دے گئے ہیں۔ ایشور انکی روح کو شانتی عطا کرے۔

سب سُننے کے بعد جنیش چندر نے کہا ستیش کہاں ہے ؟ کیا وہ روپے لے آیا ؟

دانیش :- اس اخبار سے ان بابو کا پتہ نہیں چل سکتا۔ میں دوپہر کی گاڑی سے کلکتہ جاؤں اور ایڈیٹر سے دریافت کروں کہ ستیش روپیہ لے گئے ہیں یا نہیں اگر لے گئے ہونگے تو پتہ چل جائے گا۔

جنیش :- ہاں ضرور چلو میں بھی چلونگا۔

عین اسی وقت نوکر نے آکر کہا کہ ایک بھلے مانس باہر کھڑے ہیں۔ وہ ڈاکٹر صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔ رام پران بابو نے پوچھا۔ کیا کوئی پردیسی ہیں ؟

نوکر :- یہ تو مجھے معلوم نہیں۔

رام پران :- اچھا اندر بلا لو۔

نوکر :- میں نے بلایا تھا۔ مگر وہ نہیں آئے کہنے لگے۔ کہیں ابھی ملکر واپس جاؤنگا۔

دانیش اُٹھکر باہر آئے صدر دروازہ کے پاس ایک شریف شخص دوسری طرف منہ کئے ہوئے دانیش کا انتظار کر رہے تھے۔

دانیش پاس جاکر بولے آپ کون ہیں ؟

اس شریف شخص نے منہ پھیر کر دانیش کی طرف دیکھا۔ دانیش انہیں دیکھتے ہی دوڑ کر ان کے قدموں پر گر پڑے اور مسرت آمیز آواز سے بولے :- بھلے دادا ہمیں چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے تھے ؟

ستیش چندر کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں۔ بولے :۔ بہت دور دور گھوما پھرا۔ روپیہ پیدا کرنے کی تلاش میں نکلا تھا۔ مگر اس کی شکل کہیں نہ دکھائی دی۔ بالآخر کلکتہ آیا۔ وہاں بہو بازار میں تمہارے نام کا سائن بورڈ دیکھ کر یہ دریافت کرنے کے لیئے اندر گیا۔ کہ تم ہی ہو۔ مگر وہاں ایک اور وحشت اثر خبر سُنی۔ سُنا کہ۔ پانچکوڑی کا کسی نے خون کر دیا ہے۔ اسے کیسی تباہی اور بربادی آگئی ؟

دانیش :۔ دادا چپ رہیئے۔ ماں بڑی بہو۔ بڑے دادا وغیرہ سب یہاں آئے ہیں ابھی انہوں نے یہ بڑی خبر نہیں سُنی۔ اگر وہ لوگ سُنینگے تو ابھی رونا شروع ہو جائیگا! اور ماں تو جان ہی دیدینگی ؟

ستیش :۔ ماں یہاں کیونکر آئیں ؟

دانیش :۔ اس مکان کے مالک رام پران بابو میرے سسر ہوتے ہیں۔ چلیئے سب سُنائیگا۔ بڑے بڑے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ آپ نے یہاں کا پتہ دواخانہ سے ہی پایا ہوگا۔

ستیش :۔ ہاں ایک کمپونڈر نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کمار ہاٹی کے رام پران بابو کے یہاں مریض دیکھنے گئے ہیں۔ یہ سُن کر میں اِدھر چلا آیا۔

دانیش :۔ دادا کیا اٹلیہ کیطرف گئے تھے

ستیش :۔ صرف اٹلیہ ہی کیوں ؟ ہندوستان کے مختلف مقامات کا چکر لگا آیا

دانیش :۔ اٹلیہ کے کسی گاؤں میں کوئی صاحب سائیکل پر سے گر پڑے تھے ؟

ستیش :۔ ہاں انہیں میں نے ہی اُٹھایا تھا۔ پھر دونوں اسی گاؤں میں رات بھر رہے تھے علے الصباح انہیں پوری بھیج دیا تھا۔

دانیش :۔ وہ صاحب مر گئے !!

ستیش :۔ ہاں مر گئے۔ رام رام! وہ نہایت شریف شخص تھے۔ میری بدنصیبی طرح طرح کی خرابیاں پیدا کر رہی ہے۔ انہوں نے مجھے کلکتہ میں ملازمت دلانے کا وعدہ کیا تھا۔ کلکتہ آکر میں نے ان کی موت کی خبر پائی۔ صاحب سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ پھر کام کرنے یکایک یہاں چلا آیا۔ معلوم ہوتا ہے صاحب

سے تمہاری ملاقات تھی۔ انھیں نے دوران گفتگو میں یہ بھی ذکر کیا ہو گا۔"

دانیش: نہیں وہ مرتے وقت آپ کو بیس ہزار روپے دے گئے ہیں۔ میں نے یہ خبر آج ہی اخبار میں دیکھی ہے۔ اسی میں آپ کے حالات کا بھی ذکر تھا۔"

ستیش: ان کی فیاضی قابل تحسین ہے۔ اس مفلس کی یاد انہیں مرتے مرتے بھی

دانیش: آئیے۔ اندر آئیے۔ چھوٹے دادا۔ وشنو چاچا سب تشریف لائے ہیں۔ ماں آپ کے لیے بہت دکھی ہیں۔ کھانا تیار کر دیں پھر ہم اور آپ کلکتہ چل کر روپے لانے کا انتظام کر لیں گے۔"

ستیش چندر دانیش کے پیچھے پیچھے چل کر کمرے میں گئے۔ چھوٹے دادا کو دیکھتے ہی بڑے بھائی کے قدموں پر گرے۔ ستیش نے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔ مسرت کے آنسو کی دھار رواں ہوئی۔ رام پرشاد اور وشنو سروپ کا بھی اس میل ملاپ سے بہت دل بھر آیا۔ مکان کے در و دیوار مسرت سے بھر گئے تھے۔ ستیش نے اندر جا کر ماں کے قدموں میں پرنام کیا۔ ماں نے بھی مسرت کے آنسوؤں سے بیٹے کے سر پر دست شفقت پھیر کر آشیرواد دی۔

رام پرشاد جیسے نیک نفس اور فرشتہ سیرت شخص تھے۔ دیوتا ہی کی طرح دیکھتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اتنے دنوں تک بیوہ کی آگ میں جل کر شوہر کی آمد پر بہو کے ملنے کا مناسب انتظام کر دینا نہایت ضروری ہے۔"

ستیش جس وقت ماں، دانیش کی ساس، سمھی بہو وغیرہ کو پرنام کر کے لوٹ رہے تھے۔ اسی وقت ایک داسی نے آ کر ان سے کہا۔ "ذرا آپ اندر تشریف لے چلیے"

ستیش: مجھے بلاتی ہو؟ معلوم ہوتا ہے۔ تم بھول گئی ہو۔

داسی آنکھیں مٹکا کر اور انگلیاں نچا کر بولی۔ "بابو! میں بھلا آپ کو بھولتی۔ بھولنا کیا دل لگی ہے۔ آپ چلیے آپ ہی کو بلاتی ہیں۔"

ستیش کمرے کے اندر گئے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سمھی بہو دوڑ کر ان کے پیروں پر گر پڑیں اور روتی ہوئی بولیں۔ "کیا مجھے معاف نہیں کر دو گے؟"

ستیش: سمھی بہو! تم۔ تم مجھ سے معافی کیوں مانگتی ہو؟ تمہارا سے بھائی کی حالت

اچھی ہے۔ میں مفلس ہوں۔ تمہیں تو میرے پاس آتے ہوئے بھی نفرت معلوم ہوتی ہوگی
سنجھلی بہو:۔ ناتھ! میں عورت ذات۔ عقل سے خالی۔ پہلے بھلا مجھے اتنی سمجھ بھی
تھی۔ نہیں جانتی تھی۔ کہ عورت شکھ شوہر کے چرنوں کے نیچے رہتا ہے شوہر کی
خوشی اور ناخوشی پر عورت کے دکھ سکھ کا انحصار ہے۔ میں تمہاری پناہ میں آئی
ہوں۔ تم داتا ہو۔ معاف کرو۔ ایک مرتبہ پھر اسی لہجہ میں کہو کہ معاف کیا۔"

سنتیش:۔ یہ تمام باتیں تمہیں کس نے سکھائیں؟

سنجھلی بہو:۔ نہیں پران ناتھ! کسی نے نہیں سکھایا۔ یہ سب میرے دل کی باتیں ہیں۔ میں نے اچھی طرح دیکھ لیا۔ کہ عورت کی دنیا اُس شوہر تک محدود ہے اُسکے بغیر کہیں ٹھکانا نہیں۔ سسرال کی بزرگی اچھی طرح ذہن نشین ہو گئی تھی وجہ سے وہاں سے یہاں چلی آئی۔ سسرال آنے کے نتیجہ سے ہی مجھے تمہارے درشن ملے۔

سنتیش:۔ مگر میں تو وہی مفلس سنتیش ہوں؟"

سنجھلی بہو:۔ تم میرے راجیشور۔ دل کے دیوتا ہو۔ ایک پیڑا اجاڑ کر دو تو دونوں ایک ہی وقت کھا کر رہینگے۔ اس میں بھی سُکھ ہے۔ اس میں بھی مان ہے۔"

بہت دنوں کا دبا ہوا چشمہ محبت بھر ابل پڑا۔ سنتیش اُس چشمہ کی روانی کو روک نہیں سکے۔ بیوی کو سینہ سے لگا کر۔ اُس کے گلاب جیسے گالوں پر ملاپ کا نشان بنا دیا۔"

ساتواں باب

اسی دن دانیش اور سنتیش کلکتہ جاکر اخبار کے دفتر میں پہنچے۔ یہاں پہنچکر ایڈیٹر کے دفتر کا پتہ معلوم کیا۔ اور وہاں جاکر اپنا نام بتایا۔ ایڈیٹر نے کلکتہ کے ایک نامی رئیس کی ضمانت لے کر بیس ہزار روپے کا چک کاٹ دیا۔

دانیش کی خواہش ہوئی کہ دواخانہ کی حالت بھی دیکھتے چلیں۔ مگر پھر سوچا۔ کہ

کہ ایسا نہ ہو کہیں پونچھ کا آکر ادا کے ساتھ ان سب باتوں کا تذکرہ کرنے لگے اگر ایسا ہوا تو بہت شرمندگی اٹھانی پڑیگی اس لیے اسوقت وہاں جانا کسی طرح مناسب نہیں۔ پھر وہاں سے تنہا واپس کر دیکھا جائیگا۔ شام کی گاڑی سے دونوں بھائی کمار کھالی پہنچے۔ اسٹیشن پر اترتے ہی دیکھا کہ آسمان پر کالے بادلوں کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے اور ہر چہار طرف تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

رام پران بابو سٹیشن پر وہ طاقت ور گھوڑے دکھائی دیتے تھے دونوں جلدی سے سوار ہوکر تیزی سے گھوڑے چلاتے ہوئے چلے گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے تاہم وہ بارش شروع ہونے سے پیشتر گھر پر نہ پہنچ سکے۔

کمار کھالی پہنچتے ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ نادرہ انہیں ایک مندر میں ٹھہرنا پڑا بادلوں کی گھنگھور گرج و بجلی کی بھیانک چمک سے دل دہل جاتا تھا۔ آندھی بھی زور سے چلنے لگی۔ کچھ عرصہ بعد آندھی تھم گئی۔ مگر بادلوں کی دل ہلانیوالی گرج و بارش کم نہ ہوئی۔

ستیش اور دانیش اسوقت بھی پانچکوڑی کی موت کا تذکرہ کر رہے تھے۔ کہ ناگہاں کسی نے باہر سے آواز دی: "اندر کون ہے ذرا دروازہ کھول دیجیے میں مصیبت زدہ ہوں" اس آواز کو سنکر ستیش نے حیران و متخوف نگاہوں سے دانیش کیطرف دیکھکر آہستگی سے کہا: "دنیش! آواز تو پانچکوڑی ہی کی معلوم ہوتی ہے" دانیش چندر نے جلدی سے جاکر دروازہ کھولا دروازہ پر جو نظارہ انکی آنکھوں نے دیکھا۔ اس سے انکا تمام جسم بید کیطرح کانپنے لگا۔ ستیش بھی متخوف و متحیر ہو کر ہٹتے ہوئے بید کیطرح کانپنے لگے۔ انہوں نے دیکھا دروازہ پر پانچکوڑی بچی کو گود میں لیئے ہوئے کھڑا ہے دونوں پانی سے تر بتر ہیں۔

دانیش چندر کانپتی ہوئی آواز میں بولے "پانچکوڑی! کیا میں تمہارا بھوت دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم مجھے پرلوک سے ملنے کے لیے آئے ہو" دانیش کی یہ بات سنکر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ بولا "نہیں دادا میں کلکتہ سے خبر سنکر آیا ہوں۔ وہاں سنا کہ آپ اس گاؤں میں آئے ہیں۔ اسی وجہ سے یہاں چلا آیا۔ گود میں میرا کھویا ہوا لعل بے بہا بکمبش ہے

میں بہت بھیگ گیا ہوں۔ میرا شچیش بھی بھیگا ہے۔ آپ اسے کوئی کپڑا پہنا دیجئے۔

پانچکوڑی:۔ مندر کے اندر داخل ہوا۔ اور شچیش کو گود سے اُتار کر کپڑے بچھونے لگا

دانیش نے ڈرتے ڈرتے شچیش کے جسم میں ہاتھ لگایا۔ شچیش دوڑ کر دانیش سے لپٹ گیا۔ دانیش کو وہ اچھی طرح نہیں پہچانتا تھا۔

اُس وقت شچیش اور دانیش سمجھے کہ آنیوالا صرف کوئی خیالی تصور نہیں ہے بلکہ مجسم گوشت و پوست رکھنے والا انسان ہے۔

دانیش نے کہا:۔ پانچکوڑی! پران سے پیارے پانچکوڑی! کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں

پانچکوڑی:۔ نہیں دادا۔ خواب نہیں ہے۔ میں مرا نہیں۔ حالات سنئے۔ بڑو ٹھاکر نے میرا خون کرانے کے لیئے طرح طرح کے بہکائے تھے۔ راجہ صاحب نے اپنے پجاری کو دو ہزار روپئے دیکر میرے قتل کا بار اُسکو سونپا۔ وہ برہمن خلقی طور پر نیک شخص تھا اُس نے خون کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مگر روپیہ کے لالچ سے منہ نہ موڑ سکا۔ رات کے وقت اُس نے مجھے اُٹھا لیا۔ اور تمام حال من و عن سُنایا۔ اُس کے بعد مجھے ہدایت کی کہ میں کچھ دنوں کے لیئے یہاں سے غائب ہو جاؤں۔ اگر ایسا نہ کرونگا تو ٹھاکر کے ہاتھ سے مجھے چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ تمام باتیں سُنکر میں نے طوعاً و کرہاً وہاں سے جانا ہی مناسب خیال کیا۔ اُس نے مجھے دروازہ سے نکالا۔ اُسی وقت ایک بکری ذبح کی اور اُسکا خون میرے بستر پر چھڑکا اور بکری کا جسم لیکر باہر چلا گیا۔

دانیش:۔ اُف کیسی تباہی!! وہ برہمن کہاں ہے۔

پانچکوڑی:۔ وہ روپئے لیکر دوسرے دن اپنے دیس چلا گیا۔

دانیش:۔ خیر تمام حالات بعد میں سنیں گے۔ پہلے تو یہ بتاؤ کہ شچیش کو کہاں پایا میں نے سُنا تھا۔ کہ شچیش کی لاش شمشان میں پھینک دی گئی تھی۔

پانچکوڑی:۔ کہتا ہوں۔ سُنئے میں اُسی رات کو سیالدہ اسٹیشن پر گیا۔ ایک بار دل میں آیا کہ گھر واپس چلوں۔ مگر پھر خیال آیا۔ کہ گھر جاکر بھی طرح طرح کی پریشانیوں کا شکار ہونا پڑیگا۔ تھوڑے دن اِدھر اُدھر بسر کرلو۔ مگر کہاں جاؤں۔ اسٹیشن سے چلکر دریا کیطرف گیا اور کنارے کنارے ٹہلنے لگا۔ اُسی وقت ایک شریف شخص کے ساتھ

گفتگو ہوئی وہ باندھ تک جانے والے تھے کشتی کی تلاش کر رہے تھے۔ میں نے بھی اُن کے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اُنہوں نے بخوشی منظور کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک کشتی کرایہ پر کر کے ہم لوگ باندھ کی طرف چلے۔

آپ نے سنگرام پور کا نام سُنا ہے؟ اُسی مقام پر چتوڑ کے راجہ پرتاپ اور نیز فرمانروائے دہلی کی جنگ ہوئی تھی اور اُس لڑائی میں دہلی کی فوج کو شکست فاش نصیب ہوئی تھی۔ ہم جمعہ و سنگرام پور سے آگے چلے۔ اُس دن آج ہی جیسی بارش ہوئی تھی۔ بدنصیبی سے ہماری کشتی ڈوب گئی۔ ملاح وغیرہ نہ معلوم ڈوب گئے یا بچے مجھ کو کوئی علم نہیں۔ میں تیر کر باہر نکل آیا۔ جہاں میں نکلا وہ ایک خوفناک جنگل تھا۔ ہر چہار طرف بھیانک درندے اپنی خوفناک آواز سے شور مچا رہے تھے۔ یہ دیکھ سُن کر میں نے اپنی زندگی کی رہی سہی امید بھی ترک کر دی۔ تھوڑی ہی دور پر روشنی دکھائی پڑی۔ اُس کی جھلک دیکھ کر دل میں بجھتی امید کی شمع روشن ہوئی۔ پھر تھوڑی دور بعد گھنٹے کی آواز کانوں تک پہنچنے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ یہاں کوئی انسان بھی رہتا ہے۔

میں اُسی روشنی کی طرف آگے بڑھا۔ پاس جا کر دیکھا ایک مندر بنا ہوا ہے۔ مندر کے اندر چراغ جل رہا تھا۔ اُسی چراغ کی روشنی میں دیکھا کہ مندر کالی ماتا کی مورتی اور مورتی کے آگے ایک سنیاسی دو زانو بیٹھے ہوئے عبادت میں مصروف ہیں۔ آگے دھونی جل رہی تھی۔ اُس کا دھواں تمام مندر کو معطر و معنبر بنا رہا تھا۔ میں نے ماتا کے چرنوں میں پرنام کیا۔

دانیش۔ سچی بیش کو کہاں پایا؟ پہلے یہ بتاؤ۔

پانچکوڑی:۔ وہی تو کہہ رہا ہوں۔ سُنیے۔ بہت دیر بعد سنیاسی جی کی سمادھی ٹوٹی۔ سنیاسی نے پوجا کر کے میری طرف نگاہ پھیری اور میرا نام وغیرہ پوچھنے لگے۔ میں نے تمام حال کہہ سُنایا۔ مندر کے پاس ایک اور مکان تھا۔ سنیاسی کے پکارنے پر ایک شخص باہر آیا۔ سنیاسی کے حکم سے مجھے اُس نے ایک سوکھا کپڑا پہننے کو دیا۔ سنیاسی نے پرساد دیا۔ وہی کھا پی کر میں رات کو وہاں سو رہا۔

دوسرے دن صبح اُٹھ کر سنیاسی سے رخصت مانگنے گیا وہاں جا کر دیکھا کہ سچی بیش اُن کی گود میں بیٹھا ہے۔ میں مصور کی بنائی ہوئی تصویر کی طرح بُت بہ دیوار بن گیا حیرت کی

انتہا نہ رہی۔ شیش مجھے دیکھتے ہی چھوٹے کاکا!! کہہ کر دوڑا۔ اور مجھ سے لپٹ گیا میں نے اُسے گود میں اٹھالیا تو وہ گھر جاؤنگا! کہکر رونے لگا۔ یہ واقعہ کیسا تحیر خیز اور حیرت انگیز ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود ہی کیجیے۔ جس شیش کے جسم کو میں اپنے ہاتھ سے شمشان میں پھینک آیا تھا۔ وہی شیش پھر چھوٹے کاکا!! کہکر گھر چلنے کے لیے رو رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ شیش یہاں آیا؟

میں متحیر مگر مسرور ہو کر سنیاسی کے قدموں پر گر پڑا اور انہیں تمام باتیں کہہ سنائیں سنیاسی جی ہنسکر بولے۔ اچمبا مت کرو ماتا کس اچمبا سے کیا کرتی ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم لوگ جس دن اسے شمشان میں پھینک گئے تھے اس دن میں شمشان میں بیٹھا ہوا ایک منتر سدھ کر رہا تھا۔ مجھے ایک لاش کی ضرورت تھی۔ اس لیے تم لوگوں کے چلے جانے پر میں اس بچہ کی لاش لے گیا۔ لاش کو دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ بچہ ابھی تک پورے طور پر مرا نہیں۔ اپان وائیو ابھی تک اس کے جسم میں موجود ہے۔ سانپ کے زہر کی وجہ سے اس کا جسم مردہ کی طرح ہو گیا تھا۔ تم لوگوں نے سمجھا کہ یہ مر گیا۔ جس طرح ڈور ٹوٹ جانے پر بھی پتنگ آسمان میں اُڑ جانے پر بھی ڈور کے ذریعہ سے پھر نیچے اُتارا جا سکتا ہے اسی طرح اپان وائیو کی مدد سے پران کھینچا جا سکتا ہے۔ یعنی جسم میں اپان وائیو کی موجودگی سے انسان پھر زندہ ہو سکتا ہے۔ میں سانپ کا علاج جانتا ہوں۔ اس بچہ کو میں نے وہی دوا پلائی اور تھوڑی ہی دیر بعد پھر یہ زندہ ہو گیا۔ ایک بار خیال آیا کہ تلاش کر کے بچہ کو اس کے ماں باپ کو دیدوں پھر یہ سمجھ کر کہ وہ لوگ اس کی محبت ترک کر چکے ہوں گے میں نے اسے اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ مجھے بھی ایک لڑکے کی ضرورت ہے۔ میں ماتا کا سیوک ہوں میرے بعد دوسرے سیوک کی ضرورت ہوگی۔ اس بچہ کو دیکشا و تعلیم دے کر ماتا کا سیوک بنا جاؤنگا۔ میں نے ان کے قدموں پر لوٹ کر کہا:۔ "پربھو! اگر شیش کو زندگی دی ہے تو اسے گھر جانے کی اجازت دیجیے یہ بچہ ہمارے خاندان کا چراغ ہے اس کے بغیر ہمارا گھر ظلمت کدہ ہے۔"

سنیاسی جی ہنستے ہوئے بولے:۔ اے مایا موہ میں پھنسے ہوئے انسان! آپ بھی اسقدر گمراہی یہ کون کہتا ہے شیش جب گیا تب رکھ نہیں سکے اور لوٹ آیا تو لیجا یا

نہیں تھا۔ پھر اسقدر رنج یا ملانیت کیوں ؟

میں خاموش ہو گیا اور ترحم آمیز نگاہوں سے سنیاسی جی کا منہ تاکنے لگا۔"

سنیاسی جی نے کہا۔ اچھا اب جاؤ۔ ماں کی یہی اچھیا ہے۔ میں جاؤنگا۔"

میں نے پوچھا۔ بھگوان ! آپ کہاں جائینگے ؟

سنیاسی جی بولے :۔ پرلوک ۔ آج ہی رات کو طائر روح اِس قالب خاکی سے پرواز کریگا۔ ہماری اِس جنم کی عمر کا خاتمہ ہوا ہے پنجبش کی پرورش کی ہے اِس لیے اسے کچھ دولت دینا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا پنجبش آپکا داس ہے۔ جو جی میں آئے کیجئے۔ مگر آپ کے پرلوک یاس کی بات سنکر بڑا دُکھ ہُوا۔ میری خواہش تھی۔ کہ آپ کی سیوا میں رہ کر کچھ گیان اُپدیش لیتا

سنیاسی :۔ میں ابھی تمہیں تعلیم دونگا اور ماں کی سیوا کا بار تمہیں کو سونپ جاؤنگا۔ ماتا کی یہی اچھیا ہے

میں آپ کی گفتگو سنکر بہت محفوظ ہُوا۔ دِل میں عقیدت اور بھگتی کا دریا جوش زن ہے۔ مگر میں آپ سے دو باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

سنیاسی :۔ پُوچھو !

میں :۔ پہلی بات یہ کہ آپ کی باتوں سے معلوم ہُوا۔ کہ موت کا انحصار آپ کی مرضی پر ہے اِس لیے اگر آپ کچھ عرصہ اور اِس قالب خاکی کو ترک نہ کریں تو بہتر ہے۔"

سنیاسی :۔ نہیں۔ نہیں ہماری مرضی پر منحصر ہے "ارشٹ[1]" کے ذریعہ موت کی خبر ملی ہے۔ موت واقع ہونے پر روح سمرتی پان کے راستہ سے نہ جاکر دیوی پان کے راستہ سے جائے۔ اِس کے لیے یوگ کرنا پڑتا ہے۔ شام کے بعد ہم یہی کرینگے

---

[1] مرنے سے پیشتر انسان کے مزاج میں خرابی آجاتی ہے اُس کے ساتھ ہی ساتھ طرح طرح کی جسمانی اور رُوحانی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ اِس خرابی یا تبدیلیاں ہو جاتی ہیں اِس خرابی یا تبدیلی کو ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے مگر جو فقیر کامل ہیں جو یوگی ہیں۔ وہ فوراً ہی سمجھ جاتے ہیں انہیں موت کی خبر دینے والی خرابیوں وشاستروں کی اصطلاح میں "ارشٹ" کہتے ہیں۔"

اور کیا پوچھتے تھے

میں:۔ آپ سے اُپدیش ہے کہ ماتا کی سیوا کروں۔ یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے مگر پربھو! آپ کی طرح میرے پاس کوئی طاقت نہیں! اس لیئے اس خوفناک جنگل میں میں کیونکر رہونگا؟

سنیاسی:۔ ماتا کی اچھیا ہے کہ اُن کی مورتی گرہستیوں کے گھر میں رہے اس لیئے تم اس مورتی کو لے کر اپنے گھر میں ستھاپت کرنا۔ اچھا چلو تمہیں بھینٹ کی جائداد دکھا دیں۔ یہ کہکر سنیاسی جی نے مجھے ساتھ لیا اور جنگل میں مجھے تھوڑی دور جاکر ایک بہت پرانے درخت کی جڑ کے پاس کھود کر بھینٹ کے ساتھ گھڑے دکھائے۔ اور بولے۔ اس میں پانچ دیوتا کے ہیں اور دو ہمارے۔ ہمارے دو گھڑے کو دینا اور پانچ دیوتا کے کام میں لگانا۔ اس قدر کہنے کے بعد انہیں پھر زمین میں دفن کر دیا اور زمین ہموار کر کے مندر لوٹ آئے

مندر واپس آنے پر سنیاسی جی نے مجھے نہانے کا حکم دیا نہانے کے ماتا کے چرنوں کے پاس بیٹھ کر سنیاسی جی نے مجھے تعلیم دی جس نے نئی زندگی پائی اس کے بعد میرا نام گاؤں کا نام باپ کا نام وغیرہ پوچھ کر سنیاسی جی کہیں چلے گئے شام سے کچھ دیر پہلے واپس آکر انہوں نے مجھے ایک رجسٹری شدہ وصیت نامہ دیا۔ اس میں انہوں نے کالی ماتا کی مورتی اور سات گھڑے دولت کا دان دینے کا تذکرہ کیا تھا۔

شام کے بعد سنیاسی جی نے آرتی کی۔ اور اپنے ہاتھوں سے ماتا کا بھوگ بنا کر انکے آگے رکھا۔ اس کے بعد میرے گورو۔ ماتا کے سیوک وہی سنیاسی جی مہاراج پدم آسن لگا کر بیٹھ گئے۔ دو پہر رات گذر جانے پر میں نے دیکھا کہ اُن کی پاک روح قفس عنصری کو چھوڑ کر ماتر دھام کو چلی گئی ہے۔

دوسرے دن علی الصباح میں نے انکے پاک جسم کا سنسکار کیا۔ اسکے بعد مجھے یہ فکر ہوئی کہ اس دولت [ماتا کی مورتی] کو گھر کیونکر لے جاؤں۔ بالآخر میں نے پولیس سے مدد مانگی۔ اپنا وصیت نامہ دکھا کر اس مندر اور ماتا کی مورتی کا بار پولیس کو سونپ دیا۔ اور خود بھینٹ لے کر کلکتہ آیا۔ وہاں سُنا۔ کہ آپ کماریکا چلے گئے ہیں۔ تو مجھ کو بھی

ماں کے گھر چلی گئی۔ راجہ صاحب کو پولیس بہت تکلیف دے رہی تھی۔ اِس لیئے اُنکی تکلیف کم کرنے کے پیچھے میں پولیس میں گیا۔ اور خود کو زندہ ثابت کرکے راجہ صاحب کی مشکلکشائی کی۔

سب باتیں آپ سے کہدیں۔ اب آپ جو مناسب سمجھیں۔ وہی کیجیئے گا

ستیش۔ میں بھی آج ہی آیا ہوں۔ کیا سنیاسی کی پوشیدہ دولت تونے پولیس کو دکھا دی گا

پانچکوڑی: ۔ نہیں۔

ستیش: ۔ صرف میں ہی یہاں نہیں ہوں۔ ماں بڑے دادا۔ بڑی بہو۔ منجھلی بہو۔ منجھلی بہو چھوٹی بہو۔ نستار۔ وشنو چاچا۔ اُنکی بیوی وغیرہ سب آئے ہیں گا

پانچکوڑی: ۔ کہاں ؟

ستیش چندر نے تمام حال کہہ سنایا۔ سنکر پانچکوڑی ہنسا۔ بولا۔ ماتا دُنیا کو نہ معلوم کس طرح ناچ نچایا کرتی ہیں۔ اُن کی مہما وہی جانیں۔ تو اب جلو بیٹے کو کھڑکی ہوئی ماں کی گود میں اُس کا پیارا بیٹا دے کر اُسے نئی زندگی دیں گے

پانچکوڑی نے نمیش کو گود میں لے لیا تینوں کالی مندر سے نکلکر رام پران بابو کے گھر پہنچے۔

نمیش کو پاکر اور تمام واقعات سنکر جو خوشی اُس خاندان میں ہوئی وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ناظرین اُس کا اندازہ خود ہی لگالیں گے

رام پران بابو نے اُسی رات کو دو کشتیاں تیار کرائیں۔

جگنیش چندر ستیش چندر اور پانچکوڑی کالی ماتا کی مورتی اور وہ سات گھڑے لیئے ہوئے سنیاسی جی کے آشرم کیطرف چلے گئے

چلتے وقت نمیش چھوٹے دادا کے ساتھ جاؤنگا کہکر پانچکوڑی سے لپٹ گیا۔ نمیش کی ماں نے کہا۔ پانچکوڑی تم سے لیئا نمیش میرا نہیں تمہارا ہی ہے۔ ایک مرتبہ اپنا ہاتھ آگے کھو بیٹھی تھی۔ تم نے اُس کو پھر زندہ کیا۔ اب میں اسے اپنا نہیں کہونگی وہ سب کا ہے گا

مگر پانچکوڑی یہ سوچکر کہ جھبیش کو تکلیف ہوگی ساتھ سے نہیں لیا گیا۔ یہ سب دیکھکر شنکر رام پران بابو بہت خوش ہوئے دو دن تک اُس گھر میں میل ملاپ کے جلسے رہے وشنو سرکار اُس جلسے کے خاص رکن تھے۔"

چار پانچ دن بعد وشنو سرکار نے کہا "تو اب ہم لوگ گھر جائینگے۔ گنگا اسنان کے علاوہ ایک تباہ حال غربت زدہ او دبچھڑے ہوئے خاندان کا ملاپ ہوگیا۔ بڑی خوشی کی بات ہوئی۔"

رام پران بابو آبگوں نگاہوں سے دیکھکر بولے۔ "ایشور کی کرپا سے اِس خاندان کا ایسا خوشی سے بھرپور ملاپ ہوگا۔ یہ خیال خواب میں بھی نہیں تھا ایسا غیر ممکن واقعہ لوگوں کے خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ سب ماں کی اچھیا سے ہوا خیر آپ لوگوں کو بھی گھر بار کا کام ہوگا۔ اِس لیئے اب میں بھی آپ سے ٹھہرنے کے لیئے زیادہ اصرار نہیں کرسکتا۔"

رام پران بابو نے اُسی دن دو کشتیاں تیار کرائیں۔ علے الصباح گنگا نہا کر کھانا وغیرہ کھانے کے بعد سب لوگ رخصت ہوگئے۔ جھبیش کی ماں رام پران بابو اور اُن کی بیوی سے بولیں "سنا ہے۔ کہ پانچکوڑی کالی ماتا کی مورتی لاکر گھر میں پرتشٹھا کریگا۔ اس لیئے میری یہ درخواست ہے۔ کہ آپ سب لکھنؤ میں تشریف لاکر اُس گھر کو پاک کیجئیگا۔"

رام پران بابو نے منظور کرلیا۔"

شانتی چلتے وقت اپنی موسی سے لپٹ کر رونے لگی۔ موسی نے اُس کی پیشانی چوم کر آشیرباد دیا۔ دانیش نے رام پران بابو کو پرنام کیا۔ رام پران بابو نے دانیش کو ایک رجسٹری شدہ وصیت نامہ دیا۔ دانیش متحیر ہوکر بولے۔ "یہ کیا ہے؟"

رام پران بابو نے کہا "داماد اور بیٹی کا دھن" تمہارے گاؤں کے اطراف میں کئی گاؤں میں میری زمینداری ہے۔ مال گذاری ادا کرکے اُس کی سالانہ آمدنی پانچ ہزار روپیہ ہے۔ یہ گاؤں میں نے انہیں جہیز میں دیئے۔ اور یہ کاغذات انہیں کا وصیت نامہ ہے۔ دانیش متحیر و انگشت بدندان اور احسانمندانہ نگاہوں سے رام پران بابو کی طرف دیکھنے لگے۔ وشنو سرکار اُسی جگہ کھڑے تھے۔ بولے "جیسے آپ بلند خیال بزرگ ہیں اُسی طرح آپ کے کام بھی ایک عجیب شان رکھتے ہیں۔"

رام پران یا گو ہنس کر بولے - میں بلند خیال - یہ کیا ؟ اگر کسی راہ گیر کو دیتا تو آپ ایسا نہ کہہ سکتے تھے - میرے لڑکے سب کماتے کھاتے ہیں - اُن کی طرف سے مجھے کوئی فکر نہیں - کہ میری آمدنی چالیس ہزار سالانہ سے بھی زیادہ ہے - پچیس ہزار تو دو توں لڑکیوں کو کچھ دے دیا تھا - شانتی کو پانچ ہزار جو کچھ سجا دہ میرے لیئے بہت ہے گا

اسکے بعد سب آبدیدہ نگاہوں سے کشتیوں پر سوار ہو کر سون پور کیطرف روانہ ہو گئے

آٹھواں باب

سون پور کا وہ تاریک اور غم نصیب مکان آج خوشیوں کی دھوم دھام قہقہے سے گونج رہا تھا - تمام گھر میں ایک نئی زندگی آ گئی - تمام مکان میں سفیدی نور کا دریا بہا رہی تھی - چاروں بھائی ایک جان ہو کر گھر کا انتظام کر رہے تھے - سب بہوئیں ایک ہو کر گھر کا کام کاج کر تیں تھیں - ستی عورتوں کا پاک پریم دریائے بیکراں کی خاموش روانی کیطرح چپ چاپ بہتا ہوا نظر آتا تھا -

پانچکوڑی کی شادی کے لیئے سب مصر ہوئے - مگر پانچکوڑی نے منظور نہیں کیا - بولا ماتا نے جب کامنی روپ تیاگ کر کے اپنے اصلی روپ میں درشن دیا تو اب شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ میں شادی نہیں کرونگا - مجھے ماتا کی خدمت کر کے اپنا پرلوک سدھارنے دو - پچیش میرا خاندانی چراغ ہے - وہی بنس دھاری ہے - پچیش کو سات گھڑوں میں سے جو دو گھڑے دولت کے ملے تھے - اُس سے اسکے باپ نے زمینداری خریدنی شروع کی

پانچ گھڑے ماں کے تھے - پانچکوڑی نے اُن سے ایک خوبصورت مندر بنوایا مندر میں مہمان خانہ - خیرات خانہ - دوا خانہ وغیرہ بھی تعمیر کرائے - خود گیروا لباس زیب تن کیا - رُدراکش کی مالا زیب گلو کی جسم میں بھبھوت ملی سر پر جٹا بڑھالی ماتا کی ہمیشہ خدمت کرنے کے لیئے کچھ زمینداری خرید کر مندر میں لگا دی - اور خود مفلس

مہاتموں اور ماتا کی سیوا کرتے ہوئے خوشی سے اپنی زندگی بسر کرنے لگے ۔
اپنے بچھڑے ہوئے خاندان بالخصوص شیو بیش کے ملنے کی یادگار تازہ رکھنے کے لئے اُس
مندر پر سنہری حروفوں میں ۔

ملن مندر

لکھوا دیا ۔ ایک برس بعد ملن مندر کا مہا اُتسو کے موقع پر رام پران اور اُن کی بیوی
بھی آئیں ۔ اِس کے علاوہ جہاں جہاں اُن کے رشتہ دار اور عزیز و اقارب تھے سب
بلائے گئے ۔ ہر جیون ۔ اُن کی بیوی اور اُن کی ماں بھی آئیں ۔

رام پران بابو کالی ماتا کے بھکت تھے وہ اس پاک نظارہ کو دیکھ کر بیخود ہو گئے
ملن مندر کی خوبصورت چمکیلی کالی مورتی دگمبری تمت کیشی کی اینگو رسیہ مزین چار ہاتھوں
والی کالی کی پرتشٹھہ مورتی کے روبرو پدم آسن لگائے پانچکوڑی ۔ اُس کے جٹادھاری
کیس جسم پر گیروا لباس ۔ بدن پر بھبوت ۔ گلے میں رودراکش کی مالا ۔ پیشانی پر سرخ
چندن کا تلک ۔ پانچکوڑی کے دائیں طرف پھولوں کا انبار ۔ بائیں جانب پوجا کی
سامگری ۔ ہر چہار طرف گھی کے چراغ جل رہے تھے ۔ یگیہ کی دھوپ ۔ دھونی کی بھینی
خوشبو سے تمام مندر معنبر و معطر ہو رہا تھا ۔ باہر پنڈتوں کی کثیر تعداد کالی ماتا کی ستتی
با آواز بلند کر رہی تھی کوئی بھجن گاتا تھا ۔ کوئی ہون کرتا تھا ۔ اور بعض ماتا کے تصور میں مستغرق
نظر ہو رہے تھے اور کوئی کوئی چنڈی کا پاٹھ نہایت ہی خوش الحانی سے کر رہے تھے مقدس
ورنقیروں سے تمام مکان بھرپور تھا عورتیں کھانا پکانے میں مشغول تھیں تو بچے
[illegible] رہے تھے ۔ رام پران بابو گھوم پھر کر یہ تمام نظارہ دیکھ رہے تھے گھومتے گھومتے
ایک منڈلی کے پاس جا پہنچے ۔ ایک بھگت یا دو [illegible] کا جام نوش کئے ہوئے مست ہو کر گا رہا
تھا ۔ وہ کھڑے ہو کر وہاں ہی ٹھہر گئے ۔ اور گانا سننے میں محو ہو گئے ۔
[illegible] سنتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو پونچھتے جاتے تھے ۔ اِس کے بعد وہ وہاں
گئے ۔ جہاں پرساد تقسیم ہو رہا تھا مفلسوں سے گھر بھرا ہوا تھا ۔ بڑی دھوم [illegible]

چھوٹی بہو کمرے پیلے پڑے ہوئے پر سادہ رہی تھیں۔ گنیش، سنتیش اور دانیش تقسیم کر رہے تھے۔

اسی طرح وہ میلا اُتسو بھی دلوں تک رہا۔ آہستہ آہستہ عزیز و اقارب جانے لگے آج رام پران بابو جانے لگے۔ انہوں نے چاروں بھائیوں اور بہوؤں کو بُلا کر کہا آج میں گھر جاتا ہوں۔ تمہارے ساتھ بڑے سکھ میں تھا۔ مگر کیا کروں۔ وہاں گئے بغیر بھی نہیں بنتا جو ہوا اب تم سے چند باتیں کہتا ہوں غور سے سننا۔ دیکھو تم لوگوں نے اپنے اپنے مقاصد حل کرنے کے لیئے اس گھر کو کیسی بُری حالت میں پہنچا دیا۔ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ بھائی بھائی علیحدہ رہ کر ہی شگفتہ ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے متفقہ طاقت سے ایک زبردست ہاتھی کو بھی زیر کر سکتے ہیں۔ مگر نا اتفاقی سے ایک چڑیا بھی نہیں بند ہو سکتی۔ یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری اس حسد اور خود غرضی کے سبب سے ہی آج تمہاری یہ ترقی ہوئی ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کوئی یہ خیال کرے۔ کہ اگر ہم لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوتے تو آج ہماری یہ ترقی نہ ہوتی۔ یہ خیال بالکل لغو اور فضول ہے۔ تم نے جو پاپ کیئے اُس کا معقول پھل ملا۔ جب اُن پاپوں کا پرائشچت ہو گیا۔ تب جو جس کی قسمت تھا وہ اس نے پایا۔

گنیش نے مر کر تم لوگوں کو یہ بات بتا دی کہ کسی کے لیئے دولت اکٹھا کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ جس کے لیئے کرتے ہیں۔ وہ دم بھر میں اُنہیں چھوڑ کر چلا جا سکتا ہے اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔ جو جس کے نصیب میں ہوتا ہے۔ وہ اُسے خود بخود ملتا ہے دیکھو شتیش کو دو گھڑی دولت مل گئی تم لوگوں نے کیا یہ دولت مل گئی تم لوگوں نے کیا یہ دولت اُس کے لیئے اکٹھا رکھی تھی۔ یا نچکوڑی تمہارے خاندان کا مالک ہے اُسی کے پرتاپ سے آج سارے کنبہ کا لی ماتا تمہارے گھر میں براجمان ہیں۔

یہ کہکر رام پران بابو نے سب سے رخصت مانگی۔ سب نے آبدیدہ نگاہوں سے اُن کی طرف دیکھ کر پرنام کیا۔ رام پران بابو نے سب کو آشیرباد دیتے ہوئے اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔

نواں باب

بڑی پھوپھی نے باقاعدہ طور پر دیوی مندر کا بار اپنے سر لے لیا۔ اگرچہ مندر میں کتنے ہی نوکر چاکر تھے۔ تاہم اُس کی صفائی مریضوں کے لئے کھانا پکانے وغیرہ کی خدمات بحسن وخوبی وہی انجام دیتی تھیں یا تنخ کوڑی ماتا کالی کی اپاسنا ہمیشہ کرتا رہتا تھا۔ مگر ایک پجاری برہمن بھی مقرر کر دیا تھا۔"

ایک دن پانچکوڑی نے دانیش سے کہا۔ چھوٹے دادا ماتا کی اچھتا سے پانچہزار روپے سالانہ کی جائداد مل گئے۔ خواہش اور لالچ بُری بلا ہے اسے جتنا بڑھاؤ بڑھتی جائے گی۔ اب نوکری کرنے کی ضرورت نہیں۔ ماتا کے کچھ روپے لیکر کلکتہ جائیے اور مندر کے دواخانہ کے لئے دوائیاں اور آلہ جات لا کر دُکھ درد سے ستائے ہوئے مریضوں کی خدمت کیجئے۔ دانیش نے منظور کر لیا اور کلکتہ جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔"

شام کے بعد دانیش کو اپنے کمرہ میں پا کر چھوٹی پھوپھی نے مسکراتے ہوئے کہا کیا رات کی گاڑی سے ہی کلکتہ جاؤ گے؟

دانیش نے مسکرا کر کہا۔ ہاں کوئی روک ٹوک ہے کیا؟"

چھوٹی پھوپھو:۔ روک ٹوک نہیں مگر خوف ہے۔"

دانیش:۔ کس کا؟

چھوٹی پھوپھو:۔ کل کے پانی کا سُنا ہے کہ وہ بہت ہوتا ہے

دانیش:۔ کل کا پانی واقعی بہت صاف ہوتا ہے۔ لیکن وہ اثر سے خالی رہتا ہے۔ مگر ایسا نہ ہو۔ ندی کا پانی اپنا کُل چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے یہی خوف ہے۔"

چھوٹی پھوپھو۔ جب اُس کل سمندر اس کی طرف مخاطب نہ ہو گا اُس وقت وہ ضرور نکا

اپنا گھر چھوڑ کر سمندر سے ملنے کے لیے بے چین ہوتا ہے۔ اگر وہ نہ جاتا تو کون لاتا سمندر۔ کو گنگا کے پانی کی اونچ سے چھڑانے کی طاقت کس میں تھی؟

دانش نے اُس بھول سے پیشتر شگفتہ رخسار کو چوم کر کہا۔ اگر مریض نہ ہوتا تو تیری کی تھوڑا سمجھ تک کا اثر کس پر ہوتا؟

پھوپھی تو ہنسی۔ ہنستے ہنستے بولیں۔ کب آؤ گے؟

دانش:۔ کل رات کی گاڑی سے آؤں گا

پھوپھی بہوت۔ اپنا دواخانہ اٹھا لاؤ گے نا؟

دانش:۔ ایک بار دواخانہ کی حالت دیکھ آؤں۔ موقع ہوا تو اٹھا دوں گا

پھوپھی: تم تو بس وہاں جو مریض ہے۔ اُسے بھی دوا دو گے؟

دانش:۔ وہ مریض ڈاکٹری دوا نہیں چاہتا۔ وہ صرف پانچ [illegible] چاہتا ہے

اچھا اب گاڑی کا وقت آگیا۔ چلتا ہوں۔

دانش رخصت ہوئے۔ پھوپھی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ جلدی جلدی جا کر بستر پر پڑ رہیں۔

علی الصباح گاڑی کلکتہ پہنچی۔ دانش اُتر کر بہو بازار سٹریٹ پہنچے اُن کا دواخانہ کھلا ہوا تھا۔ نوکر نے سلام کیا۔ ایک کمپونڈر بھی آ گئے

دانش نے کمپونڈر سے دواخانہ کی حالت دریافت کی۔ اُس نے کہا۔ آپ آئے نہیں۔ دو تین خط بھی لکھے۔ مگر جواب نہیں ملا۔ بالآخر میں نے دیگر ملازمین کو رخصت کر دیا۔ اور صرف اس نوکر کو رکھ کر دواخانہ کا کام چلا تا رہا ہوں۔ لوگوں کی تنخواہ نکال کر سو روپے بچے ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ نصف [illegible] اسی دن یہاں سے چلے گئے تھے

دانش نے دواخانہ کا معائنہ کیا۔ انہوں نے دیکھ کر یہ معلوم کر لیا کہ اس دواخانہ کی دوائیوں سے ملحق منصرف کے دواخانہ کا کام آسانی سے چل سکتا ہے۔ انہوں نے کمپونڈر اور ملازم سے چلنے کے لیے دریافت کیا۔ دونوں راضی ہو گئے۔ اس کے بعد وہ دوائیں بکس میں بند کرنے شیشیوں کی [illegible] کرنے لگے۔

تمام انتظام کرکے دانیش ایک گاڑی پر سوار ہو کر گنگا سنان کرنے
چلے سنان کرکے واپسی کے موقعہ پر جب گاڑی پر چڑھنے لگے تو انہوں نے
دیکھا کہ گنگا کے کنارے ایک بگلی عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کے چاروں
طرف مختلف لڑکے لڑکیاں کھڑے ہوئے چھیڑ رہے ہیں۔ دانیش نے اُسے
دیکھتے ہی پہچان لیا۔ وہ پُوتھکا تھی

پُوتھکا — بگلی — اُس کی آنکھیں سُرخ تھیں اُن سے شرارے
نکل رہے تھے۔ سونے جیسا آب و تاب والا جسم گل پژمردہ کی طرح کملا گیا تھا
وہ لطیف اور نازک جسم خشک ہو کر کانٹا سا ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی فن
کی مہارت اور علم موسیقی کا کمال۔ قوت سامعہ۔ لامعہ۔ باصرہ سب ہی جاتی رہی
تھیں۔ تمام طاقتیں زائل ہو چکی تھیں۔ دانیش اسکے پاس گئے۔ پھر بھی اس نے نہیں
پہچانا۔ اگر پہچانتی تو ضرور کچھ نہ کچھ کہتی۔ اور اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتی
مگر اس نے اُن کے ساتھ کوئی بات چیت نہیں کی۔ اُنکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی
نہیں دیکھا۔

وہ پاک لطیف وحشت سے بھرپور ٹکڑا۔ گنگا ماتا کے مقدس گھاٹ پر
گھومتے ہوئے پُوتھکا کو دیکھ کر دانیش کے دل میں گیان کی لہر دوڑ گئی۔ وہ سوچنے
لگے وہ پیار وہ محبت کہاں ہے جس حسن کی ایک دلفریب جھلک اور دلدوز
گیت نے مجھے از خود رفتہ بنا دیا تھا جسکی سلیقہ شعاری دیکھکر میں مفتون ہو گیا تھا
وہ سب کہاں گئے ہیں پُوتھکا میں حسن تھا شباب کی تو بہز دلاویزیاں تھیں۔ رسیلی
چتونیں تھیں باتوں میں قند و نبات کی سی مٹھاس اور اُن میں دلکشی و دلاویزی
کی تاثیر مضمر تھی اسی وجہ سے اُسے پیار کرتا تھا اسوقت وہ سب جاتا رہا ہے حسن
کا نور ہو گیا۔ ہنر بھی جاتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی میرا پیار و محبت بھی چلا
گیا تب کیا ہے کیا محبت میں استحکام نہیں گنگا کے کنارے کی اداسی ہوائے
گویا اُن کے اس سوال کا جواب اس طرح دیا کہ روپ بھی جاتا ہے۔ اور گن بھی جاتا ہے
صرف آتما بچتی ہے یہ بھلا جیتین کو کھینچکر اپنی طرف کھینچ سکتا ہے — روپ

دیکھ کر پاگل ہوئے تھے۔ گنّن دیکھ کر بیخود ہو گئے تھے۔ دونوں ہی جڑ ہیں۔ جڑ یہ مادہ کیا کبھی چیتنا کو اپنے بس میں کر سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔ اس جڑ کے اندر ایشوریہ کی لہر بہہ رہی ہے لیکن انسان اربا جنت ہے۔ جب یہ راز حقیقی میری سمجھ میں آئیگی کہ وہ ایک زبردست مقناطیس ہے۔ اور تو لوہے کا چور ہو تو ہمیشہ اُس کی کشش سے ہی کھنچتا ہے۔ سب اُسے پانے کی خواہش کرتے ہیں۔ مگر انسان اور اُس شکتی کے درمیان منسلک ذریعہ اور حواس خمسہ کا پردہ پڑا رہتا ہے جس وقت یہ پردہ اُٹھ جائیگا اُس دن تو بھی اس شکتی سے واقف ہو جائیگا۔

ہُوا پھر کیسی۔ دانیش نے پُونھکا کی طرف نگاہ کی۔ پُونھکا اپنے آپے میں نہ تھی وہ خود بیخود کبھی تو باتیں کرتی تھی۔ کبھی ہنسی۔ کبھی روئی۔ اور کبھی چلاتی تھی۔ دانیش بہت دیر تک کھڑے دیکھتے رہے۔ پُونھکا اٹھی۔ کھڑی ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ معصوم مایوس اور پاگل لہجہ میں بولی پانچکوڑی میں نے تمہارا خون کیا ہے۔ میں پچھتاتی ہوں۔ آؤ پیارے آؤ! آنچل بچھا کر تمہارے بیٹھنے کی جگہ بنائی ہے۔ تمہیں پیار کرتی ہوں۔ پھول کی طرح پیار کرتی ہوں معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح کبھی اور کو پیار نہیں کیا۔ اور تمہاری یہ سنگدلی کیا میرے ہی لیے ہے۔ ہا ہا ہا!!! ہا!!! جاؤ گے کہاں جاؤ گے؟ دیکھو پکڑتی ہوں ٹھہرو ٹھہرو!! بھاگ کر کہاں جاؤ گے ۔۔۔ کھڑے رہو!"

پُونھکا بدحواس ہو کر بھاگی۔ بچوں نے چلانا شروع کیا "پگلی بھاگی جاتی ہے" یہ کہکر اُس کے پیچھے دوڑے۔ کوئی پتھر پھینکتا تھا۔ کوئی کچھ۔ دانیش اُس کی یہ حالت دیکھ کر بہت بیتاب ہوئے۔ غمگین و مایوس ہو کر گاڑی پر سوار ہو گئے۔

دانیش اُسی دن رات کو اپنا دیوانخانہ سون پُورم چھوڑ آئے اور پانچکوڑی کے جیسے مسکینوں کی خدمت کے لیے اُنہوں نے اپنی تمام زندگی وقف کر دی۔

ختم

علم و اخلاق کے موتیوں کی لڑی میں ایک نیا دانہ

یہ گوہر نایاب موتی لڑی کے بیش بہا دانوں کا سرتاج موتی ہے

ناول یعنی

چمکدار موتی

یہ موتیوں کی لڑی پنڈت ... نے مشہور زمانہ ادیب مہاتما شیو برت لال جی ورمن کو ندھ رہے ہیں

چشم بینیت سے دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ اس بڑے موتی نے سب موتیوں کو مات کر دیا ہے۔ خدا جانے مہاتما جی موصوف لہری کمال کے کس سمندر سے اس چمکدار موتی کو نکال کر لاتے ہیں۔ یہ

موتی ہاتھ میں اٹھا کر بہ نظر غور مطالعہ کرو۔ جام جہاد ... کی طرح اس میں مایا کا سروپ کھیلتا نظر آئیگا۔ بھگوان کے دربار میں مایا کی نرت کاری جس خوبی سے بطرز ناول لکھائی گئی ہے کہ آسمان سے دیوتا لوگ صبح و شام اس کی کتھا گاردن میں کر رہے ہیں۔ ناول کیا ہے دھرم اور اخلاق کی مہتی نصیحتوں کا نچوڑ ہے۔ پیارس دہلی کی زبان میں جو فرق ہے ساس دیو کے سوا کہیں دیکھ لیجئے مزا آجائیگا ناول کا سرورق دیدہ زیب ... سے مزین ہے اسکی لکھائی چھپائی وغیرہ نہایت عمدہ ہے

ملنے کا پتہ

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز سیلرز و تاجران کتب چوک متی بازار لاہور

دھرم و اخلاق کے سمندر کی غوطہ خوری میں چند نصائح کا ایک نیا

قیمتی موتی

یہ علم و گیان کا دمکدار گوہر نایاب

ناول

دمکدار موتی

مہاتما شیو برت لال صاحب ورمن ایم اے کے ذہنی و دماغی کمال کا زندہ نتیجہ ہے
سوالکلا سپورن بھگوان کرشن چندر جی مہاراج جمنا میں کو دکر کالی کو نتھ لائے تھے

”ہمارے صوبہ کے مایۂ ناز لٹریری سادھو“

مہاتما شیو برت لال جی نے دھرم و اخلاق کے علمی سمندر میں غوطہ لگا کر ”دمکدار موتی“ دنیا کی آنکھ کو خیرہ کرنے کے لیے ڈھونڈ نکالا ہے۔ کہنے کو تو یہ خوبصورت ناول بلاک ہے مگر یہ ایک اخلاقی ناول ہے۔ مگر دھرم و اخلاق کا سبق سکھلانے کے لیے رام لکشمن سیتا اور نرملا کا جو سروپ انہوں نے کھینچا ہے ایشور و جیو کیا ہے ایشور و مایا کا کیا تعلق ہے مرد و عورت کی کتنی یکسانیت ہے؟ یہ سب مضمون جو عمر عزیز ضائع کرنے پر بھی دانشمندوں سے حل نہیں ہوتے۔ آپ ان لاینحل مسائل کو اس ناول کے تمثیلی قصہ سے بخوبی سمجھ جاوینگے۔ ناول کی لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور کاغذ عمدہ ولایتی ہے۔ قیمت فی جلد عہ

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب چوک متی لاہوری گیٹ لاہور

پریم دہرم اور اخلاق کے انمول موتی تلاش کرنے والو

موتی کی لڑیوں کے ناول کے سلسلہ میں

ناول

شاہوار موتی

مصنفہ

بابو شبھو برت لعل صاحب ورمن ایم اے

یہ اخلاق کا بھرپور بھنڈار پریم مئے ناول آجکی پہلی ہی ایڈیشن منگا کر مطالعہ کرو

مجسم دہرم سوروپ فاضل اجل مہاتما شبھو برت لال صاحب ورمن ایم اے کے قلم گہر

رقم کا شرمندۂ احسان ہے جس میں مصیبت زدہ

روحوں کو سہارے ہدایت اور دھرت جی مہاراج اپنے سچے اپدیش سے آنند مئے زندگی گذارنے اور بدایتمری سو کشن رام کو پراپت کرنے کا راستہ بتاتے ہیں۔ سوتیلی ماؤں کے ظلم و جبر والد کی بے بسی اور معصوم لڑکے و لڑکی کی جو صدمندی بجائے خود سبق آموز ہیں مگر اس رام کہانی کو بیان کرنے میں فاضل مصنف نے گوناگون اقسام کی دلچسپیاں پیدا کی ہیں۔ انکی تصویر زبان قلم سے کھینچنی بہت مشکل ہے۔ ناول کی لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور کاغذ نفیس و لاریب ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲؍

پتہ

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب چوک متی لوہاری دروازہ لاہور

مشہور عالم پریس ... سیرهی دروازہ شیرانوالہ باہتمام پنڈت رگھناتھ داس پرنٹر چھپا